أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (محمد)

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔





خلاصۃ القرآن (جدید)

علوم قرآنیہ کے ان شائقین کے لئے نعمتِ بے بہا، جو مختصر وقت میں قرآن مجید
کے تیس پاروں کے نورانی مضامین میں اللہ کا پیغام اور کلام سمجھنا چاہتے ہیں

مؤلفہ

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمہ اللہ

اضافات و عنوانات

مولانا قاری مشتاق الحسینی مدظلہ

مکتبہ عائشہ

MAKTABA AISHA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصۃ القرآن جدید

- قرآن کے تیس پاروں کے نورانی مضامین کی ایک جھلک
- علوم قرآنیہ کے ان شائقین کے لئے نعمت بے بہا، جو مختصر وقت میں اللہ کا پیغام اور کلام سمجھنا چاہتے ہیں
- ماہ رمضان کا خاص تحفہ

تالیف

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

اضافات وعنوانات

حضرت مولانا مشتاق الحسینی مدظلہ

مکتبہ عائشہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

042-37360541, 0300-9233714

نام کتاب ——— خلاصۃ القرآن جلد ۲

مرتب ——— حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہم

اہتمام ——— محمد قیصر محمود مہاروی

ناشر ——— **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار، لاہور 042-37360541

ملنے کے پتے............

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور	حق پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور
شمع بک ایجنسی اُردو بازار، لاہور	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
ملت پبلی کیشنز اسلام آباد	مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی
احمد بک کارپوریشن راولپنڈی	مکتبہ دار القرآن اُردو بازار کراچی
کتابستان شاہی بازار بہاول پور	اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک صدر کراچی
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی	ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی	مکتبہ قاسمیہ ملتان
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	مکتبہ اسلامیہ کوتوال روڈ فیصل آباد

فہرست

خلاصۃ القرآن

فہرست

عرضِ مرتّب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ))

اللہ جل شانہ وعم نوالہ نے قرآن مجید وفرقان حمید کی جو محبت مفسر قرآن و داعی قرآن حضرت اقدس محترم ومکرم جناب محمد اسلم صاحب شیخوپوری کو عنایت فرمائی ہے۔ اسی محبت کا کچھ حصہ اللہ پاک نے بندۂ ناچیز کو بھی مرحمت فرمایا ہے۔ جب رمضان ۱۴۲۴ھ میں روزنامہ اسلام میں خلاصۃ القرآن کا صفحہ دیکھا تو بہت خوشی ہوئی کہ اس نہج پر کام شروع ہوگیا ہے۔ تحریر نہایت عمدہ دلوں کو متاثر کرنے والی۔ لیکن بغیر عنوان کے دیکھ کر داعیہ پیدا ہوا کہ اگر خلاصۃ القرآن کی تحریر کو عنوان دے کر اس انداز سے لکھا جائے کہ دیکھنے میں خوبصورت، پڑھنے میں آسان بلکہ عنوانات ایسے جاذب نظر، دل موہ لینے والے ہوں کہ پہلی نظر پڑتے ہی نہ چاہتے ہوئے بھی بندہ کتاب پڑھنے پر مجبور ہوجائے۔

چنانچہ اللہ پاک کی توفیق سے کام شروع کردیا لیکن رفتار آہستہ رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ساتھ ہی ایک اور کام بھی شروع تھا۔ وہ یہ کہ ''بچوں کا اسلام'' میں محترم جناب عبداللہ فارانی صاحب کا قسط وار ''سیرۃ النبی ﷺ قدم بہ قدم'' کا کام بھی شروع تھا۔ وہ بھی اسی نہج پر صفحہ قرطاس پر منضبط کر رہا تھا۔

ربیع الاول ۱۴۲۵ھ میں حضرت جب لاہور تشریف لائے۔ تقریر کے بعد اعلان فرمایا کہ خلاصۃ القرآن چھپ کر آگیا ہے۔ کچھ دیر بعد جدید خلاصۃ القرآن کا نامکمل مسودہ جو کہ سورہ یوسف تک ابھی تکمیل پذیر ہوا تھا۔ حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا جو کہ بندہ کی عاجزانہ کوشش تھی۔ حضرت مولانا نے دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا۔ ساتھ

ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اب میں نے پہلے چار پارے تفصیل سے لکھے ہیں جبکہ اخبار میں اتنی تفصیل نہیں تھی بلکہ اجمال تھا اور آگے بھی کہیں کہیں جہاں اضافے کی ضرورت پیش آئی۔ اضافہ کیا ہے لہٰذا اب اس کتاب سے دوبارہ نئے سرے سے کام شروع کریں۔

چنانچہ حضرت کے ارشاد کے مطابق از سر نو کام شروع کر دیا۔ ۱۴۲۶ھ ربیع الاوّل میں جب آپ لاہور تشریف لائے تو پھر حاضر خدمت ہو کر مسودہ دکھایا تو بہت مسرور ہوئے۔ پسند فرمایا ارشاد فرمایا کہ اس کو چھپوالو۔ بندہ ناچیز نے عرض کیا کہ حضرت اپنے دست مبارک سے اس جدید خلاصۃ القرآن کے متعلق چند مبارک کلمات تحریر فرما دیجیے تو پھر انشاء اللہ چھپوانے کی کوشش کروں گا۔

جب آپ ۱۴۲۶ھ میں دارالعلوم لاہور کے سالانہ فہم قرآن سیمینار میں تشریف لائے تو آپ نے وعدہ فرمایا کہ اس کتاب کی کمپوزنگ شروع کروادو۔ مجھے مطلع کر دینا میں لکھ دوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس ناچیز سے محض اپنے فضل و کرم سے یہ خدمت لے رہا ہے۔ خداوند کریم میرے تمام اساتذہ کرام کو بہترین صلہ عطا فرمائیں۔ جن کی محنتوں اور دعاؤں سے اللہ رحمان و رحیم نے مجھے اس قابل بنایا۔

حضرت والا کی خوشنما اور دلربا تحریر کو اپنے انداز میں تحریر کر کے بندہ نے لہو لگا کر شہیدوں میں نام لکھوانے کی جو حقیری سی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے قبول فرما کر احقر کی مغفرت کا بہانہ بنا دیں اور حضرت مدظلہ العالی کی بلندی درجات اور صدقہ جاریہ کا ذریعہ ثابت ہو۔

آمین یارب العٰلمین بحرمة سیّد المرسلین علیه الصّلوٰة والتّسلیم

احقر قاری مشتاق الحسینی غفرلہٗ

یکے از خدام ماہنامہ الدعوۃ الی اللہ انٹرنیشنل

۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ بروز پیر بمطابق ۱۲ فروری ۲۰۰۷ء

جدید

خلاصۃ القرآن

(مفسر قرآن حضرت مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری)

ماہ رمضان ماہ نزول قرآن ہے (یعنی جشن قرآن کا مہینہ)

① روزے بھی رکھئے۔

② اور اپنی زبانوں کو تلاوت سے،

③ کانوں کو سماعت سے،

④ اور دلوں کو قرآن کریم کے معانی اور مطالب میں غور و تدبر سے معطر اور منور بھی کیجیے۔

وہ خوش نصیب انسان جو بندوں کے نام اللہ کے پیغام اور کلام کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں:

ان کے لیے ہر روز نماز تراویح میں پڑھے جانے والے ایک پارہ کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔ کیا عجب کہ یہ خلاصہ انہیں تفصیل کے ساتھ قرآن کریم کے مطالعہ اور اس کے مشمولات پر عمل پر آمادہ کردے۔

محمد اسلم شیخوپوری

○○○○

انتساب

اویس زمانہ:

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ اور عالم دین اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کے بارے میں مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:

تلاوت قرآن پر کیفیت:

ایک روز آپ پر تلاوت قرآن پر کیفیت طاری ہوئی۔ راقم سے فرمایا:

''کہ جو لذت ہم کو قرآن میں آتی ہے۔ اگر تم کو وہ لذت ذرہ بھر آوے تو ہماری طرح نہ بیٹھ سکو۔ کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل جاؤ''۔

آپ نے آہ کی اور حجرہ میں تشریف لے گئے اور کئی روز تک بیمار رہے۔

قرب میں جو مزہ قرآن میں ہے:

مولانا سید محمد علی صاحب نے فرمایا کہ میں نے ابتداء میں حضرت سے عرض کیا:

''کہ ہم کو جو مزہ شعر میں آتا ہے۔ قرآن شریف میں نہیں آتا''۔

آپ نے فرمایا:

''کہ ابھی بُعد ہے۔ قرب میں جو مزہ قرآن شریف میں ہے۔ کسی میں نہیں۔''

اللہ میاں دل پر بیٹھ جاتے ہیں:

مولوی تجمل حسن صاحب لکھتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا:

''قرآن شریف اور حدیث پڑھا کرو کہ اللہ میاں دل پر بیٹھ جاتے ہیں''

قرآن کے بدلے جنت ملے تو منظور نہیں:

ایک مرتبہ فرمایا:

''کہ ہم کو اگر قرآن شریف کے بدلے جنت ملے تو منظور نہیں۔ اگر قرآن شریف ہو تو کیا مضائقہ ہے۔ ہمارے پاس جنت میں حوریں آئیں گی تو ان سے ہم کہیں گے کہ آؤ بی بی بیٹھ جاؤ۔ تم بھی قرآن شریف سنو۔''

عاشق صادق کے نام:

یہ ناچیز قرآنی علوم کی خدمت و اشاعت کی اس سعی نا تمام کو کتاب مقدس کے اس عاشق صادق کے نام منسوب کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ رب کریم ہم ایسے ناقصوں کو بھی اس عشق کا کچھ حصہ عطا فرمادے۔

محتاج دعاء

محمد اسلم شیخوپوری

❀❀❀❀

خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"آلاء الله على هٰذا العبد الضعيف لا تعدو لا تعصى، واجلها التوفيق لفهم القرآن العظيم، ومنن صاحب النبوة والرسالة عليه الصلوٰة والسلام على احقر الامة كثيرة، واعظمها تبليغ الفرقان الكريم، لقن النبي ﷺ القرآن القرن الاول، وهم ابلغوه للقرن الثاني، وهٰكذا حتى بلغ حظ هٰذا الفقير كذلك من روايته ودرايته، اللهم صل علىٰ هٰذا النبي الكريم سيدنا ومولانا وشفيعنا، افضل صلوٰتك، وأيمن بركاتك، وعلى اٰله واصحابه وعلماء امته اجمعين يا ارحم الراحمين"

ترجمہ: "اس بندۂ ضعیف پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ جن میں سے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے مجھے قرآن عظیم کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی اور حضرت رسالت پناہ علیہ السلام کے احسانات؛ امت کے اس حقیر فرد پر بہت ہیں۔ جن میں سے سب سے بڑا احسان قرآن کریم کی تبلیغ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے قرن اول کو قرآن کی تعلیم دی۔ انہوں نے قرن ثانی تک اسے پہنچایا۔ یونہی درجہ بدرجہ ہوتے ہوئے اس فقیر کو بھی آپ ﷺ کی روایت اور درایت سے حصہ ملا۔ اے اللہ! تو اس کریم نبی ﷺ پر جو ہمارے آقا و مولا اور شفیع ہیں۔ اپنی افضل ترین رحمتیں اور اعلیٰ ترین برکتیں نازل فرما اور آپ ﷺ کے متبعین، صحابہ رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کی امت کے علماء پر بھی۔ اے ارحم الراحمین! محض اپنے فضل و کرم سے رحمتیں نازل فرما"

گزارشات

سبب تالیف:

یہ وہ مبارک خطبہ ہے۔ جس سے امام جلیل شاگ ولی اللہ نور اللہ مرقدہٗ نے اصول تفسیر پر مشتمل اپنی مشہور کتاب ''الفوز الکبیر'' کا آغاز کیا ہے۔ اس خطبہ میں ''لفہم القرآن العظیم'' کی بجائے ''حب القرآن العظیم'' (قرآن عظیم کی محبت) کے الفاظ رکھ دیے جائیں تو اس خطبہ کا ایک ایک لفظ ناچیز کے جذبات کا ترجمان بن جائے گا۔ کیونکہ اس کمترین بندہ کو ''فہم قرآن'' کا تو نہیں مگر محبت قرآن کا دعویٰ ضرور ہے۔ اس محبت ہی کے نتیجے میں اس کے دل میں یہ آرزو دعاء بن کر مچلتی رہتی ہے کہ وہ قادر ومختار جو ناممکن کو امکان کا اور عدم کو وجود کا لباس پہنا دیتا ہے۔

کاش! وہ کوئی ایسی صورت پیدا فرمادے کہ قرآن کریم کی تلاوت و خدمت اور تدریس و اشاعت اس کا اور اس کی اولاد کا اوڑھنا بچھونا بن جائے۔ اس کا قلم' اس کی زبان' اس کا دل و دماغ بلکہ پورا وجود ہمہ وقت نورِ قرآن' فیضانِ قرآن' فہم قرآن اور تفہیم قرآن کے نور سے منور رہے۔

زندگی گزرے تو سرور عالم ﷺ کے اس عظیم معجزہ کے سایہ تلے اور موت آئے تو اسے وردِ زبان بناتے ہوئے۔ کتاب مقدس کے ساتھ یہ تعلق خاطر ہی زیر نظر کتاب کی تالیف کا سبب بنا۔

خلاصۃ القرآن:

اصل میں ہوا یوں کہ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کی آمد کے موقع پر روزنامہ ''اسلام'' کی انتظامیہ نے ''رمضان اسپیشل'' کے نام سے ہر روز ایک مستقل صفحہ شائع

کرنے کا ارادہ کیا۔ اس صفحہ کے لیے دیگر مستقل عنوانات کے علاوہ ایک عنوان ''خلاصۃ القرآن'' بھی منتخب کیا گیا۔ جس کے لیے مجھے ہر روز ایک پارہ کا خلاصہ لکھنے کا حکم دیا گیا۔ میں نے اس حکم کو اپنے دل کی آرزو اور سعادت سمجھ کر قبول کرلیا۔

رات کو سماعتِ قرآن۔ دن کو فہم قرآن:

مقصد یہ تھا کہ نمازی حضرات رات کو تراویح میں جو پارہ سنیں۔ صبح اس کے پورے مضامین نہ سہی تو چیدہ چیدہ مضامین ہی کا مطالعہ فرمالیں۔ تاکہ ایک حد تک ہی سہی۔ انہیں فہم قرآن کی سعادت حاصل ہوجائے یہ سلسلہ جو کہ محض عوام کے استفادہ کے لیے شروع کیا گیا تھا۔ اسے نہ صرف یہ کہ عوام میں بلکہ خواص میں بھی بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔

بعض مساجد میں اس کی فوٹو کاپی کروا کر تقسیم کی جاتی رہی۔ کئی ائمہ اور حفاظ نے اس صفحہ کی حفاظت کا اہتمام بھی کیا۔ تاکہ ''داشتہ بکار آید'' کے اصول کے تحت اگلے سال اسے نمازیوں کے سامنے پیش کیا جاسکے۔

کتابی شکل:

مختلف حلقوں کی جانب سے اسے کتابی شکل دینے کی تجویز پیش کی گئی۔ ناچیز کو بھی یہ تجویز پسند آئی۔ کیونکہ کچھ عرصہ سے مساجد میں رمضان المبارک میں روزانہ خلاصہ قرآن سنانے کا ایک مفید سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ جسے ظاہر ہے کہ سراہا جانا چاہیے اور ان حضرات کی قدر کرنی چاہیے۔ جو لوگوں کو قرآنی تعلیمات کے قریب کرتے ہیں۔

بے لگام اجتہاد:

لیکن اس میں ایک قابل فکر پہلو یہ ہے کہ ہر کس و ناکس نے اپنے اپنے نظریات اور مبلغ علم کے مطابق خلاصہ بتانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے بلکہ سروے کرنے پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے۔ جنہوں نے کسی دینی جامعہ میں داخل ہوکر اساتذہ فن سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ ایسی صورت میں اگر وہ بے

لگام اجتہاد کے گل کھلائیں یا من مانی تفسیریں کریں تو یہ چیز خلاف توقع نہیں ہوگی۔

اس لیے ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ جس میں مستند تفاسیر کی مدد سے خلاصہ قرآن مرتب کر دیا جائے۔ جس سے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں اور خواص بھی اسے ماہ مبارک میں نمازیوں کے سامنے پیش کر سکیں۔

وقت کی اہم ضرورت:

کس زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں۔ جس نے اپنے ایک کمزور اور عاجز بندے کو وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمادی۔ یہ خلاصہ مرتب کرنے کا زیادہ انحصار علامہ وھبۃ الزحیلی کی ''التفسیر المنیر'' اور خادم کتاب وسنت شیخ محمد علی صابونی کی ''قبس من نور القرآن الکریم'' پر رہا۔

نظر ثانی و اضافہ:

چونکہ ماہ مبارک میں یہ خلاصہ انتہائی عجلت میں لکھا گیا تھا۔ اس لیے میں نے کتابی صورت میں مرتب کرتے ہوئے...... یکسانیت قائم کرنے کے لیے ابتدائی چار پاروں کا خلاصہ نئے سرے سے لکھا اور باقی پاروں پر نظر ثانی کے علاوہ متعدد مقامات پر نئے مضامین کا اضافہ بھی کیا۔

اغلاط کی تصحیح کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔ پھر بھی بندے کا کام غلطی سے پاک کہاں ہوسکتا ہے۔ یہ شان تو صرف اس ذات کی ہے۔ جو ہر غلطی، عیب اور نسیان و خطا سے پاک ہے۔ قارئین سے دست بستہ التجا ہے کہ اگر کوئی غلطی یا معنوی غلطی ان کے علم میں آئے تو اس عاجز کو فوراً مطلع فرمائیں تا کہ دوسرے ایڈیشن میں درستگی کر دی جائے۔ اس اطلاع سے بندہ کو خوشی بھی ہوگی اور وہ اطلاع کنندہ کے لیے دل سے دعا بھی کرے گا۔

قرآنی مضامین کی جھلک:

آخر میں چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی گزارش تو یہ ہے کہ قرآن کریم

کا ہر مضمون اہم ہے۔ اس کتاب ہدایت کی ہر آیت اور ہر لفظ کی تہ میں معانی کا ایک جہان پوشیدہ ہے اور صحیح بات تو یہ ہے کہ اس کا خلاصہ ہو ہی نہیں سکتا۔ خلاصہ کے نام پر آپ کے سامنے جو کچھ پیش کیا جارہا ہے۔ وہ اس کے مطالب و مضامین کی لامحدود دنیا کی ایک جھلک اور بحر معانی کے چند قطرے ہیں۔ یہ جھلک ایک تو "ما لا یدرك كله لا یترك كله" کے اصول کے تحت دکھائی جارہی ہے تاکہ کوئی شخص پورے قرآن کا مطالعہ نہیں کرسکتا تو اس کے مضامین کی ایک جھلک ہی دیکھ لے۔

اس کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس اجمالی مطالعہ کی برکت سے شاید رب کریم اس کے دل میں تفصیلی مطالعہ کا شوق پیدا فرما دے۔

آیات کا حوالہ سورت کے اعتبار سے:

دوسری گزارش یہ ہے کہ ہمارے ہاں چونکہ تراویح میں پاروں کے حساب سے تلاوت کی جاتی ہے۔ اس لیے خلاصہ بھی پاروں کے حساب سے لکھا گیا ہے۔ وگرنہ قرآن کریم کی جو تقسیم خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی۔ وہ سورتوں کے اعتبار سے تھی۔ پارہ، نصف، ثلث، ربع اور رکوع وغیرہ کی تعیین اور تقسیم بعد میں کی گئی ہے۔

جب کوئی نئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ اسے فلاں سورت میں رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ فلاں پارہ میں رکھنے کا حکم نہیں دیتے تھے اور ظاہر ہے کسی متعین سورت میں رکھنے کا جو حکم دیا جاتا تھا تو یہ اس کے مضامین کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے تھا۔ اگر مناسبت پیش نظر نہ ہوتی تو اس آیت کو کسی بھی سورت کے ساتھ جوڑ دینے کا اختیار دے دیا جاتا۔ پھر 114 سورتوں میں اتنا تفاوت بھی نہ ہوتا کہ ایک سورت تو صرف تین آیات پر مشتمل ہے تو دوسری سورت 286 آیات پر مشتمل ہے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خلاصہ بیان کرتے ہوئے سورتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ مگر تراویح میں چونکہ پاروں کے حساب سے تلاوت کی جاتی ہے۔ اس لیے ناچیز نے کوشش یہ کی ہے کہ خلاصہ تو سورت کو سامنے رکھ کر ہی لکھا جائے۔ مگر

پاروں کی ترتیب کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ ہر پارہ کے جو خاص خاص مضامین سپرد قلم کیے گئے ہیں۔ ان کے آخر میں آیت نمبر کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔ تاکہ اگر کوئی صاحب اس مضمون کا تفصیل سے مطالعہ کرنا چاہیں تو کتب تفسیر میں اس آیت کا مطالعہ کر سکیں۔ (آیت نمبر کا حوالہ سورت کے اعتبار سے ہے۔ پارہ کے اعتبار سے نہیں)۔

قرآن کی عظمت:

آخری گزارش یہ ہے کہ قرآن کریم ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے۔ جس کے ساتھ کسی نوع کا تعلق بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ خواہ وہ اسے محبت کی نظر سے دیکھنے اور ادب واحترام کے ساتھ چھونے کا تعلق ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اس بحر بے کنار اور دائمی شجر سایہ دار سے مستفید ہونے کے لیے دو چیزیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔

رب تعالیٰ کا متعدد بار قسمیں کھانا:

ایک تو یہ کہ دل میں اس کی عظمت پوری طرح بیٹھ جائے۔ ذہن میں یہ بات مستحضر رہے کہ یہ وہ عظیم المرتبت کتاب ہے۔ جس کی عظمت کو بیان کرنے کے لیے خود رب تعالیٰ نے متعدد بار قسمیں کھائی ہیں۔

آپ صرف ایک قسم ہی ملاحظہ فرمالیں۔ سورۂ واقعہ میں ہے:

"میں قسم کھاتا ہوں۔ ستاروں کی منزلوں کی اور اگر تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے کہ یہ بڑے رتبے کا کلام ہے۔ جو کتاب محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں۔ جو پاک ہیں۔ پروردگار عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ کیا تم اس کلام کا انکار کرتے ہو اور اپنا وظیفہ یہ بناتے ہو کہ اسے جھٹلاتے ہو۔"

طرز زندگی کی تبدیلی:

دوسری بات جو اس مبارک کتاب سے فائدہ اٹھانے میں اہمیت رکھتی ہے۔ وہ اسے سمجھ کر پڑھنا ہے۔ دلوں کے تزکیۂ اخلاق و عادات کی تطہیر، طرز زندگی کی تبدیلی، برکات کے نزول اور کیفیات کے ورود میں عظمت قرآن کے استحضار اور فہم قرآن کو

بہت بڑا دخل ہے۔ دل میں اس کی عظمت بٹھا لینے کے بعد کوشش کریں کہ خود بھی اسے سمجھ کر پڑھیں اور اس نعمت کو عام کرنے کی کوشش بھی فرمائیں۔

یہ بات اچھی طرح جان لیجیے کہ اس دنیا کا مستقبل قرآن کے سوا کچھ نہیں۔ ذہنی پریشانیوں، قلبی بیماریوں، سیاسی اختلافات، معاشرتی فتنہ وفساد اور معاشی مجبوریوں میں الجھے ہوئے انسان کو ایک نہ ایک دن اس حقیقت کا یقین آ کر رہے گا کہ اس کے تمام مسائل کا حل صرف قرآن میں ہے۔ اس کی روحانی تشنگی کا سامان قرآن کے سوا کہیں نہیں ہے۔

دنیا بھر کے مسلمانوں تک پہنچانا:

آیئے! دنیا بھر کے پیاسوں کو اس چشمہ صافی کی راہ دکھانے میں ہم بھی اپنا کردار ادا کریں۔ جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ''خلاصۃ القرآن'' کی صورت میں آپ کے سامنے یہ جو حقیر سی کوشش ہے۔ اسے اپنے احباب اور دنیا بھر کے مسلمانوں تک پہنچانے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمایئے۔

انشاء اللہ تعالیٰ انگلش اور بعض دوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

محتاج دعا

محمد اسلم شیخوپوری

فہرست پارہ ۱

پارہ ۱

[ترتیبی نمبر ۱] سورۃ الفاتحہ [نزولی نمبر ۵]

پہلا پارہ:

پہلا پارہ سورۂ فاتحہ مکمل اور سورہ بقرہ کے کچھ حصہ پر مشتمل ہے۔

مکی سورت:

اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ سورۃ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی۔

نزول:

اور اس پر بھی کہ یہ بالکل ابتدائی مکی دور میں نازل ہوئی۔

وجہ تسمیہ:

جب قرآن مجید کھولا جاتا ہے تو سب سے پہلے یہی سورت نظر آتی ہے تو گویا سورہ فاتحہ قرآن کو کھولنے والی ہے۔ اسی نسبت سے اسے سورۂ فاتحہ کہتے ہیں۔

آیات:

یہ سورۃ سات آیات پر مشتمل ہے۔

ام القرآن:

مختصر ہونے کے باوجود اس میں کتاب مقدس کے اساسی مقاصد اجمالی طور پر آگئے ہیں۔ اسی لیے اسے ام القرآن کہا جاتا ہے۔

اساس القرآن:

اور اساس القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی قرآن کی بنیاد۔

فاتحہ کی حیثیت:

۱ اس سورۃ کی حیثیت قرآن کے دیباچہ کی بھی ہے۔

۲ اور قرآن کے خلاصہ کی بھی ہے کیونکہ قرآن کریم کی تمام تعلیمات کا خلاصہ اس میں اختصار کے ساتھ آ گیا ہے۔

بنیادی مضامین:

قرآن کریم کے بنیادی مضامین تین ہیں:

① توحید ② رسالت ③ قیامت

توحید:

اس سورۃ کی ابتدائی دو آیتوں اور چوتھی آیت میں توحید کا مضمون ہے۔

قیامت:

تیسری آیت میں قیامت کا ذکر ہے۔

رسالت:

پانچویں اور چھٹی آیت میں نبوت اور رسالت کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ کے اسماء وصفات:

یونہی اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات مذکور ہیں۔

دعا کا حکم:

اسی کی عبادت اسی سے استعانت اور استقامت وہدایت کی دعا کا حکم ہے۔

۱ تذکرہ:

ایک طرف انبیاء اور صلحاء کا تذکرہ ہے۔

۲ بچنے کی تلقین:

تو دوسری طرف ان قوموں کی روش سے بچنے کی تلقین ہے۔ جو اپنی علمی اور عملی

کج روی کی وجہ سے اللہ کے غضب اور عذاب کی مستحق ہو گئیں۔

دعویٰ:

یہ دعویٰ بلا خوف تردید کیا جا سکتا ہے کہ:

① سورہ فاتحہ ایک بے مثال دعا'
② معارف کا بیش بہا خزانہ'
③ اور قرآنی علوم کا ایسا شفاف آئینہ ہے کہ جس میں ایک سو تیرہ سورتوں کی جھلک ہم مختصر وقت میں دیکھ سکتے ہیں۔

حکمت:

شاید یہ جھلک بار بار دکھانے کے لیے ہی ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

[ترتیبی نمبر۲] سورۃ البقرہ [نزولی نمبر۸۷]

مدنی سورۃ: سورۃ بقرہ کا اکثر حصہ ہجرت مدینہ کے بعد بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوا۔

آیات: سورہ بقرہ قرآن کریم کی سب سے طویل سورت ہے جو کہ دو سو چھیاسی (۲۸۶) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ:

① عربی زبان میں بقرہ گائے کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس سورۃ میں بقرہ کا لفظ بھی آیا ہے۔ اور
② گائے ذبح کرنے کا واقعہ بھی مذکور ہے۔ دیکھیے آیات نمبر ۶۷ تا ۷۳ اس لیے

اسے ''سورۃ البقرہ'' کہا جاتا ہے۔

گائے کے ذبح کا واقعہ:

بنی اسرائیل کے ایک مالدار شخص کو اس کے بھتیجے نے مال وراثت ہتھیانے کی غرض سے قتل کردیا۔ پھر رات کی تاریکی میں نعش اٹھا کر کسی دوسرے کے دروازے پر ڈال دی اور اس پر قتل کا دعویٰ کردیا۔ قریب تھا کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ کے خاندان ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھالیتے۔

◆ ۱ قاتل:

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے انہیں گائے ذبح کرنے اور اس کے گوشت کا کچھ حصہ اس مقتول کے جسم کے ساتھ لگانے کا حکم دیا۔ ایسا کرنے سے مقتول زندہ ہوکر اٹھ بیٹھا اور اس نے اپنے قاتل کی نشاندہی کردی۔

◆ ۲ بعث بعد الموت:

اتفاق سے انہی دنوں بنی اسرائیل کا ایک گروہ مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار بھی کر رہا تھا۔ مقتول کے زندہ ہونے سے نہ صرف یہ کہ قاتل کی نشاندہی ہوگئی۔ بلکہ ''بعث بعد الموت'' پر ایک حجت بھی قائم ہوگئی۔

◆ ۳ گائے کی عقیدت کا رد:

علاوہ ازیں مصریوں کے ساتھ طویل عرصہ تک رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کے دل میں گائے کی جو عقیدت و محبت رچ بس گئی تھی۔ گائے ذبح کرنے کا حکم دے کر اس کی تردید اور توہین بھی کردی گئی۔

گائے ذبح کرنے کے حکم کی حکمتیں:

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تین حکمتیں تھیں:

۱ قاتل کی نشاندہی۔

۴ عقیدۂ بعث بعد الموت پر حجت۔

۵ گائے کی محبت وعقیدت کی تردید۔

اس واقعہ کے علاوہ پہلے پارہ میں جو اہم مضامین بیان ہوئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱ دائمی علمی معجزہ:

اس سورت کی ابتداء رسول اللہ ﷺ کے دائمی معجزہ ''قرآن کریم'' کے ذکر سے ہوئی ہے یوں تو آپ ﷺ کو متعدد حسی اور مادی معجزات بھی عطا کیے گئے۔ لیکن قرآن آپ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ علمی تھا۔

حروف مقطعات کی حکمت:

۱ اس سورہ کی ابتداء حروف مقطعات میں سے ''الم'' کے ساتھ ہوئی ہے۔ ابتداء کا یہ انداز عربوں کے لیے غیر مانوس تھا۔ اس انداز نے ان کی توجہات اپنی طرف مبذول کرلیں اور وہ توجہ سے بات سننے پر مجبور ہو گئے۔

۲ قرآن کریم کی جن سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوا ہے۔ وہاں قرآن کریم کی عظمت وصداقت اور اعجاز وحقانیت کا تذکرہ بھی ہوا ہے۔

۳ جس کی وجہ سے علماء کی ایک بڑی جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ حروف لاکر حقیقت میں قرآن کو انسانی کاوش قرار دینے والوں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر واقعی قرآن محمد ﷺ کا خود ساختہ کلام ہے تو تم بھی ان حروف سے جنہیں تم شب وروز استعمال کرتے ہو۔ ایسا ہی کلام بنالو تمہیں اپنی فصاحت و بلاغت اور زبان دانی پر بڑا ناز ہے جس کی وجہ سے تم اپنے مقابلے میں سارے انسانوں کو عجم (گونگے) کہتے ہو۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ نہ کل کے کافروں نے اس چیلنج کو قبول کیا نہ آج کوئی قبول کرنے والا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی اسے قبول کرسکے گا۔

﴿۲﴾ انسانوں کی تین اقسام:

[۱] مومن [۲] کافر [۳] منافق

مومنوں کی نمایاں صفات پانچ ہیں۔

﴿۱﴾ ایمان بالغیب:

یعنی ان حقائق پر ایمان جن کا حواس سے ادراک نہیں کیا جاسکتا ہے۔

[۱] جنت [۲] دوزخ [۳] حشر نشر [۴] حساب [۵] جزاء وغیرہ۔

﴿۲﴾ اقامت صلوٰۃ:

یعنی نماز کو شروط و آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے مستقل اداء کرتے رہنا۔

﴿۳﴾ اداءِ زکوٰۃ:

قرآن کریم میں عام طور پر نماز اور زکوٰۃ کا اکٹھے ہی ذکر آیا ہے۔

نماز اللہ کا حق ہے اور زکوٰۃ بندوں کا حق ہے۔

انسان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ دونوں قسم کے حقوق ادا نہ کرے۔

﴿۴﴾ آسمانی کتابوں پر ایمان:

ان تمام آسمانی کتابوں پر ایمان جو مختلف زمانوں میں انبیاء و رسل پر نازل کی گئیں۔

﴿۵﴾ آخرت کی تصدیق:

آخرت کی ایسی تصدیق جس میں شک کی کوئی ملاوٹ نہ ہو۔

اہل ایمان کا تذکرہ:

یہاں قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا تذکرہ چار آیات میں فرمایا ہے:

کفار کا تذکرہ:

کفار کا دو آیات میں۔

منافقین کا تذکرہ:

اور منافقوں کا تیرہ آیات میں فرمایا ہے۔

منافقوں کے اوصاف:

ان تیرہ آیات میں منافقوں کے بارہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان اوصاف بد سے اپنا دامن بچا کر رکھیں یہ اوصاف اور علامات درج ذیل ہیں:

❶ جھوٹ ❷ دھوکا ❸ عدم شعور ❹ قلبی بیماریاں (حسد، تکبر اور حرص وغیرہ) ❺ مکر و فریب ❻ سفاہت ❼ احکام الٰہی کا استہزاء ❽ زمین میں فتنہ و فساد ❾ جہالت ❿ ضلالت ⓫ تذبذب ⓬ اہل ایمان کا تمسخر۔

آدم و ابلیس کا قصہ:

حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا قصہ جو ابلیس لعین کے ساتھ پیش آیا۔ حقیقت میں یہ ساری انسانیت اور اس دنیا کی ابتداء سے انتہاء تک کا قصہ ہے۔ یہ قصہ حق اور باطل، خیر اور شر کے درمیان دائمی کشمکش کی نشاندہی کرتا ہے۔

آدم کی خلافت:

یہ قصہ حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت شان بتاتا ہے۔ انہیں ارضی خلافت عطا کی گئی۔ ایسے علم سے نوازا گیا۔ جو فرشتوں کے پاس نہیں تھا۔ ملائکہ کو ان کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا گیا۔ منصب خلافت پر فائز ہونے کی وجہ سے بنو آدم اس امر کے پابند ہیں کہ وہ زمین پر اللہ کے حکموں کو نافذ کریں اور دنیا کا نظام ویسے چلائیں جیسے اللہ چاہتا ہے۔

۴ تذکرۂ یہود:

یوں تو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے۔ لیکن ان کے بارے میں سب سے زیادہ تفصیلی بحث سورہ بقرہ کرتی ہے۔ پہلا پارہ تقریباً پورا ہی ان کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

انعاماتِ خداوندی:

اس تذکرہ میں سب سے پہلے تو یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بے شمار ظاہری اور باطنی' دینی اور دنیاوی نعمتیں عطا فرمائیں۔ مثلاً:

۱ ان کے اندر کثرت سے انبیاء علیہم السلام پیدا فرمائے۔
۲ انہیں دنیاوی خوشحالی عطاء کی۔
۳ عقیدۂ توحید اور ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔
۴ فرعون کے مظالم سے نجات دی۔
۵ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں مصر سے ہجرت کی اور فرعون نے ان کا تعاقب کیا تو سمندر میں ان کے لیے راستے بنا دیے۔
۶ ان پر ظلم و ستم ڈھانے والے کو ان کی نظروں کے سامنے بمع لاؤ لشکر غرقاب کر دیا۔
۷ صحرائے سینا میں وہ بے سروسامانی کے عالم میں تھے ان کے کھانے کے لیے من وسلویٰ آسمان سے اتارا۔
۸ سایہ کے لیے ٹھنڈے بادلوں کا انتظام فرما دیا۔
۹ اور پینے کے لیے پانی کی تلاش ہوئی تو پتھر سے بارہ چشمے جاری فرما دیے۔

کفرانِ نعمت:

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا اور بتدریج کفرانِ نعمت کی بیماری میں مبتلا ہو گئے:

① چنانچہ انہوں نے حق کو چھپایا۔
② خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔
③ بچھڑے کو معبود بنالیا۔
④ دشت سینا میں بے صبری اور حرص و طمع کا مظاہرہ کیا۔
⑤ اریحاء شہر میں متکبرانہ انداز میں داخل ہوئے جبکہ انہیں عاجزی کے ساتھ داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔
⑥ انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کیا۔
⑦ بار بار بدعہدی کے مرتکب ہوئے۔
⑧ ان کے دل سخت ہوگئے تھے۔
⑨ انہوں نے کلام اللہ میں لفظی اور معنوی تحریف کی۔
⑩ شریعت کے بعض احکام پر وہ ایمان لائے اور بعض کا انکار کرتے رہے۔
⑪ وہ بغض اور حسد کی بیماری میں مبتلا ہوگئے۔
⑫ انہیں مادی زندگی سے مبالغے کی حد تک محبت تھی۔
⑬ مقرب فرشتوں سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔
⑭ سحر و کہانت میں بے حد دلچسپی رکھتے تھے۔
⑮ ان کے ہاں ایسے عملیات کو قبول عام حاصل تھا جن کے ذریعے میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کر کے عشق پُر از فسق کی راہ ہموار کی جائے۔
⑯ بدعملی کے باوجود جنت کے واحد ٹھیکیدار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ وہ بڑے وثوق سے کہتے تھے کہ جنت میں صرف وہی جاسکتا ہے جو یہودی ہو۔
⑰ اور یہی دعویٰ نصاریٰ بھی کرتے تھے۔
⑱ اس کے ساتھ دونوں یہ دعویٰ بھی کرتے تھے کہ صرف ہم ہی حق پر ہیں اور ہمارے مخالف فرقہ کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

عبرت:

(سوچنے اور عبرت ونصیحت کی بات یہ ہے کہ کہیں ان خرابیوں میں سے کوئی خرابی ہم مسلمانوں میں تو نہیں پائی جاتی)۔

⑤ ابراہیم:

یہود پر انعامات اور ان کے کفران نعمت اور جرائم کی تفصیل کے بعد تذکرہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جن کی عظمت شان کو یہود اور نصاریٰ دونوں تسلیم کرتے تھے اور فخریہ طور پر ان کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے۔

اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضرور کرتے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعاؤں ہی کا ثمر تھے۔

آزمائشوں پر ثابت قدمی:

یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مختلف ابتلاؤں اور آزمائشوں میں ڈالا۔ لیکن وہ ہر آزمائش سے سرخرو ہو کر نکلے:

① والد کی بت پرستی سے بیزاری کا معاملہ ہو۔
② قوم سے ٹکراؤ کا۔
③ نمرود سے بحث مباحثہ کا مرحلہ ہو۔
④ آگ میں ڈالے جانے کا۔
⑤ اور وطن سے ہجرت کا۔
⑥ بیوی اور بچے کو بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑنے کا حکم ہو۔
⑦ یا لخت جگر کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کا۔

اللہ کے خلیل علیہ السلام ہر مقام پر ثابت قدم رہے اور ان کے قدموں میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی۔

دعاؤں کا ثمر:

اسی ثابت قدمی کی برکت تھی کہ ان کی دعائیں قبول ہوئیں:

- مکہ پر امن شہر بنا۔
- وہاں کے رہنے والوں کو پھلوں کا رزق میسر آیا۔
- اور سب سے بڑی دعا جو قبول ہوئی وہ یہ کہ اللہ نے قریش کی نسل سے خاتم النبیین ﷺ کو پیدا فرمایا۔

ملت ابراہیمی سے اعراض:

حضرت خلیل علیہ السلام کے مآثر اور مفاخر بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ملت ابراہیمی سے وہی شخص اعراض کرسکتا ہے۔ جو شقی، احمق اور خواہشات کا غلام ہو۔ یہود و نصاریٰ واقعی ایسے ہی تھے۔

وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنی نسبت تو کرتے تھے۔ مگر ان کا زعم باطل یہ تھا کہ نجات حنفیت کی اتباع میں نہیں ہے بلکہ یہودیت اور نصرانیت کی اتباع میں ہے۔

حنفیت کی دعوت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ انہیں حنفیت یعنی دین اسلام کی طرف دعوت دیں۔ جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ اگر وہ آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرلیں تو ہدایت پاجائیں گے اور اگر قبول نہ کریں تو ان کا انکار اور گمراہی کسی دلیل کی بناء پر نہیں ہوگی بلکہ ضد اور عناد کی بناء پر ہوگی۔

ضد اور مخالفت ان کی عادت:

تو آپ ﷺ انہیں عناد کی گندگی میں پڑا رہنے دیں۔ اللہ ان سے نمٹ لے گا۔

ارشاد ہوتا ہے:

”اگر یہ یہود و نصاریٰ اس طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے

ہوتو یہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ منہ موڑے رہیں تو اس پر تعجب نہ کرو کیونکہ ضد اور مخالفت ان کی عادت ہے۔ اگر انہوں نے شرارت کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب نمٹ لے گا۔ وہ بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا ہے''۔ (بقرہ:۱۳۷)

❀......❀......❀

فہرست پارہ ۲

پارہ ۲

تحویل قبلہ:

دوسرے پارہ کی ابتداء ہوتی ہے تحویل قبلہ کے ذکر سے۔ اصل میں مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد نبی کریم ﷺ تقریباً سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے۔ لیکن آپ ﷺ کی دلی آرزو یہ تھی کہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دیا جائے۔ جو کہ ملت ابراہیمی کا ایک حسی اور ظاہری شعار تھا۔ آپ ﷺ کی قدیمی آرزو کی تکمیل یوں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کا حکم نازل فرمادیا۔

بے بنیاد اعتراضات:

تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد یوں تو مشرکوں اور منافقوں نے بھی بے بنیاد اعتراضات اٹھائے۔ لیکن اس معاملے میں یہود پیش پیش تھے۔ وہ بظاہر بڑے تعجب سے لیکن حقیقت میں عناد کی بناء پر کہتے تھے:

"انہیں کس چیز نے اس قبلہ سے پھیر دیا۔ جس کی طرف رخ کرکے یہ پہلے عبادت کیا کرتے تھے۔"

جہات اللہ کی ملکیت:

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا:

"آپ (ﷺ) فرمادیجیے کہ ساری سمتیں خواہ مشرق ہو یا مغرب اللہ ہی کی ہیں۔"

پس اسے اختیار ہے جس سمت کو چاہے قبلہ مقرر فرمادے گویا یوں کہا گیا کہ ساری جہات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ کسی بھی جہت کو دوسری جہت پر اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی جہت خود قبلہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے بلکہ وہ اللہ کے حکم سے قبلہ بنتی ہے۔ لہٰذا تحویل قبلہ کے بارے میں ان کے اعتراضات

کی کوئی حقیقت نہیں۔

اللہ کی طرف توجہ:

یوں بھی اصل اہمیت کسی جہت کی طرف توجہ کو نہیں۔ بلکہ اصل اہمیت اللہ کی طرف توجہ کو حاصل ہے۔

حضور کا حسنِ ادب:

ان آیات کے مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا حسن ادب بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ شدت اشتیاق اور انتظار وحی میں بار بار آسمان کی طرف اپنی مبارک نگاہیں اٹھاتے تو تھے مگر تحویل قبلہ کا سوال نہیں کرتے تھے کہ شاید اللہ جل شانہ کا فیصلہ اور اس کی رضا عدم تحویل ہی میں ہو۔

نعمت عظمیٰ:

شاید اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کا حکم دینے کے فوراً بعد اہل ایمان پر اس نعمت عظمیٰ کا ذکر فرمایا ہے۔ جو انہیں سراج منیر اور بشیر و نذیر حضرت محمد ﷺ کی صورت میں عطا ہوئی۔

احسانِ عظیم:

① مستقل قبلہ کا تعین بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔

② اور ہدایت کے لیے عظیم الشان رسول کی بعثت بھی بے مثال احسان ہے۔ (بقرہ:۱۵۱)

پوری زندگی کا رخ:

تحویل قبلہ کی بحث کو سمیٹتے ہوئے آخری اور فیصلہ کن بات جو ارشاد فرمائی گئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حقیقی نیکی کا معیار مشرق و مغرب کی طرف رخ کرنا نہیں بلکہ حقیقی نیکی کا معیار یہ ہے:

① کہ عقائد' اعمال' معاملات' اور اخلاق سب کا رخ صحیح ہو۔

② اللہ کو راضی کرنے کے لیے صرف چہرے کا رخ ہی نہیں بلکہ دل اور پوری زندگی کا رخ بھی بدلنا ہوگا۔

اصل نیکی:

[۱] جو اللہ پر [۲] آخرت کے دن پر [۳] فرشتوں پر [۴] آسمانی کتابوں پر [۵] اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں [۶] اپنے قرابت داروں [۷] یتیموں [۸] مسکینوں [۹] اور سوال کرنے والوں کی مالی مدد کرتے ہیں [۱۰] قیدیوں [۱۱] اور غلاموں کو آزاد کرواتے ہیں [۱۲] نماز قائم کرتے ہیں [۱۳] زکوٰۃ ادا کرتے ہیں [۱۴] جب وعدہ کرتے ہیں تو پورا کرتے ہیں [۱۵] تنگی اور تکلیف میں صبر کرتے ہیں [۱۶] پوری زندگی کا رخ صحیح کرتے ہیں۔

دین اسلام مذہبی رسوم کا نام نہیں:

اس آیت کو علماء کرام نے بڑی اہمیت دی ہے۔ اس سے کم و بیش سولہ قواعد اخذ کیے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام محض چند ایسی مذہبی رسوم کا نام نہیں ہے جنہیں عبادت خانے اور خانقاہ میں ادا کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس دین کا تعلق زندگی کے ہر شعبے سے ہے۔ یہ ہر جگہ انسان کے ساتھ رہتا ہے:

[۱] گھر میں بھی [۲] اور بازار میں بھی [۳] مسجد میں بھی [۴] اور مدرسہ میں بھی [۵] سیاست و حکومت میں بھی [۶] اور تجارت و معاشرت میں بھی۔ یہ مسلمان کی ہر جگہ نگرانی کرتا ہے اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہر قدم اسے دیکھ کر اٹھائے۔

آیت بر:

اس آیت کریمہ کو "آیت بر" کہا جاتا ہے۔

ابواب بر:

اور اس کے بعد جو احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں انہیں ابواب بر کہا گیا ہے۔

گویا پہلے اجمالی طور پر نیکی کے اصول بتانے کے بعد آگے ان کی جزوی تفصیلات اور احکام ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ احکام مسلمان کی معاشی' معاشرتی' تجارتی' ازدواجی اور جہادی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں' یہ احکام ہم اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

(ان میں سے دو حکم ایسے ہیں جو آیت بر سے پہلے ذکر ہو چکے ہیں)۔

① صفا' مروہ:

چونکہ زمانہ جاہلیت میں صفا مروہ پر دو بت رکھے ہوئے تھے۔ جن کی مشرکین عبادت کرتے تھے۔ اس لیے قبول اسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صفا مروہ کا طواف کرنے سے بچتے تھے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں (۱۵۸)۔

② حرام اشیاء:

مشرکین از خود بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام ٹھہرا لیتے تھے۔ ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: ''(حرام وہ چیزیں نہیں جنہیں تم حرام کہتے ہو) بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف ان چیزوں کو حرام کیا ہے:

◆۱ مردار' ◆۲ بہتا ہوا خون ◆۳ خنزیر کا گوشت' ◆۴ اور ہر ایسا جانور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

استثنیٰ:

البتہ جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر ان میں سے کوئی چیز کھالے تو اسے کچھ بھی گناہ نہیں ہوگا۔

شرط: لیکن شرط یہ ہے کہ کھانے سے مقصد حصول لذت نہ ہو اور نہ ہی قدر ضرورت سے تجاوز کرے' واقعی اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔'' (۱۷۳)

③ قصاص میں زندگی:

شریعت اسلامیہ کی بنیاد عدل پر ہے۔ اسی لیے مسلمانوں پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔ یعنی مقتول کے بدلے قاتل کو بھی قتل کیا جائے گا۔ چاہے مقتول اور قاتل کے درمیان سماجی، خاندانی، مالی اور جسمانی اعتبار سے کتنا ہی تفاوت کیوں نہ ہو۔

قصاص میں زندگی ہے۔ قاتل کی بھی اور مقتول کی بھی۔ جب قاتل کو اپنے جرم کی سزا ملنے کا یقین ہوگا تو وہ شدت غضب کے باوجود اپنا ہاتھ قتل سے روک لے گا۔ اس کے رک جانے سے مقتول اور قاتل دونوں بلکہ ان کا خاندان بھی قتل و قتال سے بچ جائے گا۔

عدل:

اسلام نے قتل کی سزا میں رحمت اور عدل دونوں چیزوں کو جمع کر دیا ہے۔
مقتول کے اولیاء اور ورثاء اگر قصاص کا مطالبہ کریں تو یہ عدل ہوگا۔

رحمت:

1. اور اگر معاف کر دیں۔ یا
2. دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو فضل و احسان اور رحمت ہوگی۔ (۱۷۸، ۱۷۹)

④ وصیت:

ایسا صاحب مال جسے اپنی موت قریب آ جانے کا احساس ہو جائے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے مال کے بارے میں وصیت کر جائے۔ (۱۸۰)

⑤ روزہ کا مقصد:

ہر عاقل بالغ مسلمان پر روزے فرض ہیں۔ روزے اگر واقعی تمام آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے رکھے جائیں تو انسان میں تقویٰ پیدا کرنے کے ساتھ انسانی احساسات کو بھی بیدار کرتے ہیں۔

فضیلت رمضان:

جس مہینے میں روزے فرض کیے گئے ہیں۔ اسے یہ خصوصیت اور فضیلت بھی حاصل ہے کہ اس میں قرآن جیسی عظیم الشان کتاب نازل ہوئی۔ مسافروں اور بیماروں کو روزہ چھوڑنے اور قضا کرنے کی اجازت ہے۔ (۱۸۳۔۱۸۵)

⑥ رمضان اور مباشرت:

① رمضان کی راتوں میں بیوی کے ساتھ جماع جائز ہے۔ دن میں نہیں۔
② لیکن اعتکاف کی حالت میں نہ رات کو جائز ہے اور نہ دن میں۔ (۱۸۶،۱۸۷)

⑦ ناجائز کمائی:

کسی بھی باطل اور ناجائز طریقے سے مال کمانا جائز نہیں۔ خواہ وہ جوا ہو یا چوری، ڈاکہ، غصب، رشوت اور سودی کاروبار ہو یا خرید و فروخت کے ناجائز طریقے۔ (۱۸۸)

⑧ قمری تاریخ:

قمری تاریخوں کا استعمال فرض کفایہ بھی ہے اور اسلامی شعار بھی۔ کئی عبادات کا مدار اس کی معرفت پر ہے۔ (۱۸۹)

⑨ جہاد وقتال:

مسلمانوں پر جہاد وقتال فرض ہے۔ جہاد کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ چونکہ حق اور باطل، خیر اور شر کے درمیان ٹکراؤ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ اس لیے جہاد بھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ جہاد کے لیے ہمیشہ مستعد رہیں اور دشمن کے سامنے کمزوری ظاہر نہ کریں۔ ورنہ جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات کے سوا کچھ نہیں۔ (۱۹۰۔۱۹۵)

⑩ حج:

اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن حج بھی ہے۔

حج کا مقصد:

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ پوری دنیا سے مسلمان سال میں ایک بار مساوات کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے بلد حرام میں جمع ہوں اور وہاں اس کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق حج کے مناسک اور اعمال ادا کریں۔

احرام:

حج کا احرام چند مخصوص مہینوں میں باندھا جاتا ہے۔

عمرہ:

البتہ عمرہ پورے سال میں کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔

حج میں خرید وفروخت:

حج کے دنوں میں تجارت اور خرید وفروخت جائز ہے۔

بدعات حج:

زمانہ جاہلیت میں مشرکوں نے بہت ساری رسوم اور بدعات کا اضافہ کرلیا تھا۔

بدعت ①:

جن میں سے ایک یہ تھی کہ قریش مزدلفہ میں ہی ٹھہر جاتے اور میدان عرفات میں جانا اپنی توہین سمجھتے تھے۔

حکم:

انہیں حکم دیا گیا کہ وہ بھی عام لوگوں کی طرح عرفات جاکر واپس آئیں اور اپنے لیے کوئی الگ تشخص ثابت نہ کریں۔

بدعت ①:

یونہی مشرکین منیٰ میں جمع ہوکر آباء واجداد کے مفاخر بیان کیا کرتے تھے۔

حکم:

انہیں کہا گیا کہ وہ آباء کی بجائے اللہ کا ذکر کریں۔ (۱۹۶۔۲۰۰)

⑪ انفاق فی سبیل اللہ:

اس ضمن میں بتایا گیا ہے کہ اہمیت اس بات کو حاصل نہیں کہ کیا خرچ کیا جاتا ہے اصل اہمیت اس امر کو حاصل ہے:

1. کہ کہاں خرچ کیا جاتا ہے۔
2. اور کس نیت سے خرچ کیا جاتا ہے۔
3. لہٰذا اللہ کے دیے ہوئے جان و مال کو صحیح مصرف پر خرچ کرنا ضروری ہے۔ (۲۱۵)

⑫ مرتد کی سزا:

① جو شخص مرتد ہو جائے (یعنی دین اسلام سے پھر جائے) اس کے سارے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔

② اور وہ جہنم کا حق دار ہو جاتا ہے۔

③ اور دنیا میں اس کی سزا یہ ہے کہ اگر وہ سمجھانے کے باوجود باز نہ آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ (۲۱۷)

⑬ شراب اور جوا:

شراب اور جوا میں اگرچہ ظاہری اور مادی منافع ہیں۔ لیکن ان میں جسمانی، عقلی، مالی، اخلاقی اور معاشرتی اعتبار سے جو نقصانات ہیں، وہ منافع کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔

ام الخبائث:

رسول کریم ﷺ نے شراب کو "ام الخبائث" یعنی خباثتوں اور گناہوں کی جڑ قرار

دیا ہے۔(۲۱۹)

۱۴ ازدواجی زندگی:

بعض اجتماعی بیماریوں کی نشان دہی کے بعد خاندانی مسائل بیان کیے جا رہے ہیں کیونکہ خاندان ہی ایک اچھے معاشرہ کی بنیاد بنتا ہے' ان مسائل کی ابتداء ازدواجی تعلقات سے کی جارہی ہے اس سلسلہ میں پہلا حکم یہ دیا گیا ہے۔

نکاح:

۱ مشرک مرد وعورت سے:

مشرک مردوں اور عورتوں سے کسی صورت بھی نکاح جائز نہیں۔(۲۲۱)

۲ کتابی عورت سے:

البتہ اہل کتاب عورت سے مسلمان مرد کا نکاح ہوسکتا ہے۔

۳ مسلمان عورت سے:

مگر بہتر یہی ہے کہ کتابیہ کے ساتھ نکاح کی بجائے کسی مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کیا جائے۔

ازدواجی رشتہ کی بنیاد:

حکم قرآنی سے یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام میں ازدواجی رشتہ کی بنیاد خلق اور دین پر ہے۔حسب نسب یا غناء اور حسن و جمال پر نہیں کیونکہ یہ عارضی چیزیں ہیں۔نہ ہی یہ حقیقی سکون اور راحت کی ضامن ہیں اور نہ ہی سعادت کا سبب بنتی ہیں۔

قیمتی خزانہ:

البتہ ازدواجی زندگی کے سفر میں نیک اور خوف خدا رکھنے والا ساتھی سفر کے بہت سارے مراحل کو آسان کر دیتا ہے۔اسی لیے ہمارے آقا ﷺ نے نیک خاتون کو قیمتی خزانہ سے تعبیر کیا ہے۔(ترمذی)

۱۵ حالت حیض اور جماع:

۱ جائز نہیں:

حالت حیض میں بیوی کے ساتھ جماع (مباشرت) جائز نہیں۔ کیونکہ حیض کے خون میں ایسی نجاست اور ایسے جراثیم پوشیدہ ہوتے ہیں جن کی وجہ سے میاں اور بیوی دونوں کی صحت خطرہ میں پڑ سکتی ہے۔

۲ جائز ہے:

البتہ آپس میں بوس و کنار اٹھنے بیٹھنے اور اکٹھے کھانے پینے کی اجازت ہے۔

۳ اجازت نہیں:

جبکہ یہودی اس کی بھی اجازت نہیں دیتے تھے۔

۴ کوئی برائی نہیں:

اور نصاریٰ (حالت حیض میں) جماع کرنا بھی برا نہیں سمجھتے تھے۔

اعتدال:

گویا کہ اسلام نے دوسرے بہت سارے معاملات کی طرح حیض کے معاملہ میں بھی افراط و تفریط کی بجائے اعتدال کی راہ اختیار کی ہے۔ (۲۲۲، ۲۲۳)

۱۶ قسم:

اگر کسی نے قسم کھالی کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا تو:

۱ خود بخود طلاق:

تو چار ماہ گزرنے پر خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی۔

۲ رجوع اور کفارہ:

البتہ اگر اس نے رجوع کر لیا تو نکاح باقی رہے گا لیکن قسم کا کفارہ اس پر لازم

ہوگا۔

﴿۱۷﴾ طلاق:

سورۂ بقرہ میں جتنی تفصیل کے ساتھ طلاق، عدت اور رضاعت کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ اتنی تفصیل کے ساتھ کسی دوسری سورت میں بیان نہیں کیے گئے۔

طلاق کی اجازت:

اس سلسلہ میں یہ جان لینا ضروری ہے کہ اللہ کی نظر میں طلاق کے قابل نفرت ہونے کے باوجود مخصوص حالات اور مجبوریوں کی بناء پر طلاق کی اجازت دی گئی ہے۔

وجوہات طلاق:

کیونکہ بعض اوقات میاں بیوی میں سے کوئی ایک ایسا ہوتا ہے جو اپنی بداخلاقی، بدکرداری اور باغیانہ رویہ کی وجہ سے گھر کو جہنم بنا دیتا ہے جہاں سکون نام کو نہیں ہوتا۔

ایسی صورت میں طلاق کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہتا۔ اسلام نے طلاق کی اجازت دینے کے ساتھ اس میں بہت ساری اصلاحات بھی کی ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں طلاق:

① زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد مقرر نہیں تھی۔

② سوسو طلاقیں دے کر بھی رجوع کرلیا کرتے تھے۔

اسلام میں طلاق:

اسلام تین سے زائد طلاق کی اجازت نہیں دیتا۔

① ایک طلاق: ایک طلاق کے بعد رجوع کیا جاسکتا ہے۔

② دو طلاق: دو طلاقوں کے بعد بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔

③ تین طلاق: مگر تیسری طلاق کے بعد رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

(۲۲۹)

⟨۱۸⟩ مہر:

شوہر نے مہر کی صورت میں بیوی کو جو کچھ دیا ہو اسے واپس لینے کی اجازت نہیں۔

خلع:

البتہ خلع کی صورت میں اجازت ہے۔

خلع یہ ہے کہ عورت اس شرط پر پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ واپس دینے کے لیے آمادہ ہو کہ اسے طلاق دے دی جائے۔

طرفین کی رضا مندی:

خلع کے لیے زوجین (میاں اور بیوی) کی رضا مندی ضروری ہے۔ (۲۳۰)

⟨۱۹⟩ حلالہ:

۱ اگر طلاق یافتہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلے۔
۲ مگر کسی وجہ سے اس کے ساتھ بھی نباہ نہ ہو سکے۔
۳ تو وہ اس سے طلاق لینے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے اسے حلالہ کہا جاتا ہے۔

لعنت:

آج کل حلالہ کے نام پر جو ڈرامہ کیا جاتا ہے۔ اس کے کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر حدیث میں لعنت کی گئی ہے۔

⟨۲۰⟩ رجوع:

طلاق کے بعد عورت کو محض اذیت سے دوچار کرنے کے لیے رجوع کرنا جائز نہیں۔ (۲۳۱)

⟨۲۱⟩ رضاعت:

چونکہ اسلام عدل اور احسان کا دین ہے۔ جو کسی پر بھی ظلم کی اجازت نہیں دیتا۔

خواہ بچہ ہو یا بڑا' مرد ہو یا عورت۔

شیر خوار بچہ کے حقوق:

اس لیے اسلام نے دودھ پیتے بچوں کے حقوق بھی بیان کیے ہیں۔

ماں کے دودھ کا نعم البدل:

آج تو پوری دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ ماں کے دودھ کا کوئی نعم البدل نہیں مگر اسلام نے اس وقت ماؤں کو اپنے بچوں کو دودھ پلانے کا حکم دیا تھا۔ جب پوری دنیا جہالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اور ماں کے دودھ کی افادیت کسی کو معلوم نہ تھی۔

جدائی کی صورت میں ماں کا حق:

اگر بالفرض میاں بیوی میں جدائی واقع ہو جائے تو بھی دودھ پیتے بچے کی پرورش اور اسے دودھ پلانے کا زیادہ حق ماں ہی کو حاصل ہے۔

طلاق اور جدائی کی سزا اس معصوم کو دینا جائز نہیں۔ (۲۳۳)

﴿۲۲﴾ عدت:

طلاق ہو جائے یا شوہر کی وفات کا سانحہ پیش آ جائے۔ دونوں صورتوں میں عورت پر عدت لازم ہے۔

۱ عدت طلاق: طلاق کی صورت میں عدت کی مدت تین حیض ہے۔

۲ عدت وفات: جبکہ شوہر کی وفات کی صورت میں عدت کی مدت چار ماہ اور دس دن ہے۔ (۲۲۸۔۲۳۴)

﴿۲۳﴾ زمانہ عدت میں پیغام نکاح:

جو عورت زمانہ عدت میں ہو۔ اس سے نکاح کے بارے میں عہد و پیمان لینا منع ہے۔ البتہ دل میں خواہش رکھنے اور اشارہ کنایہ میں اپنی خواہش کے اظہار کی اجازت

ہے۔(۲۳۵)

۴۴ جہاد:

خاندان اور معاشرہ کی اصلاح اپنی جگہ بے حد اہمیت رکھتی ہے۔لیکن اس کے لیے حق اور حق کے انصار و اعوان کی بقا ضروری ہے۔ جہاد کا مقصد حق اور حق کے علم برداروں کی بقا ہے۔اس لیے قرآن کریم میں جہاد پر بڑا زور دیا گیا۔

جہاد سے فرار:

موت کے ڈر سے جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے والوں کی شدید مذمت کی گئی ہے۔بعض مقامات پر اس حوالے سے امم سابقہ کے قصے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ یہاں دوسرے پارہ کے اختتام پر بھی دو قصے مذکور ہیں۔

طاعون:

پہلا قصہ ایسی قوم کا ہے جو طاعون کی بیماری پھیل جانے کے بعد موت کے ڈر سے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔

تدبیر اور تقدیر:

لیکن یہ فرار انہیں موت سے نہ بچا سکا۔اس قصہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی تدبیر انسان کو تقدیر سے نہیں بچا سکتی۔

جہادی صفات:

دوسرا قصہ بنی اسرائیل اور حضرت طالوت کا ہے۔جن کی قیادت میں جہادی صفات سے مالا مال تھوڑے سے لشکر نے اپنے سے کئی گنا بڑے لشکر کو شکست دے دی۔
یہ قصہ ایسا تھا کہ خود بنی اسرائیل کے بھی صرف خواص ہی کے علم میں تھا۔عوام اس سے بے خبر تھے۔

بھولی بسری داستان کا بیان:

نبی امی ﷺ کی زبان اقدس سے تاریخ کی اس بھولی بسری داستان کا بیان

ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا رابطہ اس ذات سے ہے۔ جس کی نظر سے تاریخ کی کوئی کڑی بھی اوجھل نہیں۔

سچے رسول:

اور یہ کہ آپ ﷺ واقعی سچے رسول ہیں۔ اسی لیے اس قصہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے:

''یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ (ﷺ) کو ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں اور بلاشبہ آپ (ﷺ) ہمارے رسولوں میں سے ہیں۔'' (۲۵۲)

(اور اسی آیت پر دوسرے پارہ کا اختتام ہوجاتا ہے۔)

❀......❀......❀

فہرست پارہ ۳

پارہ ۳

خود رب کریم کی رسالت کی گواہی:

سورۃ البقرہ میں تشریعی احکام کے ساتھ نبوت و رسالت کا موضوع بھی بیان ہوا ہے۔ دوسرے پارہ کے آخر میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ خود رب کریم نے نبی کریم ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔

خصائص انبیاء:

یہاں تیسرے پارہ کے آغاز میں ان خصائص کا ذکر ہے جو بعض انبیاء علیہم السلام کو عطا کیے گئے۔

۱. کسی کو سیادت و قیادت عطا ہوئی۔
۲. کسی کو بلا واسطہ ہم کلامی کا شرف عطا کیا گیا۔
۳. کسی کی تائید واضح معجزات سے کی گئی۔

ہمارے آقا کو تمام انبیاء پر فضیلت:

یہ تمام انبیاء علیہم السلام علو مرتبہ کے باوجود فضل و شرف میں ایک جیسے نہ تھے۔ بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت حاصل تھی۔

۱. جیسے بعض انبیاء علیہم السلام کو دوسرے بعض پر فضیلت حاصل ہے۔
۲. اسی طرح ان کی امتوں کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔
۳. چونکہ بہت ساری خصوصیات اور امتیازات کی بناء پر ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت حاصل ہے۔
۴. لہٰذا آپ ﷺ کی امت کو بھی دوسری تمام امتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

کتاب اللہ کی افضل ترین آیت:

انبیاء علیہم السلام کے فضائل اور فرق مراتب کو بیان کرتے ہوئے یہ سورت ہمارے

سامنے اس آیت کو پیش کرتی ہے جو کتاب اللہ کی افضل ترین آیت ہے۔ میری مراد آیت الکرسی سے ہے۔ جو پچاس کلمات اور دس جملوں پر مشتمل ہے۔ اس میں سترہ بار اللہ تعالیٰ کا ذکر آیا ہے۔ کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً۔

نمرود بن کنعان سے مباحثہ:

تیسرے پارے میں حضرت ابراہیم اور حضرت عزیر علیہم السلام کے قصے بھی بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ قصہ بھی جب انہوں نے نمرود بن کنعان جیسے سرکش اور متکبر بادشاہ کے ساتھ مباحثہ کیا تھا۔

مردوں کو زندہ کرنے کا منظر:

اور وہ قصہ بھی جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ مجھے مردوں کو زندہ کرنے کا منظر دکھایا جائے۔

سو سال کے لیے موت:

یونہی حضرت عزیر علیہ السلام کے دل میں ایک تباہ شدہ بستی کو دیکھ کر خیال پیدا ہوا تھا کہ نہ معلوم اس بستی کو دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا۔ چنانچہ خود ان پر سو سال کے لیے موت مسلط کر دی گئی پھر انہیں زندہ کیا گیا۔

احیاء موتیٰ:

سورہ بقرہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس سورۃ میں پانچ جگہ ''احیاءِ موتیٰ'' (مردوں کو زندہ کرنے) کا موضوع ذکر کیا گیا ہے۔

- اس مقتول کے واقعہ میں جو گائے کا گوشت جسم کے ساتھ لگنے کے بعد زندہ ہوا تھا۔
- بنی اسرائیل کے ان معاندین کے قصہ میں جنہوں نے رویت باری کا مطالبہ کیا

تھا۔

☒ اس قوم کے قصہ میں جو طاعون سے بچنے کے لیے گھروں سے بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔

☒ حضرت عزیر علیہ السلام کے قصہ میں۔

☒ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں۔

مذکورہ بالا کے علاوہ سورۃ البقرہ میں جو اہم مضامین بیان ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

❶ انفاق فی سبیل اللہ:

دین اسلام انسانیت' انفاق فی سبیل اللہ' اخوت و محبت اور فضل و احسان کا دین ہے۔ انسانی فلاح کا کوئی پہلو ایسا نہیں۔ جس کی قرآن نے دعوت نہ دی ہو اور نیکی کا کوئی ایسا کام نہیں۔ جس کی اسلام نے ترغیب نہ دی ہو۔ سورۃ البقرہ میں انداز بدل بدل کر انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کے آداب بھی بتائے گئے ہیں۔

① اخلاص کی بناء پر صدقہ:

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں اور اخلاص کی بناء پر انہیں حاصل ہونے والے ثواب کو اس کاشت کار کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ جو زمین میں ایک دانہ بوتا ہے اور اس۔ سے سات بالیاں اگ آتی ہیں۔ ایک ایک بالی میں سو سو دانے ہوتے ہیں۔ یوں کاشت کار زمین کو ایک دانہ دے کر اس سے سینکڑوں دانے واپس لے لیتا ہے۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو اللہ کی رضا کے لیے ایک روپیہ خرچ کر کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں' لاکھوں نیکیاں حاصل کر لیتا ہے۔ (۲۶۱)

② دکھاوے کا صدقہ:

دوسری طرف وہ شخص ہے۔ جو محض دکھاوے کے لیے صدقہ کرتا ہے۔ اسے اس کسان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی فصل ایسی چٹان پر بوتا ہے۔ جس پر مٹی کی ہلکی

سی تہہ بچھی ہوتی ہے۔ اگر تیز بارش ہو جائے تو مٹی اور بیج دونوں بہہ جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی ساری محنت ضائع چلی جاتی ہے۔ (۲۶۴)

③ صدقہ کے بعد دل آزاری:

صدقہ خیرات کے شرائط اور آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"مناسب بات کہہ دینا اور درگزر کرنا ایسے صدقہ خیرات سے بہتر ہے۔ جس کے بعد دل آزاری کی جائے۔" (۲۶۳)

④ ردی چیز رد ہے:

دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے:

"کہ اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے اور جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا ہے۔ اس میں سے بھی عمدہ چیز ہی خرچ کرو اور ایسی ردی چیز اللہ کی راہ میں دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا۔ جو اگر تمہیں دی جائے تو تم کبھی نہ لو سوائے اس کے کہ تم چشم پوشی کر جاؤ۔ (۲۶۷)

⑤ صدقہ علانیہ، صدقہ مخفی:

تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے:

"کہ اگر تم صدقات علانیہ دو۔ تب بھی اچھی بات ہے اور اگر تم چھپا کر ضرورت مندوں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔" (۲۷۱)

⑥ حرمتِ رباء:

سورہ بقرہ میں جو شرعی مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں ہمارے دور کا ایک اہم مسئلہ "حرمت رباء" بھی ہے۔

① سود خور:

سود خور کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو جنات اور شیاطین کے اثرات کی

وجہ سے خبطی اور دیوانہ ہو جاتا ہے۔

۱ دنیا میں:

دنیا میں بھی سود خور کا حال خبطیوں اور پاگلوں جیسا ہوتا ہے۔

۲ قیامت میں:

قیامت کے دن وہ قبر سے بھی یونہی کھڑا ہوگا۔

۳ سود پر وعید:

اس کے بعد سود پر ایسی وعید سنائی گئی ہے کہ اس جیسی وعید کسی بڑے سے بڑے گناہ پر بھی قرآن میں نہیں آئی۔ ارشاد ہوتا ہے:

اے ایمان والو!

① اللہ سے ڈرو اور لوگوں پر تمہارا جو سود باقی رہ گیا ہے اگر تم واقعی مومن ہو تو اسے چھوڑ دو۔

② لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر تمہارے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ (۲۷۸، ۲۷۹)

۴ دو متضاد نظام:

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ قرآن نے صدقہ کے فضائل و آداب بیان کرنے کے بعد رباء کے نقصانات اور تباہ کاریاں بیان کی ہیں۔ اصل میں صدقہ اور رباء دو متضاد نظام ہیں:

❶ صدقہ میں احسان، پاکیزگی اور تعاون کا جذبہ ہوتا ہے۔
جبکہ رباء میں بخل، گندگی اور خود غرضی پوشیدہ ہوتی ہے۔

❷ صدقہ میں دیا ہوا مال واپس لینے کی نیت نہیں ہوتی۔
جبکہ رباء میں اصل زر سے بھی زیادہ لینے کی شرط ہوتی ہے۔

۳ صدقہ سے آپس کی محبت بڑھتی ہے۔
جبکہ رباء سے باہمی نفرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۴ صدقہ کرنے والے کے لیے اللہ کی محبت کا اعلان اور مغفرت کا وعدہ ہے۔
جبکہ سود خود پر لعنت کی وعید اور اعلان جنگ ہے۔

۵ سود کے نفسیاتی' اخلاقی' معاشی اور معاشرتی نقصانات اتنے واضح ہیں کہ اب سود کے حامی دبی دبی زبان سے ان کا اعتراف کرنے لگے ہیں۔

۴ مالی معاملات:

رباء کی حرمت کا حکم بیان کرنے کے بعد دَین' تجارت' باہمی لین دین اور رہن کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ یہ احکام جس آیت کریمہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ وہ قرآن کریم میں سب سے طویل آیت ہے۔ (۲۸۲)

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مالی معاملات کو کس قدر اہمیت دیتا ہے اور یہ کہ اسلام دین اور دنیا' عبادت اور تجارت' جسم اور روح سب کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں جو احکام دیے گئے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱ ادھار:

ادھار کے تمام معاملات میں تحریری دستاویز تیار کر لینی چاہیے۔

۱ ادھار کی میعاد:

جب ادھار کا معاملہ کیا جائے تو اس کی میعاد ضرور مقرر کر لی جائے اور میعاد بھی ایسی مقرر کی جائے جس میں کوئی ابہام نہ ہو۔

۳ رہن:

دوران سفر اگر دستاویز کی تیاری ممکن نہ ہو تو رہن رکھ کر بھی قرض لیا جا سکتا ہے۔

۳ تجارت:

دست بدست تجارت کی صورت میں تحریر ضروری نہیں۔

چونکہ سورہ بقرہ میں نماز' زکوٰۃ' حج' روزہ' جہاد' صدقہ' ربا' نکاح' طلاق اور عدت جیسے متعدد شرعی احکام بیان ہوئے ہیں۔اس لیے اس سورت کے اختتام پر یہ وضاحت کردی گئی ہے۔

''کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا''۔(۲۸۵)

ایک جامع دعاء:

یونہی سورت کا اختتام جامع ترین دعاء پر کیا گیا ہے۔جس میں مسلمانوں کو سکھایا گیا ہے کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں یوں درخواست کیا کریں۔(۲۸۶)

کہ اے اللہ! اگر احکام کی تعمیل میں ہم سے کوئی غلطی ہوجائے تو معاف کردینا ....آخر تک

1. جب تک مسلمان احکام الٰہیہ پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرنے کے ساتھ غلطیوں اور کوتاہیوں پر استغفار کرتے رہیں گے۔
2. نیز وہ اللہ تعالیٰ سے دعاء اور التجا کرتے رہیں گے تو انشاء اللہ یہود جیسے انجام بد سے بچے رہیں گے۔

[ترتیبی نمبر۳] سورۂ آل عمران [نزولی نمبر۸۹]

تیسرے پارہ کے آٹھ رکوع تو سورۂ بقرہ پر مشتمل تھے اب نویں رکوع سے سورۂ آل عمران کا آغاز ہوتا ہے۔

مدنی سورت: یہ سورۃ بالاتفاق مدنی ہے۔

آیات: اس میں بیس رکوع اور دوسو آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورت میں حضرت عمران کے خاندان کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔اس

لیے اس کا نام آل عمران رکھ دیا گیا۔ آیات نمبر (۳۳ تا ۳۷)

فضیلت:

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں صحیح مسلم میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو روشن سورتیں یعنی بقرہ اور آل عمران پڑھا کرو۔"

دونوں سورتوں میں مناسبت:

ان دونوں سورتوں میں حد درجہ مناسبت پائی جاتی ہے۔

۱ شمس وقمر:

خود نبی کریم ﷺ کا ان دونوں سورتوں کو "زہراوین" (دو روشن چیزیں یا شمس و قمر) قرار دینا بھی ان کے درمیان مناسبت کو ظاہر کرتا ہے۔

۲ اہل کتاب سے خطاب:

علاوہ ازیں ان دونوں سورتوں میں اہل کتاب سے خطاب ہے۔

۳ روئے سخن یہود:

مگر سورہ بقرہ میں زیادہ تر روئے سخن یہود کی طرف تھا۔

۴ اصل خطاب:

جبکہ آل عمران میں اصل خطاب نصاریٰ سے ہے۔

۵ آغاز:

پھر یہ کہ دونوں سورتوں کا آغاز حروف مقطعات میں سے "الٓمٓ" کے ساتھ ہوا ہے۔

۶ ابتداء:

اور دونوں ہی سورتوں کی ابتداء میں قرآن کریم کی حقانیت کو بیان کیا گیا ہے۔

۷ اختتام:

اور دونوں سورتوں کے اختتام پر جامع قسم کی دعائیں منقول ہیں۔

۸ نجران کا عیسائی وفد:

اس سورت کی تقریباً اسّی آیات اس وقت نازل ہوئیں۔ جب نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں نصاریٰ کے ساٹھ افراد شامل تھے۔ وفد کے شرکاء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مباحثہ کیا۔

اللہ کا بیٹا:

اور انہیں معاذ اللہ! اللہ کا بیٹا ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں ان آیات سے استدلال کیا۔ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ یا روح اللہ قرار دیا گیا ہے۔

آیات محکمات:

ان کے اس غلط استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ کے کلام میں دو قسم کی آیات ہیں بعض آیات وہ ہیں جو اپنی مراد پر دلالت کرنے میں بالکل واضح ہیں۔ ایسی آیات کو محکمات کہا جاتا ہے اور قرآن کریم کا غالب حصہ محکمات پر ہی مشتمل ہے۔

آیات متشابہات:

اور دوسری قسم کی آیات وہ ہیں جن کی حقیقی اور یقینی مراد اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں یا جن میں کسی بھی وجہ سے اشتباہ پایا جاتا ہے۔ ایسی آیات کو متشابہات کہا جاتا ہے۔

حق کے متلاشی:

جو حق کے متلاشی ہوتے ہیں وہ ہمیشہ محکمات کی پیروی کرتے ہیں۔

دل میں کجی، دماغ میں فتور:

اور جن کے دل میں کجی اور دماغ میں فتور ہوتا ہے۔ وہ متشابہات کی غلط سلط تاویل کرنے اور ان کی مراد تک پہنچنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

کلمۃ اللہ، روح اللہ:

کلمۃ اللہ اور روح اللہ جیسے الفاظ متشابہات کی قسم میں سے ہیں۔ ان متشابہات کی بنیاد پر شرکیہ عقائد کی عمارت کھڑی کرنا پانی پر نقش بنانے کے سوا کچھ نہیں۔

بصیرت سے کورا:

توحید اور ایمان کے دلائل بالکل واضح ہیں۔ ان کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے جو بصیرت سے بالکل کورا ہو۔

① اس کائنات کی ہر چیز یہاں تک کہ:

② خود باری تعالیٰ،

③ اس کے پاک فرشتے،

④ اور نیک علماء توحید کی گواہی دیتے ہیں۔ (۱۸)

اللہ کا پسندیدہ دین:

جیسے اللہ توحید کی گواہی دیتا ہے اسی طرح وہ اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ اس کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے۔ یہود و نصاریٰ کا اس کی حقانیت کے بارے میں جھگڑا کرنا سوائے کفر و عناد کے اور کچھ نہیں۔

اہل کتاب کے جرائم:

اگلی آیات میں مسلسل اہل کتاب کی مذمت کی گئی ہے اور ان کے جرائم بیان کیے

گئے ہیں:

① یہی ہیں جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا'
② خون ریزی کی'
③ اللہ کے نیک بندوں پر مظالم ڈھائے۔(۲۱)

کافروں کو دوست نہ بناؤ:

مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔(۲۸)

کافر مسلمان کے ساتھ کبھی بھی مخلص نہیں:

کیونکہ اسلام اور کفر کے درمیان کوئی رشتہ ناتا نہیں ہے اور کافر کبھی بھی مسلمان کے ساتھ مخلص نہیں ہوسکتا۔

تین عبرت آموز قصے

اگلی آیات میں سورۂ آل عمران تین عبرت آموز قصے بیان کرتی ہے۔ یہ تینوں قصے خوارق عادت کے قبیل سے ہیں اور تینوں اللہ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔

بدترین گمراہی:

پہلا قصہ حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت کا ہے۔جنہیں عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی زوجہ اور ان کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا اور یوں بدترین گمراہی کا شکار ہوگئے۔

۱ مریم علیہا السلام کے والد:

حضرت مریم علیہا السلام کے والد حضرت عمران اللہ کے نیک بندے تھے۔

مریم علیہا السلام کی والدہ:

اور آپ کی والدہ ''حنہ بنت فاقوذ'' صاحب کردار اور پاک باز خاتون تھیں۔

عرصہ تک ان کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوا۔

اولاد کی آرزو:

ایک دن پرندے کو دیکھا کہ وہ اپنے بچے کو دانہ کھلا رہا تھا دیکھ کر دل مچل گیا اولاد کی آرزو پیدا ہوگئی۔

نذر مانی:

اللہ کے حضور دامن پھیلا کر درخواست کی اور نذر مانی کہ اگر تو مجھے اولاد عطا فرمادے تو میں اسے بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کردوں گی۔

مریم علیہا السلام کی پیدائش:

اللہ جل شانہٗ نے دعا قبول فرمالی۔ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوگئی۔

وقت کا دستور:

دستور یہ تھا کہ بیت المقدس کی خدمت کے لیے لڑکوں کو قبول کیا جاتا تھا۔لڑکیوں کو قبول نہیں کیا جاتا تھا۔

ایک سانحہ:

ایک سانحہ یہ بھی پیش آ گیا کہ نومولود بچی کے والد انتقال فرما گئے۔

خلاف دستور:

اللہ تعالیٰ نے سابق دستور کے خلاف زوجہ عمران کی نذر قبول فرمالی۔

کفالت وتربیت:

اور اپنے زمانے کے بہترین انسان حضرت زکریا علیہ السلام کو بچی کی کفالت اور تربیت کے لیے منتخب فرمالیا۔

بے موسم پھل:

حضرت زکریا علیہ السلام نے بچی کی کرامتیں اور بے موسم کا پھل دیکھا تو ایک دن پوچھا:

''اے مریم! یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے''

جواب دیا:

''کہ اللہ کے ہاں سے آتا ہے بے شک اللہ جسے چاہتا ہے۔ بے حساب
رزق دیتا ہے۔'' (۳۷)

۲ زکریا علیہ السلام کی آرزو:

معصوم بچی کا ایمانی جواب سن کر حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں بھی اولاد کی آرزو جاگ اٹھی۔ حالانکہ ان کی عمر سو سال سے تجاوز کر چکی تھی اور بیوی بھی بوڑھی ہو چکی تھی۔ بانجھ تو تھی ہی۔ لیکن ظاہری اسباب کی مخالفت کے باوجود انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ:

''اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے رب!
مجھے اپنی خصوصی عنایت سے نیک اولاد عطا فرما۔ بے شک تو ہی دعاؤں کو
قبول کرنے والا ہے''۔ (۳۸)

بیٹے کی بشارت:

اللہ تعالیٰ نے شکستہ دلی سے کی گئی دعا قبول فرمالی اور ایسے بیٹے کی بشارت سنائی۔ جو چار صفات کا حامل ہوگا۔

- وہ ''کلمۃ اللہ'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرے گا اور آپ پر ایمان لائے گا۔
- وہ علم و تقویٰ اور زہد و عبادت میں سیادت کے مقام پر فائز ہوگا۔
- وہ انتہائی عفیف ہوگا۔ قدرت اور قوت کے باوجود عورتوں کے قریب نہیں جائے گا۔
- اور وہ انبیاء و صلحاء کی جماعت کا ایک فرد ہوگا۔

۳ قدرت الٰہیہ کا نمونہ:

تیسرا عبرت آموز قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ہے۔

اگر حضرت مریم اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قصہ اس اعتبار سے عجیب اور قدرت الہیہ کا نمونہ تھا کہ ان کے والدین بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا عجیب ترین قصہ:

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ عجیب ترین ہے۔ کیونکہ آپ کی ولادت والد کے بغیر سراسر معجزانہ طریقے پر ہوئی۔

مریم علیہا السلام کو بیٹے کی بشارت:

جب فرشتوں نے حضرت مریم کو بیٹے کی ولادت کی خبر دی تو انہوں نے بڑے تعجب سے کہا:

"میرے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا؟ حالانکہ مجھے کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا"

کن فیکون:

اللہ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ:

"اسی طرح ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے۔ پیدا کر دیتا ہے۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس سے کہتا ہے۔ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔" (۴۷)

یہود کا ایمان قبول کرنے سے انکار:

سیدنا مسیح علیہ السلام کو باری تعالیٰ نے مختلف معجزات عطاء فرمائے۔ لیکن ان معجزات کو دیکھ لینے کے باوجود یہود کو ایمان قبول کرنے کی سعادت حاصل نہ ہوئی۔

یہود کا حضرت عیسیٰ کو قتل کرنے کا عزم:

اور انہوں نے آپ کو قتل کرنے کا عزم کر لیا۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچانے کی تدبیر کر لی۔ پھر سب نے دیکھ لیا

کہ اللہ ہی کی تدبیر غالب رہی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''انہوں نے بھی تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ سب تدبیر کرنے والوں سے اچھا ہے۔'' (۵۴)

یہود کا دعویٰ:

یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ سولی دے کر قتل کردیا۔

نصاریٰ کا دعویٰ:

عیسائی کہتے ہیں کہ انہیں سولی دے کر قبر میں دفن کردیا گیا تھا۔ تین دن تک وہیں رہے۔ پھر قبر پھٹی اور آسمانوں پر چلے گئے اور وہاں رب کے عرش پر تشریف فرما ہو گئے۔

ہندوستانی جعلی نبی کا دعویٰ:

متحدہ ہندوستان میں ایک مدعی نبوت کی اقتداء کرنے والے فرقے کا دعویٰ ہے کہ آپ سولی پر زخمی ہوگئے تھے۔ آپ کو مردہ سمجھ کر قبر میں دفن کردیا گیا۔ شاگردوں نے آپ کا علاج کیا۔ جس سے آپ تندرست ہوگئے۔ پھر آپ ہجرت کر کے کشمیر چلے گئے۔ وہیں آپ کا انتقال ہوا۔

قرآن کا دعویٰ:

ان تمام دعاوی کے برعکس قرآن کا دعویٰ اور اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ آپ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا تھا۔ آپ قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے اور پھر اپنی زندگی پوری فرما کر طبعی موت مریں گے۔ سورہ آل عمران میں ہے:

''جس وقت اللہ نے فرمایا۔ میں تجھے اسی وقت موت دوں گا جو وقت موت کے لیے مقرر ہے اور فی الحال میں آپ کو اپنی طرف اٹھا لیتا ہوں اور میں

تجھے کافروں کے الزامات سے پاک کیے دیتا ہوں اور تیری اتباع کرنے والوں کو قیامت کے دن تک کافروں پر غالب کردوں گا"۔ (۵۵)

مباھلہ کی دعوت:

نجران کے وہ عیسائی جو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بحث و مناظرہ کے لیے مدینہ منورہ آئے تھے جب وہ تمام دلائل سننے کے باوجود حق کا اعتراف کرنے پر تیار نہ ہوئے تو اللہ کے حکم سے آپ ﷺ نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی۔

یعنی یہ کہ تم اپنے اہل وعیال کو لے کر آؤ۔ میں اپنے اہل وعیال کو لے آتا ہوں پھر ہم مل کر خشوع خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ (۶۱)

مباہلہ سے فرار:

عیسائیوں کا یہ وفد جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھا اور اس میں ان کے چودہ انتہائی سر برآوردہ مذہبی رہنما بھی شامل تھے۔ ان میں سے کوئی بھی مباہلہ کے لیے تیار نہ ہوا بلکہ آپ ﷺ کو جزیہ دینے پر راضی ہوگئے۔

ایک کلمہ پر متفق ہونے کی دعوت:

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد سورۂ آل عمران تمام اہل کتاب کو خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ۔ ایک ایسے کلمہ پر متفق ہوجانے کی دعوت دیتی ہے۔ جس کی تلقین تمام انبیاء علیہم السلام نے کی ہے اور جس کی تعلیم چاروں کتابوں سمیت تمام آسمانی صحیفوں میں دی گئی ہے اور وہ ہے:

کلمہ توحید "لا الٰہ الا اللہ" یعنی ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ (۶۴)

انبیاء سے عہد:

یہود و نصاریٰ کی بدعملیوں، بددیانتیوں اور ان کے جھوٹ اور افتراء کو بیان کرنے

کے بعد سورہ آل عمران بتاتی ہے:

کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر ان کی موجودگی میں خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ تشریف لے آئے تو تم سب آپ ﷺ پر ایمان لاؤ گے اور اگر تمہاری موجودگی میں وہ نہ آئے تو پھر تمہارے امتی اور متبعین ان پر ایمان لانے کے پابند ہوں گے۔ (۸۱)

امتوں سے عہد:

انبیاء سے عہد حقیقت میں ان کی امتوں سے عہد تھا مگر افسوس کہ ان انبیاء کی امتوں نے اس عہد کی پاسداری نہ کی اور تصدیق اور مدد کی بجائے وہ تکذیب اور مخالفت پر تل گئے۔

سید الانبیاء:

یہ آیت کریمہ ہمارے آقا ﷺ کو سید الانبیاء ثابت کرتی ہے۔ (۸۱)

ایمان اور کفر دو ضدیں:

تیسرے پارہ کے اختتام پر اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ ایمان اور کفر دو ایسی ضدیں ہیں جو جمع نہیں ہوسکتیں۔ اسی لیے ان لوگوں کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے جو ایمان سے مرتد ہوجاتے ہیں۔ ضلالت کو ہدایت پر ترجیح دیتے ہیں اور جن کا حالت کفر میں انتقال ہوجاتا ہے۔

❁......❁......❁

فہرست پارہ ۴

❁ ...... ❁ ...... ❁

پارہ ۴

نیکی کا کمال۔ محبوب کی قربانی:

سورۂ آل عمران میں جن مضامین کو خاص اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں انفاق فی سبیل اللہ کا مضمون بھی ہے۔ چوتھے پارہ کے آغاز میں اس مضمون کی مناسبت سے ایک اہم ہدایت دی گئی ہے۔ وہ یہ کہ نیکی کا کمال درجہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو نہ لگایا جائے۔ مطلوب تک پہنچنے کے لیے محبوب کی قربانی اور ایثار ضروری ہے۔

اس کے علاوہ جو اہم مضامین چوتھے پارہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

① تحویل قبلہ:

جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو اپنا قبلہ ٹھہرالیا تو اس پر اہل کتاب نے بڑا شور وغوغا کیا۔ وہ کہنے لگے:

"کہ بیت المقدس کعبہ سے افضل ہے اور اسے زمین پر اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر ہونے کا شرف حاصل ہے۔"

بیت الحرام کی خصوصیات:

اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہوئے بیت الحرام کی تین خصوصیات بیان فرماتے ہیں:

① پہلی یہ کہ اس روئے زمین پر کعبہ سب سے پہلی عبادت گاہ ہے۔

② دوسری یہ کہ اس میں ایسی واضح نشانیاں پائی جاتی ہیں جو اس کے شرف اور فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

① جن میں مقام ابراہیم ② زمزم ③ اور حطیم شامل ہیں۔

۳ تیسری یہ کہ جو شخص حرم میں داخل ہو جائے اسے امن حاصل ہو جاتا ہے۔

شرف والی عمارت:

بعض اللہ والوں کا قول ہے کہ:

① پورے عالم میں کعبہ سے زیادہ شرف والی کوئی عمارت نہیں ہے۔
② اس کی تعمیر کا حکم رب جلیل نے دیا۔
③ اس کا نقشہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بنایا۔
④ اس کے معمار حضرت خلیل علیہ السلام تھے۔
⑤ اور معاون اور مزدور کے طور پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کام کیا۔
⑥ دنیا بھر میں یہی وہ عبادت گاہ ہے۔ جس کی زیارت کے لیے سفر کرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔

حج کی فرضیت:

جو شخص سفر وغیرہ کے اخراجات برداشت کرسکتا ہو اور وجوب حج کی دوسری شرائط بھی پائی جائیں تو اس پر فوراً حج کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ بلا عذر تاخیر کرنے سے وہ گناہ گار ہوگا۔

⑦ سب سے پہلی عبادت گاہ:

کعبہ سے پہلے دنیا میں کوئی عبادت گاہ نہیں تھی۔ صحیحین میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! زمین پر سب سے پہلی مسجد کون سی تعمیر کی گئی تھی''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسجد حرام''

۲ حق تقویٰ:

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے:

- کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔
- اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔
- اور گروہ در گروہ تقسیم نہ ہو جائیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حق تقویٰ (ڈرنے کا حق) یہ ہے:

1. کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے۔
2. اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔
3. اسے یاد رکھا جائے۔
4. اسے بھلایا نہ جائے۔
5. اس کا شکریہ ادا کیا جائے۔
6. اور کفران نعمت نہ کیا جائے۔

۲ امت مسلمہ کی فضیلت:

امت مسلمہ تمام امتوں سے افضل اور بہترین امت ہے اور اس کے افضل ہونے کی تین وجوہات ہیں:

۱ ایمان لانا:

دوسری امتوں کے برعکس یہ ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتی ہے جن پر ایمان رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

۲ امر بالمعروف ۳ نہی عن المنکر:

علاوہ ازیں یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ (۱۱۰)

دینی ذمہ داری:

دعوت و تبلیغ اس کی فضیلت کا سبب ہی نہیں اس کی دینی ذمہ داری اور مذہبی فریضہ بھی ہے۔

امت میں شمار:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"جس کا دل چاہتا ہے کہ اس کا شمار اس امت مسلمہ میں سے ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ اس بارے میں اللہ کی شرط کو پورا کرے۔"

آپ کا اشارہ اسی آیت کریمہ کی طرف ہے جس میں ملت اسلامیہ کی مذکورہ بالا تین صفات بیان کی گئی ہیں۔ (۱۱۰)

فضیلت کی حق دار:

جب تک امت میں یہ تین خصوصیات موجود رہیں گی۔ وہ فضیلت اور اللہ کی خصوصی عنایت کی حقدار رہے گی اور اگر خدانخواستہ امت کا کوئی گروہ یا فرد ان تین اوصاف سے محروم ہو گیا تو وہ فضیلت کا حقِ دار نہیں رہے گا۔

تنبیہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اپنا عذاب مسلط کر دے پھر تم اس سے دعائیں مانگو گے۔ مگر تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔" (ترمذی، ابن ماجہ)

۴ منافقین اور کفار سے دوستی:

منافقین اور کفار سے قلبی دوستی لگانے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے چار اسباب بتائے گئے ہیں: (۱۱۸)

1. پہلا یہ کہ وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔
2. دوسرا یہ کہ وہ دل سے چاہتے ہیں کہ تمہیں دین اور دنیا کے اعتبار سے مصیبت

اور پریشانی لاحق ہو۔

- تیسرا یہ کہ ان کے چہرے اور ان کی باتوں سے تمہارے لیے بغض و عداوت ظاہر ہوتا ہے۔
- چوتھا یہ کہ ان کے دلوں میں جو بغض اور حسد پوشیدہ ہے وہ ان کی علانیہ باتوں سے کہیں زیادہ سخت ہے۔

⑤ غزوۂ بدر:

منافقوں کو رازدار اور دلی دوست بنانے سے منع کرنے کے بعد غزوۂ بدر کا ذکر ہے۔ جسے تمام اسلامی غزوات کا تاج ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس غزوہ کے شرکاء نے جہاں خود جرأت اور بہادری کی انوکھی مثالیں قائم کیں۔ وہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غیبی مدد کے مظاہر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اسلحہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس غزوہ سے دو بڑے سبق مسلمانوں کو حاصل ہوئے: (۱۲۳)

1. پہلا یہ کہ جنگ میں فتح صرف اسلحہ کی کثرت اور افرادی قوت کی بناء پر حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ اس کی بنیادی شرط ایمان و یقین' اتباع اور استقامت ہے۔
2. دوسرا یہ کہ جب تک مسلمان حق پر ثابت قدم رہیں گے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں گے اللہ کی مدد حاصل رہے گی اور وہ غالب رہیں گے۔

⑥ غزوہ احد:

غزوہ بدر کا ذکر سورہ آل عمران میں محض حوالے کے طور پر آیا ہے۔ ورنہ اصل میں یہاں غزوہ احد کا ذکر مقصود ہے جو کہ پچپن آیات میں مکمل ہوا۔ ان آیات میں شکست کے اسباب اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ تنبیہ بھی ہے فہمائش بھی ہے۔ تنقید بھی ہے۔ تعریف بھی ہے۔ (۱۵۵)

شکست کا بدلہ:

جیسا کہ تاریخ اسلام سے معمولی شد بد رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ غزوہ بدر میں قریش ذلت آمیز شکست سے دو چار ہوئے تھے۔ انہوں نے اس شکست کا انتقام لینے کے لیے بھرپور تیاری کے بعد شوال ۳ھ میں ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی۔

قریش کا لشکر:

① قریش کا لشکر تین ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔
② دو سو گھڑ سوار۔
③ سات سو زرہ پوش'
④ تین ہزار اونٹ'
⑤ پانچ سو عورتیں بھی ساتھ تھیں۔

اسلامی لشکر:

قریش کے تین ہزار کے لشکر کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو تھی۔

جبل الرماۃ:

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ اپنے عقب کی پہاڑی پر متعین فرمادیا۔ اس پہاڑی کو جبل الرماۃ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ہدایت:

آپ ﷺ نے اس دستے کو تاکید فرمادی کہ فتح ہو یا شکست کسی صورت بھی یہاں سے نہ ہٹیں۔ یہاں تک کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ہماری لاشیں نوچ رہے ہیں تو

بھی یہاں سے نہ ہٹنا۔

جنگ کا آغاز:

سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے اسلامی مجاہدین کو میدان میں اس طرح پھیلا دیا تھا کہ قریشی لشکر دوبدو مقابلہ کرنے پر مجبور ہو گیا اور اس کے لیے اپنے سواروں کو استعمال کرنا ممکن نہ رہا۔

انفرادی مقابلوں میں قریش کے آٹھ علمبردار قتل ہو گئے۔ جس سے قریشی لشکر کی ہمتیں پست ہو گئیں۔

حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہم جیسے اسلامی شیروں کے حملے اس قدر شدید تھے کہ مشرکوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

پانسہ پلٹتا ہے:

قریشی لشکر کی شکست دیکھ کر ''جبل الرماۃ'' کے تیر اندازوں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور دس مجاہدین کے سوا سب مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔

خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) جو کہ اب تک عقب سے حملہ کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اُسے سنہری موقع ہاتھ آ گیا اور اس نے ''جبل رماۃ'' پر موجود چند تیر اندازوں کو روندتے ہوئے زوردار حملہ کر دیا۔ اسلامی فوج اس شدید حملے سے غافل تھی۔ ادھر جب بھاگتے ہوئے قریشی پیادے کے سپاہیوں کو اس حملے کی خبر ملی تو وہ بھی پلٹ پڑے۔

اب اسلامی لشکر دو طرفہ حملے کا شکار ہو گیا۔ یوں بظاہر ایک چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔

جنگ میں جانی نقصان:

1. اس لڑائی میں بائیس مشرک قتل ہوئے۔
2. جبکہ دوسری طرف ستر صحابہ شہید ہوئے۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ان

میں شامل تھے۔

ادھوری فتح پر ہی شادماں:

قریشی لشکر اس پوزیشن میں تھا کہ اگر اللہ اس کے دلوں کو پھیر نہ دیتا تو وہ اسلامی لشکر کا مکمل خاتمہ کرسکتا تھا۔ لیکن موقع ملنے کے باوجود ادھوری فتح پر ہی اکتفا کرتے ہوئے مکہ لوٹتا ہوا نظر آیا۔

منافقین کی شرانگیزی:

منافقین نے اپنی فطرت کے مطابق وسوسہ اندازی شروع کی کہ اگر مسلمان حق پر ہوتے تو انہیں ہرگز شکست نہ ہوتی۔

اس لیے پچپن آیات میں غزوۂ احد پر تبصرہ کرنے کے بعد پچیس آیات میں منافقین کا تذکرہ ہے۔ جو فتنہ وفساد کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔

قریش کو غلطی کا احساس:

احد کے شہداء کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد ہمارے آقا ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان کو ''روحاء'' کے مقام پر پہنچ کر اپنی اس غلطی کا احساس ہوا ہے کہ میں جنگ کے اہداف پوری طرح حاصل کیے بغیر لوٹ آیا ہوں اور اپنے ساتھیوں کی ملامت کی وجہ سے وہ دوبارہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہا ہے۔

عزم وفا کے پیکر:

آپ ﷺ اس کے ارادے کی خبر سن کر خود ہی قریشی لشکر کے تعاقب میں چل پڑے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگادی کہ تعاقب میں صرف انہی مجاہدین کو اجازت ہے جو کل کی جنگ میں شریک تھے۔

آپ اندازہ کیجیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان ویقین اور عزم وفا کا کہ ابھی ابھی ستر شہداء کو دفن کر کے فارغ ہوئے ہی ہیں۔ زخموں اور تھکاوٹ سے نڈھال ہیں۔ لیکن

انہوں نے اپنے محبوب آقا ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا اور انتہائی سرعت سے سفر کرتے ہوئے مدینہ سے آٹھ میل دور "حمراء الاسد" کے مقام تک جا پہنچے۔

قریش کی مکہ واپسی:

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ تیزی سے مکہ کی جانب کوچ کر گئے۔

غزوہ حمراء الاسد:

مذکورہ نام کی مناسبت سے اسے "غزوہ حمراء الاسد" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس غزوہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جن لوگوں نے جنگ میں زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر لبیک کہا۔ ان میں سے جو نیک اور پرہیزگار ہیں۔ ان کے لیے اجر عظیم ہے۔" (۱۷۲)

۷ اہل ایمان کا تذکرہ:

سورہ آل عمران کے آخری رکوع میں ان اہل ایمان کا ذکر ہے۔ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ ارض و سماء کی تخلیق کے بارے میں غور و فکر کرتے اور اپنے پروردگار سے دعائیں کرتے ہیں۔ (۱۹۰۔۱۹۵)

فلاح کے اصول:

سورت کے اختتام پر فلاح کے چار اصول بیان ہوئے ہیں:

۱ صبر:

دین پر جمے رہنا۔ مشکلات اور مصائب کی وجہ سے دل چھوٹا نہ کرنا۔

۲ مصابرہ:

دشمن کے مقابلے میں دشمن سے زیادہ استقامت اور شجاعت کا مظاہرہ کرنا۔

۳ مرابطہ:

دشمنانِ دین سے مقابلہ کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھنا۔

۴ تقویٰ:

ہر حال میں اور ہر جگہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ (۲۰۰)

[ترتیبی نمبر ۴] سورۃ النساء [نزولی نمبر ۹۲]

سورۃ النساء کا تقریباً ایک پاؤ چوتھے پارہ میں آیا ہے۔

مدنی سورت: سورۃ النساء بھی مدنی سورت ہے۔

آیات: اس میں ۱۷۶ آیات اور ۲۴ رکوع ہیں۔

سورۃ النساء کبریٰ:

اسے سورۃ النساء کبریٰ (بڑی سورۃ النساء) بھی کہا جاتا ہے۔

سورۃ النساء قصریٰ:

اس کے مقابلے میں اٹھائیسویں پارہ کی سورۂ طلاق کو سورۃ النساء قصریٰ (چھوٹی سورۃ النساء) کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورت میں ایسے احکام کثرت سے بیان ہوئے ہیں جو کہ خواتین (نساء) سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے اسے ''سورۃ النساء'' کا نام دیا گیا ہے۔

اس سورت کا جو حصہ چوتھے پارہ میں ہے۔ اس میں جو اہم مضامین اور احکام مذکور ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

① یتامیٰ کے اموال:

[۱] یتیموں کے اموال ان کے حوالے کر دیے جائیں۔

[۲] اور انہیں ہتھیانے یا

[۳] عمدہ مال کو ردی مال سے بدلنے کی ہرگز کوشش نہ کی جائے۔

یہ حکم یتیم بچوں کے بارے میں بھی ہے اور یتیم بچیوں کے بارے میں بھی ہے لیکن عام طور پر یتیم بچیوں کی میراث میں ناجائز تصرف زیادہ کیا جاتا تھا۔

② نکاح:

① چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ہے۔

② مگر شرط یہ ہے کہ شوہر ان کے حقوق ادا کرنے کی سکت رکھتا ہو۔

③ ان کے درمیان عدل وانصاف بھی ملحوظ رکھ سکے۔

④ اگر شوہر ایسا نہیں کرسکتا تو اسے ایک بیوی پر ہی اکتفا کرنا چاہیے۔

تعدد ازدواج:

تعدد ازدواج کا رواج تو اسلام سے پہلے بھی تھا مگر وہ رواج کسی قید اور ضابطے کا پابند نہیں تھا۔

نہ تعداد متعین تھی اور نہ ہی بیویوں کے درمیان عدل ومساوات کی کوئی شرط تھی۔

ایک شخص دس دس بلکہ اس سے بھی زیادہ عورتوں سے نکاح کرسکتا تھا۔

زندہ شوہر والی ''بیوہ'':

پھر ان میں سے جس کے حقوق چاہتا اداء کرتا اور جسے چاہتا معلق رکھتا۔ اسے نہ تو طلاق دی جاتی اور نہ ہی اس کے ازدواجی اور معاشی حقوق ادا کیے جاتے۔ اسے آپ زندہ شوہر والی ''بیوہ'' کہہ سکتے ہیں۔

اسلام ہی محافظ ہے:

اسلام نے تعداد بھی متعین کر دی اور حقوق کی ادائیگی کو بھی فرض کر دیا۔

یورپ کی لعنتی تہذیب:

یورپ کی لعنتی تہذیب جو پوری دنیا کو اپنے رنگ میں رنگنا چاہتی ہے۔ وہ قانونی اعتبار سے تو ایک سے زیادہ عورتوں سے تعلق رکھنے کو جائز قرار نہیں دیتی۔ البتہ غیر قانونی طور پر جتنی بھی عورتوں سے تعلق قائم کرلیا جائے۔ اس پر کوئی قدغن نہیں لگاتی۔

افسوسناک حقیقت:

اس افسوسناک حقیقت کا اعتراف کیسے کیا جائے کہ بہت سے نام نہاد مسلمان بھی ذہنی اور عملی طور پر اسی لعنتی تہذیب کے ہم نوا دکھائی دیتے ہیں۔

۳ عورت کو میراث:

اسلام کا سورج طلوع ہونے سے پہلے عورت کو میراث میں سے کچھ بھی نہیں دیا جاتا تھا۔

جاہلی اصول:

عرب کا مقولہ تھا:

۱ ''ہم اسے کیسے مال دیں جو نہ گھوڑے پر سوار ہو سکے'

۲ نہ تلوار اٹھا سکے'

۳ اور نہ ہی دشمن کا مقابلہ کر سکے''

اپنے اس جاہلی اصول کی بنیاد پر بچوں اور خواتین کو میراث سے محروم رکھا جاتا تھا۔

ظلم کا خاتمہ:

اسلام نے اس ظلم کا خاتمہ کیا۔ بچوں اور خواتین کو بھی وراثت کا حق دار قرار دیا۔ عورت کو حصہ دینا اس پر کسی کا احسان نہیں ہے بلکہ اس کا حق اور اس کا فریضہ ہے جو اسے دیا جاتا ہے۔ (۱۱۔۱۴)

④ محرمات:

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور میراث میں ان کا حصہ بیان کرنے کے بعد ان خواتین کا تذکرہ ہے۔ جن کے ساتھ قرابت' نسب' مصاہرت (سسرالی رشتہ) یا رضاعت کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔ (۲۳'۲۴)

فہرست پارہ ۵

پارہ ۵

محرمات:

چوتھے پارہ کے آخر میں ان عورتوں کا ذکر تھا۔ جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ پانچویں پارہ کے شروع میں اسی بحث کو مکمل کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

کہ ان محرمات کے سوا دوسری عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ اس طرح سے یہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کرلو۔ بشرطیکہ نکاح سے مقصود عفت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت رانی تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو۔ ان کا مہر مقرر کیا ہوا ادا کردو۔

ایک غلط فہمی:

یہ جو آخری الفاظ ہیں کہ:

''جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو''۔

ان الفاظ سے بعض حضرات متعہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ مگر یہ استدلال باطل ہے۔ اس آیت میں نکاح شرعی کا ذکر ہے۔ متعہ کا ذکر نہیں ہے۔

متعہ کی اجازت:

اس میں شک نہیں کہ زمانہ جاہلیت میں متعہ کا رواج تھا۔ چونکہ اسلام کے احکام بتدریج نازل ہوئے ہیں۔ اس لیے ابتداء اسلام میں یہ رواج باقی رہا۔ لیکن بعد میں واضح طور پر اس کی حرمت کا اعلان کردیا گیا۔

متعہ حرام:

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو! میں نے تمہیں متعہ کی اجازت دی تھی۔ لیکن اب اللہ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کردیا ہے۔''

اس کے علاوہ جو اہم مضامین اس پارہ میں آئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

◆ گھر کا نظام:

تیسرے رکوع میں گھر کے نظام کو درست رکھنے کے لیے چند بنیادی ہدایات دی گئی ہیں:

پہلی ہدایت:

۱ پہلی ہدایت تو یہ دی گئی ہے کہ گھر میں قوامیت (حاکیت) اور ذمہ دار ہونے کا درجہ مرد کو حاصل ہوگا۔ کیونکہ جس جماعت اور جس گھر کا کوئی سربراہ نہ ہو۔ اسے انتشار اور افتراق سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

اس سربراہی کا یہ مطلب نہیں کہ مرد کو آقا اور عورت کو لونڈی کا درجہ دے دیا جائے۔ بلکہ ان کا باہمی تعلق ایسے ہوگا۔ جیسے راعی اور رعیت کا ہوتا ہے۔

۲ دوسری ہدایت:

دوسری ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اگر عورت اکھڑ مزاج' نافرمان اور سرکش ہو تو اسے راہ راست پر لانے کے لیے تین تدبیریں اختیار کی جا سکتی ہیں:

① پہلی تدبیر یہ ہے کہ اسے سمجھایا جائے اور سرکشی کے برے نتائج سے خبردار کیا جائے۔

② اگر وعظ و نصیحت اس پر اثر نہ کرے تو دوسری تدبیر یہ ہے کہ اس کا بستر الگ کر دیا جائے اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔

③ اگر پھر بھی وہ نہ سمجھے تو انتہائی اقدام کے طور پر اور واقعی سرکشی اور بے راہ روی کی صورت میں حد کے اندر رہتے ہوئے اس کی پٹائی بھی لگائی جا سکتی ہے۔

ایک قیمتی نقطہ:

۱ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینا مناسب ہوگا کہ قرآن کے مخاطب ہر قسم کے

لوگ ہیں۔ شہری بھی، دیہاتی بھی، جنگلی بھی، صحرائی بھی، شریف الطبع بھی اور اکھڑ مزاج بھی، باکردار بھی، اور بدکردار بھی۔

۱ اسلام نے ہر عورت کی پٹائی کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ صرف اسی عورت کی پٹائی کی اجازت دی ہے۔ جو اس کے علاوہ دوسری کوئی زبان نہ سمجھتی ہو اور ظاہر ہے پسماندہ معاشروں میں ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ جو پٹائی کے بغیر راہ راست پر نہیں آتیں۔

۲ لیکن وہ ظالم مرد جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر وحشیانہ انداز میں عورتوں کی پٹائی لگاتے ہیں۔ ان کے اس ظلم اور زیادتی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

۲ اجتماعی زندگی (خاندانی نظام):

گھر اور خاندان کے نظام کو درست رکھنے کی تدابیر بتانے کے بعد پانچویں رکوع میں اجتماعی زندگی کی درستگی کے لیے ہر چیز اور ہر کام میں احسان کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ احسان کی بنیاد باہمی خیر خواہی، امانت، عدل اور رحم دلی پر ہے۔

حق، عدل اور مساوات کا دین:

حقیقت یہ ہے کہ اسلام حق، عدل اور مساوات کا دین ہے اور وہ ساری مخلوق کے درمیان عدل کا حکم دیتا ہے یہاں تک کہ کافر کے حقوق بھی غصب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

عثمان بن طلحہ کا مشہور واقعہ:

جو کعبہ کے کلید بردار تھے۔ ان سے فتح مکہ کے موقع پر چابی لی گئی تو بعض مسلمانوں نے کلید بردار ہونے کا شرف حاصل کرنے کی تمنا ظاہر کی۔

مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کلید کعبہ واپس کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہی واقعہ ان کے ایمان لانے کا سبب بن گیا۔

منافق اور یہودی کا مقدمہ:

پھر وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ جسے مفسرین نے چھٹے رکوع کی بعض آیات کے شان نزول کے طور پر ذکر کیا ہے کہ ایک نام نہاد مسلمان (منافق) اور یہودی کا مقدمہ جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کیا۔

منافق نے اپنے حق میں فیصلہ کروانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی۔ اس پر منافقین نے بڑا شور وغوغا کیا۔

ایمان کامل:

تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے سامنے اس حقیقت کو خوب اچھی طرح واضح کر دیا کہ کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں۔ جب تک کہ وہ اللہ اور رسول (ﷺ) کے فیصلوں پر راضی نہ ہو۔

رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے:

اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ رسول کی بعثت کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ رسول (ﷺ) کی اطاعت حقیقت میں اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ لیکن ظاہر ہے منافقوں کو رسول (ﷺ) کی اطاعت بڑی گراں محسوس ہوتی ہے۔ (۶۰۔۶۵)

◆ ۲ جہاد وقتال:

اس کے بعد ساتویں رکوع میں پہلے تو مسلمانوں کو جہاد اور قتال کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ اپنی نیت خالص رکھیں اور صرف اللہ کی رضا اور دین کی سربلندی کے لیے جنگ کریں۔

جہاد کی ترغیب:

پھر بڑے جذباتی انداز میں انہیں جہاد کی ترغیب دی گئی ہے کہ آخر تم جہاد کیوں

نہیں کرتے جبکہ صورت یہ ہے کہ ظلم وستم کی چکی میں پسنے والے کمزور مرد' خواتین اور بچے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعائیں کرتے ہیں:

کہ اے ہمارے رب! تو ہمیں اس بستی سے نکال دے جہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں اور اے اللہ! تو کسی کو ہمارا مددگار بنا کر بھیج دے۔(۷۵)

موت کا خوف:

چونکہ عام طور پر موت کا خوف جہاد کے میدان میں نکلنے سے ایک بڑی رکاوٹ بنتا ہے۔اس لیئے فرمایا گیا کہ موت تو کہیں بھی آ سکتی ہے۔گھر میں بھی اور مضبوط قلعوں میں بھی۔ نہ جہاد میں نکلنا موت کو یقینی بناتا ہے اور نہ ہی گھر میں رہنا زندگی کے تحفظ کی ضمانت ہے۔(۷۸)

۴ منافقین کی سازشیں:

جہاد وقتال کی ترغیب کے بعد مسلمانوں کو منافقین کی تدبیرون اور سازشوں سے چوکنا رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ وہ سنگدل گروہ ہے۔جس نے اسلام کا جامہ زیب تن کر کے ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔ مدینہ منورہ میں جو پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی۔اس کے خلاف سازشوں کا تانا بانا بننے میں بھی یہی گروہ پیش پیش تھا۔

خفیہ منصوبہ بندیاں:

مسلمان ان حرماں نصیبوں کے بارے میں فیصلہ کرنے میں متردد تھے کہ سورہ نساء کا وہ حصہ نازل ہوگیا۔جس میں ان کی ذلت آمیز حرکتوں' خفیہ منصوبہ بندیوں اور بغض وحسد پر مبنی کارروائیوں کا پول کھول دیا گیا اور ان کے بارے میں واضح فیصلہ سنا دیا گیا کہ ان کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔تاکہ اہل ایمان اور اہل نفاق کے درمیان حد فاصل قائم ہوجائے اور مسلمان منافقوں کے بارے میں یک آواز ہوجائیں اور ان کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔

اللہ کے حاکمانہ بیان کا انداز:

باری تعالیٰ کے حاکمانہ بیان کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو اور اللہ نے ان کو ان کی حرکتوں کی وجہ سے الٹ دیا ہے۔'' (۸۸)

یعنی اے مسلمانو! تم منافقوں کے بارے میں دو گروہوں میں کیوں تقسیم ہو گئے ہو۔

۱ ایک گروہ کہتا ہے کہ انہیں قتل کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہمارے دشمن ہیں۔

۲ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ان کے بارے میں نرم پہلو اختیار کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہمارے دینی بھائی ہیں۔

۳ جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے نفاق اور معصیت کی وجہ سے کفر کی طرف واپس لوٹا دیا ہے۔

حقیقت سے پردہ چاک:

اس کے بعد ان کی حقیقت سے پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا گیا:

''وہ (منافق) یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ خود کافر ہیں۔ تم بھی کافر بن جاؤ۔ پھر تم دونوں برابر ہو جاؤ۔ پس ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔ پس اگر وہ اعراض کریں تو انہیں پکڑو اور جہاں بھی پاؤ۔ انہیں قتل کرو اور کسی کو رفیق اور مددگار نہ ٹھہراؤ۔'' (۸۹)

۵ قتل عمد کی سزا:

دسویں رکوع میں مؤمن کے قتل عمد کی سزا بتائی گئی ہے اور اس کے لیے انتہائی سخت لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ فرمایا گیا:

''جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔ اس کی سزا جہنم ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے

اللہ نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔(۹۳)

ظاہری معنیٰ مراد نہیں:

اس آیت سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومن کو قتل کرنے والا اگرچہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو وہ دائمی عذاب کا مستحق ہے۔ لیکن بالاتفاق یہ ظاہری معنیٰ مراد نہیں ہے۔ دائمی عذاب کا مستحق صرف وہ شخص ہوگا جو مسلمان کے قتل کو حلال سمجھے گا۔ کیونکہ ایسا سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

◆ جہاد کی اہمیت۔ مجاہدین کی فضیلت:

قتل عمد کی سزا بیان کرنے کے بعد دوبارہ جہاد کی اہمیت اور مجاہدین کی فضیلت بتائی گئی ہے اور واضح طور پر بتایا گیا ہے:

① کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے

② اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔

یہ جو بار بار جہاد کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔ اگر امت جہاد سے کنارہ کشی کرے گی تو اسے ذلت اور رسوائی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

◆ ہجرت بھی جہاد کی قسم ہے:

جہاد کے ساتھ ساتھ ہجرت کا بھی ذکر ہے۔ کیونکہ ہجرت بھی جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ چنانچہ گیارہویں رکوع میں فرمایا گیا ہے:

"کہ جو شخص قدرت کے باوجود دارالکفر سے دارالسلام کی طرف ہجرت نہیں کرے گا اور اس حالت میں اسے موت آجائے گی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے"۔(۹۷)

حمزہ بن قیس:

بعض روایات میں ہے کہ جب آیات ہجرت نازل ہوئیں تو حضرت حمزہ بن

قیس رضی اللہ عنہ جو کہ سخت علیل تھے وہ پریشان ہو گئے چلنے پھرنے کے قابل تو تھے نہیں۔ اپنے بیٹوں سے کہا:

''کہ مجھے چارپائی پر ڈال کر مدینہ منورہ لے چلو میں مکہ میں ایک رات بھی نہیں گزاروں گا۔''

انہیں چارپائی پر ڈال کر مدینہ لے جانے لگے۔ لیکن مکہ سے نکلتے ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرکے گھر سے نکل جائے۔ پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو چکا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (۱۰۰)

۸ صلوٰۃ خوف، صلوٰۃ مسافر:

چونکہ ہجرت و جہاد میں خوف و خطر کا سامنا بھی ہوتا ہے۔ اس لیے بارہویں رکوع میں صلوٰۃ خوف اور صلوٰۃ مسافر کا ذکر ہے۔

یہودی پر چوری کا بہتان:

تیرھویں رکوع میں اس مشہور واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کے مطابق ایک شخص نے چوری کرنے کے بعد ایک یہودی پر بہتان لگادیا۔ اس نے اور اس کے اقرباء نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے حضور اکرم ﷺ کو متاثر کرلیا۔

حضور ﷺ کو تنبیہ:

قریب تھا کہ حضور ﷺ اس یہودی کے خلاف فیصلہ فرمادیتے کہ اللہ پاک نے یہ آیات نازل فرمائیں اور آپ ﷺ کو ایسے لوگوں کا ساتھ دینے اور ان کی وکالت کرنے سے منع فرمایا۔ ارشاد باری ہے:

''آپ (ﷺ) دغا بازوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والے نہ بنیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (۱۰۵،۱۰۶)

عدل وانصاف کی تاریخ میں:

یہ آیات اور یہ واقعہ عدل وانصاف کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے کہ ایک یہودی اور مسلمان (منافق) کے تنازع میں جب آپ ﷺ کا میلان مسلمان کی طرف ہوا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو نہ صرف تنبیہ کی گئی۔ بلکہ اس تنبیہ کا قیامت تک کے لیے قرآن میں ذکر کردیا گیا۔

چور بھاگ گیا اور مرتد ہوگیا:

ان آیات کے نزول کے بعد یہ شخص جس نے چوری کی تھی مکہ بھاگ گیا اور مرتد ہوگیا۔ اس لیے پندرھویں رکوع میں یہ بتایا گیا ہے:

"کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا جرم کفر وشرک ہے اور جس کا کفر وشرک پر انتقال ہوجائے۔ اس کی مغفرت کی کوئی صورت نہیں"۔ (۱۱۶)

۹ انسان کی سرکشی:

اس کے بعد متعدد آیات میں انسان کی سرکشی کا سبب بتلایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ کے مقابلے میں شیطان کی اطاعت کرتا ہے اور وہ اس کو ہدایت کے راستے سے بہت دور لے جاتا ہے۔

۱۰ ابراہیم علیہ السلام کی اتباع:

پھر ابو الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور یہ کہ ہدایت اسی کو ملے گی۔ جو ان کے راستے کی اتباع کرے گا۔

۱۱ میاں بیوی کا اختلاف:

سولہویں رکوع میں دوبارہ عورتوں کا تذکرہ ہے جس میں ان پر ظلم کرنے اور ان کے حقوق غصب کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ کہ اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہوجائے تو انہیں آپس میں صلح کرلینی چاہیے کہ صلح ہی سب سے اچھا راستہ ہے۔

⑩ منافقین کو عذاب کی وعید:

پانچویں پارہ کے آخری رکوع میں دوبارہ منافقین کی مذمت ہے اور انہیں سخت ترین عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

❀......❀......❀

فہرست پارہ ۶

پارہ ۶

ظالم کی مذمت:

پانچویں پارہ کے آخر میں منافقوں کی مذمت تھی اور انہیں سخت ترین عذاب کی وعید سنائی گئی تھی۔ اس لیے چھٹے پارہ کے شروع میں یہ بتایا گیا کہ اللہ بری باتوں کے اظہار کو پسند نہیں کرتا۔ مگر ضرر کا خطرہ ہو یا جو ظالم ہو اس کی مذمت کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا اس پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ نے منافقین کی پردہ دری کیوں کی ہے۔

اس کے علاوہ جو اہم مضامین اس پارہ میں مذکور ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱ یہود کے جرائم:

منافقین کی مذمت کے بعد یہود کے جرائم کا تذکرہ ہے۔ اس لیے کہ کفر و ضلال میں وہ بھی منافقین کے بھائی تھے۔

ان کے جرائم میں سے ایک جرم یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی اور انہیں باعزت طریقے سے آسمانوں پر اٹھالیا۔ (۱۵۸)

۲ عقیدۂ تثلیث:

یہود کے بعد اہل کتاب کے دوسرے گروہ یعنی نصاریٰ کا تذکرہ ہے۔ جن کا ایک انتہائی غلط عقیدہ یہ تھا کہ خدا ایک نہیں۔ بلکہ تین اقنوم سے مرکب ہے۔ یعنی باپ' بیٹا اور روح القدس۔

نصاریٰ کو سمجھایا گیا ہے کہ تم اپنے دین میں غلو نہ کرو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے اصل مقام سے نہ بڑھاؤ اور یہ مت کہو کہ خدا تین ہیں۔ (۱۷۱)

عبدیت میں ہتک نہیں:

پھر جبکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور عبودیت میں اپنی

کوئی ہتک محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ عزت محسوس کرتے ہیں تو تم کون ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ٹھہرانے والے۔ (۱۷۲)

۳ قریبی ورثاء کے حقوق:

سورہ نساء کے اختتام پر دوبارہ اس مضمون کا اعادہ ہے جو اس سورت کے شروع میں بیان ہوا تھا۔ یعنی عورتوں کے معاملے کی رعایت اور قریبی ورثاء کے حقوق کا خیال (۱۷۶)

[ترتیبی نمبر ۵] سورہ مائدہ [نزولی نمبر ۱۱۲]

مدنی سورت: سورۃ المائدہ مدنی سورت ہے۔

آیات: اور اس میں ایک سو بیس آیات اور ۱۶ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس میں مائدہ (دستر خوان) کا قصہ مذکور ہے۔ اس لیے اس کا نام مائدہ رکھ دیا گیا ہے۔ آیات نمبر ۱۱۲ تا ۱۱۵۔

نزول:

یہ سورت ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئی۔

آخری سورت:

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

''کہ نزول کے اعتبار سے سورۂ مائدہ آخری سورت ہے۔''

حلال وحرام:

اس سورت میں حلال وحرام کے متعدد احکام اور تین قصے بیان کیے گئے ہیں۔

تکمیل دین کا اعلان:

① اس سورت کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں وہ آیت کریمہ بھی ہے۔ جو حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس آیت میں تکمیل دین کا اعلان کیا گیا ہے۔

② یہ وہ آیت ہے جس کے بارے میں ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا:

''اے امیر المومنین! اگر یہ آیت ہمارے اوپر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو ''یوم عید'' قرار دے دیتے۔''

③ آپ نے جواب میں فرمایا:

''میں اس دن کو بھی جانتا ہوں اور اس گھڑی کو بھی جانتا ہوں جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ عرفہ کی شام اور جمعہ کا دن تھا' گویا اس دن ہماری دو عیدیں تھیں۔''

اس سورت کا جو حصہ چھٹے پارے میں آیا ہے۔ اس میں جو اہم مضامین بیان ہوئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

① عہد اور عقد:

اس سورت کی ابتداء میں اہل ایمان کو ہر جائز عہد اور عقد کے پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

① خواہ وہ عہد و عقد انسان اور رب کے درمیان ہو۔

② یا انسان اور دوسرے انسان کے درمیان ہو۔

گویا یہ آیت ان احکام کو بھی شامل ہے۔ جو اللہ نے بندوں پر فرض کیے ہیں اور بیع و شراء' شرکت' اجارہ' نکاح اور قسم جیسے تمام عقود کو بھی شامل ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے عقود اور عہود کو کتنی اہمیت دی ہے۔

۴ اعلان حرمت:

کھانے پینے کی بہت ساری ایسی چیزوں کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے۔ جنہیں زمانہ جاہلیت میں حلال سمجھا جاتا تھا۔

حرمت کی حکمت:

کیونکہ ان چیزوں کے کھانے میں:

۱ صحت وجسم کا بھی نقصان ہے'

۲ فکر ونظر'

۳ اور دین واخلاق کا بھی نقصان ہے۔

حرام چیزیں:

مثلاً:

۱ مردار' ۲ بہنے والا خون' ۳ خنزیر کا گوشت اور ۴ وہ جانور جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔

اضطرار کی حالت میں اجازت:

البتہ اضطرار کی صورت میں جبکہ جان کو خطرہ لاحق ہو ان کا کھانا جائز ہے۔

پاکیزہ چیزیں حلال:

ان نجس چیزوں کے علاوہ باقی طیبات اور پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ (۳۔۴)

۴ اللہ کا فضل وانعام اور احسان:

حلال اور حرام کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے اس فضل و انعام اور احسان کا ذکر کیا ہے:

۱ کہ اللہ نے انہیں وضو اور غسل کے ذریعے ظاہر و باطن کے اعتبار سے پاک کیا

ہے۔ تاکہ وہ روحانی طور پر اللہ کے ساتھ مناجات کے لیے تیار ہوسکیں۔

- بندوں پر اللہ کے فضل واحسان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پانی کے استعمال کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔(۶)

اسلامی شریعت' آسان شریعت:

کیونکہ اسلامی شریعت آسان شریعت ہے۔ اس میں قدم قدم پر بندوں کی مجبوریوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اس پارہ کے چھٹے رکوع میں فرمایا گیا ہے۔

"اللہ تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کردے اور تمہارے اوپر احسان پورا کردے۔ تاکہ تم شکر کرنے والے بن جاؤ۔"(۶)

۴ یہود کی بزدلی' فتنہ وفساد' سرکشی اور تکبر:

اس پارہ کے ساتویں رکوع میں یہود کی بزدلی' ان کے فتنہ وفساد' سرکشی اور تکبر کا بیان ہے۔

یہ اوصاف بیان کرنے کا مقصد:

ان اوصاف کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو ان خرابیوں میں مبتلا ہونے سے بچا کر رکھیں۔

نصاریٰ کا عہد توڑنا:

یہود کے ساتھ ساتھ نصاریٰ کے احوال بھی بتلائے گئے ہیں۔ ان سے بھی اللہ کے حکموں پر قائم رہنے کا وعدہ لیا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے اللہ کے عہد کو توڑ دیا۔ جس کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں میں بغض وعداوت ڈال دی۔

اللہ کا محبوب ہونے کا دعویٰ:

باوجودیکہ یہ دونوں گروہ بہت ساری اعتقادی' عملی اور اخلاقی خرابیوں میں مبتلا تھے۔ پھر بھی یہ دعویٰ کرتے تھے:

”کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں“

اس دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

”کہ اگر واقعی تم اللہ کے محبوب ہو تو وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے“ (۱۸)

دعوت دین حق:

اس مذمت اور تردید کے بعد انہیں دین حق اور خاتم الانبیاء علیہ السلام پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

⑤ فلسطین میں داخلے کا حکم:

آٹھویں رکوع میں یہ بتایا گیا ہے:

- ① کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے یہود کو اللہ کے احسانات یاد کرنے کا حکم دیا۔
- ② پھر انہیں ارض مقدس (فلسطین) میں داخل ہونے کی ترغیب دی۔

یہود کا صاف جواب:

لیکن ان بدبختوں نے اس ترغیب کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانا شروع کر دیا اور کہا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! ہم تو اس ملک میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہاں سے عمالقہ نہیں نکل جاتے۔ لہٰذا تم اور تمہارا رب جا کر لڑو۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ (۲۴)

⑥ ہابیل قابیل کا قصہ:

بنی اسرائیل کی سرکشی اور نافرمانی کے تذکرہ کے بعد نویں رکوع میں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔ جس کے مطابق قابیل نے حسد کی بناء پر اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔

یہی حسد یہودیوں کے اندر بھی پایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا انکار کیا۔

⑦ ڈاکوؤں، باغیوں اور فسادیوں کی سزا:

اسی قصہ کی مناسبت سے ڈاکوؤں، باغیوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کی سزا ذکر کی گئی ہے:

① یعنی کسی کو سولی دی جائے۔
② کسی کو قتل کیا جائے۔
③ اور کسی کے ہاتھ پاؤں الٹی جانب سے کاٹ دیے جائیں۔ (۳۳)

چور کی سزا:

پھر دسویں رکوع میں چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔

کیونکہ یہ ملک کے امن و تحفظ کے لیے خطرہ بنتے ہیں۔ لہٰذا ان کو ایسی سزا دینا ضروری ہے۔ جس سے دوسرے عبرت حاصل کریں۔

اسلامی قوانین اور حدود کے نفاذ کی دعوت:

یہاں یہ حقیقت پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اسلام انسان کی جان، عزت اور مال کی حفاظت کو بڑی اہمیت دیتا ہے اور ان کے لیے خطرہ بننے والوں کے لیے ایسی عبرت ناک سزائیں تجویز کرتا ہے کہ ان کا تصور ہی انسان کو جرم کے ارتکاب سے روک دے اور ایسے لوگوں کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملے جو اجتماعی امن کے لیے خطرہ ثابت ہوں۔ چند ہاتھ کٹنے سے لاکھوں انسانوں کو اگر امن اور سکون میسر آجاتا ہے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں۔

آج کی دنیا جو کہ جرائم کی کثرت کی وجہ سے جہنم کا نمونہ بن چکی ہے۔ چیخ چیخ کر اسلامی قوانین اور حدود کے نفاذ کی دعوت دے رہی ہے۔

۸ فسادیوں کا تذکرہ:

ڈاکہ زنی' چوری اور فساد کے احکام بیان کرنے کے بعد فسادیوں کے دو بڑے گروہوں کا تذکرہ ہے۔ یعنی منافقین اور یہود۔

پہلے گروہ کا ذکر اختصار کے ساتھ ہے اور دوسرے گروہ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

فرمایا گیا:

منافقین کا کفر:

۱ ''اے رسول! آپ (ﷺ) کو وہ لوگ غم میں نہ ڈالیں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ان کے دل مسلمان نہیں۔''

یہود کا جھوٹ:

۲ یہود:

اور وہ جو یہودی ہیں۔ یہ جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں اور ایک دوسری جماعت کے جاسوس ہیں۔ جو آپ کے پاس نہیں آئی۔'' (۴۱)

۳ نصاریٰ کی گمراہی:

یہود کے ساتھ ساتھ نصاریٰ کی گمراہی کا بھی بیان ہے اور بتلایا گیا ہے کہ ان کو تورات اور انجیل دی گئی تھی لیکن انہوں نے ان کتابوں کے مطابق اپنے فیصلے نہ کیے۔

۹ قرآن کا تذکرہ:

تورات اور انجیل کے ذکر کے بعد قرآن کا تذکرہ ہے جو کہ ہدایت اور گمراہی میں فرق کرنے والا ہے اور یہی کتابوں کا محافظ ہے۔

عقائد' عبادات' معاملات اور اخلاق سے تعلق رکھنے والی کوئی ایسی نصیحت اور کوئی ایسا کام نہیں جو انسانیت کی فلاح کے لیے ضروری ہو اور کتب سابقہ میں تو ہو مگر قرآن

میں نہ ہو۔

⑩ یہود و نصاریٰ سے قلبی دوستی:

اس کے بعد مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے ساتھ قلبی دوستی لگانے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ وہ امت اسلامیہ کے سخت ترین دشمن ہیں۔ فرمایا گیا:

"اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔" (۵۱)

⑪ عالم اسلام کے حکمرانوں کے لیے لمحہ فکریہ:

قرآن کریم کی صداقت کا زندہ معجزہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آپس کے شدید مذہبی اور سیاسی اختلافات کے باوجود یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے مقابلے میں متحد ہیں۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ عالم اسلام کے حکمران قرآن حکیم کی واضح ہدایات کے باوجود یہود و نصاریٰ سے پینگیں بڑھاتے ہیں اور ان کے اشاروں پر "بنیاد پرست" مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھاتے ہیں۔

⑫ کفار کی دوستی میں ارتداد کا خطرہ:

کفار کے ساتھ جب قلبی دوستی لگائی جائے گی تو ارتداد کا بھی خطرہ رہے گا اس لیے اگلی آیات میں مسلمانوں کو ارتداد سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

کیونکہ ارتداد سے سارے اعمال باطل اور ضائع ہو جاتے ہیں اور انسان پر ہمیشہ کے لیے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔

اللہ کا دین تمہارا محتاج نہیں:

ساتھ ہی یہ بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اللہ کا دین تمہارا محتاج نہیں۔ اگر تم مرتد ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر لوگوں کو دین کی خدمت کے لیے کھڑا کر دے گا۔ فرمایا:

''اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگوں کو پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ کشایش والا اور جاننے والا ہے۔'' (۵۴)

۳ کفار کی دوستی کی قباحت:

یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ سچے اہل ایمان سے دوستی لگانے کا حکم دیا گیا ہے۔

کفار کی دوستی کی قباحت کو واضح کرنے کے لیے مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ اسلام کے شعائر کا مذاق اڑاتے ہیں اس لیے ان کے ساتھ دوستی کسی طور پر بھی جائز نہیں۔

اسلام اور قرآن کو جھٹلایا:

یہود و نصاریٰ کی گمراہیوں میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسلام اور قرآن کو جھٹلایا۔

عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ٹھہرایا:

اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ٹھہرایا۔ جیسا کہ چھٹے پارے کے چودھویں رکوع میں فرمایا:

''بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ وہ تین میں سے تیسرا تھا۔''

قرآن نے ان کے غلط نظریہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

''مسیح ابن مریم اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے ہیں۔'' (۷۵)

ظاہر ہے کہ جو کھائے گا وہ فضلہ نکالنے کا بھی محتاج ہوگا اور جو محتاج ہے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

۱۴ دین میں ناحق غلو:

یہود و نصاریٰ دونوں کو دین میں ناحق غلو کرنے اور خواہشات کی اتباع کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ غلو اکثر گمراہی کا سبب بنتا ہے۔

۱۵ یہود پر اللہ کی لعنت کا سبب:

چھٹے پارے کے آخری رکوع میں یہود پر اللہ کی لعنت کا سبب بتلایا ہے وہ یہ کہ:

۱ ''وہ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے۔

۲ اور حد سے تجاوز کر جاتے تھے۔

۳ اور ایک دوسرے کو برے کاموں سے منع نہیں کرتے تھے۔

یہود اور اوامر ونواہی:

یہ سبب ذکر کر کے اصل میں امت اسلامیہ کو سمجھایا گیا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں وگرنہ ان پر بھی ویسے ہی اللہ کی لعنت ہوسکتی ہے جیسا کہ بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔

یہود کے علماء کا حال:

اور یہ بات خود نبی کریم ﷺ نے ایک روایت میں ارشاد فرمائی ہے۔ ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جب بنی اسرائیل معاصی میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے انہیں منع کیا مگر وہ باز نہ آئے تو ان کے علماء ان کی مجلسوں میں بیٹھتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے بھی رہے چنانچہ اللہ نے ان سب کے دلوں کو ایک جیسا کر دیا۔

داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت:

اور داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت فرمائی یہ اس لیے کہ

وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کر جاتے تھے۔

نہ ایمان کامل، نہ عذاب سے نجات:

رسول اکرم ﷺ پہلے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ مگر یہ فرماتے ہوئے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے نہ تمہارا ایمان کامل ہو سکتا ہے اور نہ ہی تم اللہ کے عذاب سے نجات پا سکتے ہو۔ جب تک کہ تم لوگوں کو (حق کی دعوت نہ دو اور) حق قبول کرنے پر آمادہ نہ کرو (اور انہیں ظلم اور معاصی سے منع نہ کرو)۔ (ترمذی)

﴿۱۹﴾ مسلمانوں کے سخت دشمن:

آخری آیت میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے سب سے سخت دشمن یہود اور مشرکین ہیں اور قرآن کے اس دعویٰ پر یہود کی پوری تاریخ گواہ ہے۔

مسخ شدہ عیسائیت:

البتہ جو واقعی اور حقیقی نصاریٰ ہیں۔ وہ مسلمانوں کے لیے اپنے دلوں میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ آج ہمیں جن نصاریٰ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ وہ حقیقت میں وہ نصاریٰ نہیں ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہیں۔ ان کی اکثریت تو فکر و عمل کے اعتبار سے یہود کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ بے شمار ایسے ہیں جو ملحد اور بے دین ہیں۔ صرف نام کے عیسائی ہیں۔ باقی جو بچتے ہیں وہ مسخ شدہ عیسائیت پر عمل پیرا ہیں۔ ''نصرانیت'' کہیں بھی نہیں ہے۔

فہرست پارہ ۷

پارہ ۷

حقیقی نصاریٰ:

چھٹے پارے کی آخری آیت میں بتایا گیا تھا کہ جو حقیقی نصاریٰ ہیں وہ اپنے دلوں میں مسلمانوں کے لیے قدرے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔

حبشہ کے نصاریٰ:

اب ساتویں پارہ کے شروع میں بھی بعض نصاریٰ ہی کا ذکر ہے جو قرآن سن کر اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ پاتے اور بے اختیار ان کی آنکھیں چھلکنے لگتی ہیں۔ (۸۳-۸۵)

یہ آیت حبشہ کے ان نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ جن کے ملک میں مسلمان ہجرت کر کے گئے تھے۔ انہوں نے جب مسلمانوں کی زبان سے قرآن سنا تو روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں اور ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں کی رم جھم سے تر ہو گئیں۔

اللہ کے کلام کی تاثیر:

اصل میں اللہ کے کلام میں تاثیر ہی ایسی ہے کہ اگر ایسے دل اسے سنیں جو بغض اور کینہ سے خالی اور خوف و خشیت سے معمور ہوں تو جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو چھلک ہی پڑتے ہیں۔

شرعی مسائل:

حقیقی نصاریٰ کے کلام اللہ سے متاثر ہونے اور رونے دھونے کا حال بتانے کے بعد شرعی مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔ کیونکہ سورۂ مائدہ مدنی سورت ہے۔

① عقائد سے بحث:

جیسے مکی سورتوں میں عام طور پر عقائد سے بحث ہوتی ہے۔

◆ شرعی امور سے بحث:

یونہی مدنی سورتوں میں کہیں تفصیل کے ساتھ اور کہیں اختصار کے ساتھ تشریعی امور سے بحث ہوتی ہے۔

یہاں جو مسائل واحکام ذکر کیے گئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱ حلال وحرام کا اختیار:

کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جن پاکیزہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے تم نہ تو انہیں حرام سمجھو اور نہ ہی ان کے استعمال سے احتراز کرو۔ (۸۸،۸۷)

اعتدال کا دین:

اصل میں اسلام اعتدال کا دین ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط' نہ غلو اور نہ ہی کمی کوتاہی۔ اس لیے اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ پاکیزہ چیزوں کے استعمال سے اجتناب کو تقویٰ اور کمال کا سبب سمجھا جائے اور نہ ہی اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ حرام اور حلال کے فرق ہی کو اٹھا دیا جائے اور بے دریغ ایسی چیزوں کا استعمال شروع کر دیا جائے جنہیں اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

۲ لغو قسم:

لغو قسم پر کوئی دنیوی مواخذہ نہیں۔ (۸۹)

لغو قسم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اپنے خیال کے مطابق سچی قسم کھائے حالانکہ وہ کام اس کے گمان کے خلاف تھا۔

قسم پر کفارہ اور مواخذہ:

البتہ ایسی قسموں پر کفارہ کی صورت میں مواخذہ ہوگا جو مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کھائی جائیں اور پھر انہیں پورا نہ کیا جائے۔

۳ شیطانی عمل:

شراب، جوا، بت اور پانسے قطعی حرام اور شیطانی عمل ہیں۔ ان کے ذریعے شیطان مومنوں کے دلوں میں بغض و عداوت کے بیج بوتا ہے اور انہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دیتا ہے۔ (۹۰۔۹۲)

۴ احرام کی حالت میں شکار:

- ۱ احرام کی حالت میں خشکی کا شکار جائز نہیں۔
- ۲ البتہ سمندر اور دریا میں رہنے والے جانوروں کا شکار حالت احرام میں بھی جائز ہے۔ (۹۴۔۹۶)

۵ بیت الحرام، شہر حرام:

احرام کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے بیت الحرام یعنی کعبہ اور شہر حرام کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

یہ کعبہ کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے گرد و پیش کے علاقے کو حرام قرار دیا ہے۔

حرمت اور امن:

اس کی حرمت اور امن کا اندازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

> ”اگر میں اپنے والد خطاب کے قاتل کو بھی حرم میں دیکھ لوں تو اس وقت تک اس پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا جب تک کہ وہ حرم کی حدود سے باہر نہ نکل جائے۔“

۶ مشرکین کے حرام کردہ جانور:

زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے بہت سارے جانور بزعم خویش حرام قرار دے رکھے تھے اور ان کے لیے مخصوص نام بھی تجویز کر رکھے تھے۔ مثال کے طور پر:

سائبہ' بحیرہ' وصیلہ اور حام۔

آیت نمبر ۱۰۳ میں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ یہ مشرکین کا جھوٹ اور افتراء ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی بھی جانور کو حرام قرار نہیں دیا۔

7 وصیت اور گواہ:

جب کسی انسان کو موت کی آہٹ محسوس ہونے لگے تو اسے چاہیے کہ وہ قابل وصیت امور کے بارے میں وصیت کر جائے۔ اس وصیت پر دو قابل اعتماد شخصوں کو گواہ بنا لیا جائے تاکہ کل کلاں اگر اختلاف ہوجائے تو ان کی گواہی کی روشنی میں فیصلہ کیا جاسکے۔ (۱۰۶۔۱۰۸)

8 قیامت کے دن کا منظر:

حلال وحرام کے ان مسائل کے بعد قیامت کے دن کی منظر کشی کی گئی ہے۔ جب تمام رسولوں کو جمع کر کے ان سے سوال کیا جائے گا کہ جب تم نے میرا پیغام میرے بندوں تک پہنچایا تو تمہیں کیا جواب دیا گیا۔

حضرت مسیح پر اللہ کے احسانات:

انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سوال و جواب کے تناظر میں حضرت مسیح علیہ السلام کا خاص طور پر تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سیدنا مسیح علیہ السلام کو اپنے احسانات یاد دلائے گا۔

''مائدہ'' والا قصہ:

ان احسانات میں ''مائدہ'' والا قصہ بھی مذکور ہے کہ جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ آپ اللہ سے درخواست کریں کہ وہ ہمارے لیے آسمان سے ''مائدہ'' نازل فرمائے۔ یعنی ایسا دستر خوان جس میں کھانے پینے کی مختلف آسمانی نعمتیں سجی ہوئی ہوں۔

سورت کا نام:

اسی قصہ کے حوالے سے اس سورت کا نام "مائدۃ" رکھا گیا ہے۔

اللہ کا سوال:

اپنے چند احسانات گنوانے کے بعد اللہ تعالیٰ سوال کرے گا:

"اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سوا معبود ٹھہراؤ۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ جلال میں عرض کریں گے:

"تو پاک ہے میرے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق ہی نہیں تھا۔"

پھر عرض کریں گے کہ:

"میں نے تو انہیں ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا تھا۔ اگر انہوں نے میرے حکم کی نافرمانی کی ہے تو آپ کو اختیار ہے چاہیں تو انہیں سزا دیں اور چاہیں تو معاف کر دیں۔" (۱۱۶۔۱۱۸)

قیامت کے دن کی منظر کشی اور اللہ کی ہمہ گیر سلطنت کے تذکرہ پر سورۂ مائدہ اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔

[ترتیبی نمبر ۶] سورہ انعام [نزولی نمبر ۵۵]

سورہ مائدہ کے بعد ساتویں پارہ کے دوسرے پاؤ سے سورۂ انعام کا آغاز ہوتا ہے۔

آیات: اس سورت میں ایک سو پینسٹھ آیات اور بیس رکوع ہیں۔

مکی سورت: یہ مکی سورت ہے۔ مکی سورتوں میں عام طور پر تین بنیادی عقائد

سے بحث کی جاتی ہے۔ یعنی:

توحید' رسالت اور آخرت

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس میں چوپاؤں کا ذکر آیا ہے۔ اس لیے اس سورت کو سورۂ انعام کہتے ہیں: ملاحظہ فرمائیں مندرجہ ذیل آیات:

آیت ۱۳۶' ۱۳۸ اور ۱۳۹' ۱۴۲

مشرکین کے غلط عقائد کی تردید:

اس سورت کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مشرکین کے غلط عقائد کی تردید کے لیے تقریر اور تلقین دونوں اسلوب اختیار کیے گئے ہیں۔

اسلوب تقریر:

اسلوب تقریر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت وعظمت کے دلائل کو ایسے مسلم اصولوں کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے کہ ان کا انکار ایسا انسان کر ہی نہیں کرسکتا جسے اللہ تعالیٰ نے قلب سلیم اور عقل صحیح سے نوازا ہو۔

توحید اور قدرت کے دعوے:

آپ اس سورت کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو وقفے وقفے سے ایسی آیات ملیں گی جن میں:

① ارض وسما میں اللہ کے موجود ہونے'

② بندوں پر اس کے غلبے'

③ اور ظاہر وباطن کا عالم ہونے کا یوں ذکر کیا گیا ہے۔

گویا ان دعاوی کو مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں اور یہ دعوے ایسے ہرگز نہیں کہ ان کے ثبوت کے دلائل دیے جائیں یا زیادہ مغز ماری کی جائے بلکہ صاحب نظر انسان

کائنات پر ایک نظر ڈالتا ہے تو وہ اللہ کے وجود اس کی عظمت و کبریائی اور غلبے اور قدرت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہتا۔ درج ذیل آیات میں اسی اسلوب کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

آیت نمبر ۱:

''آسمان اور زمین میں وہی ایک اللہ ہے۔ تمہاری پوشیدہ اور ظاہری باتیں سب جانتا ہے اور تم جو عمل کرتے ہو سب سے واقف ہے۔'' (۳)

آیت نمبر ۲:

''اور وہی تو ہے جو رات کو نیند کی حالت میں تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کی خبر رکھتا ہے۔'' (۶۰)

آیت نمبر ۳:

''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان مقرر کیے رکھتا ہے۔'' (۶۱)

اسلوب تلقین (یقین):

اسلوب یقین کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول امی (ﷺ) کو ایسے دلائل سکھاتا ہے۔ جن کا منکرین کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا اور وہ شرمندگی اور سرافگندگی پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ اسلوب عام طور پر سوال جواب کی شکل میں ہوتا ہے۔

مشرکین سے سوال:

مثال کے طور پر آیت نمبر ۱۲ میں ہے:

پہلا سوال:

''آپ (ﷺ) ان سے سوال کیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے یہ کس کا ہے؟''

ظاہر ہے کہ دل سے تو مشرکین بھی تسلیم کرتے تھے کہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔

لیکن زبان سے اعتراف کرنے میں انہیں حجاب ہوتا تھا۔ اس لیے فرمایا گیا کہ آپ خود ہی جواب دیجیے کہ:

جواب:

''سب کچھ اللہ ہی کا ہے''۔ (۱۲)

دوسرا سوال:

اور آیت نمبر ۱۹ میں ہے:

''ان سے پوچھو کہ سب سے بڑھ کر کس کی شہادت ہے؟

کہہ دیجیے کہ:

جواب:

اللہ ہی میرے درمیان اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔'' (۱۹)

تقریر اور تلقین کے یہ دونوں اسلوب سورۂ انعام میں پہلو بہ پہلو چلتے ہیں۔

توحید ورسالت:

اس سورت کی ابتداء اللہ کی حمد وثناء اور عظمت اور توحید سے ہوتی ہے۔ توحید کے ساتھ رسالت کا ذکر بھی ضروری ہے۔

منکرین کی عادت:

منکرین کی عادت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو بھی دلائل و براہین ان کے سامنے پیش کرتے ہیں یہ ان سے اعراض کرتے ہیں اور جواب میں کٹ حجتی کے طور پر کہتے ہیں کہ اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟

بعث و جزا:

توحید ورسالت کے بعد بعث و جزا کا ذکر ہے فرمایا گیا کہ:

''تمہیں اللہ قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔''

(۱۶)

یہ تینوں مضامین سورۂ انعام میں ادل بدل کر تلقین اور تقریر کے اسلوب سے چلتے جاتے ہیں یہاں تک کہ بات ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام تک جا پہنچتی ہے۔

شرک میں ڈوبی ہوئی دنیا میں روشن مینار:

اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ حضرت خلیل علیہ السلام شرک میں ڈوبی ہوئی دنیا میں روشن مینار تھے۔ انہوں نے جب سورج' چاند' ستاروں اور ہاتھوں سے بنائے گئے اصنام کو معبود تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور رب واحد کی کبریائی پر ایمان کا اعلان کیا تو انہیں سب سے پہلے اپنے والد ہی کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر انہوں نے اس مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی اور دعوت توحید کا سلسلہ جاری رکھا۔ (۷۴تا۸۱)

اٹھارہ انبیاء:

یہی دعوت دوسرے انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنے اپنے زمانے میں دی۔ سورۂ انعام میں ان انبیاء میں سے اٹھارہ کے نام مذکور ہیں۔ (۸۴۔۸۷)

ان سب کو وحی سے مشرف کیا گیا۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے۔ لیکن ان کے نام قرآن میں مذکور نہیں۔

اللہ کی ذات وصفات اور افعال کی معرفت:

وحی اور نبوت کے بعد دوبارہ ایسے دلائل ذکر کیے گئے ہیں جو خالق کے وجود' اس کے علم' قدرت اور حکمت کے کمال پر دلالت کرتے ہیں۔ ان دلائل سے اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ مقصود اصلی اللہ کی ذات وصفات اور اس کے افعال کی معرفت ہے۔ لیکن مکہ کے کفار ان دلائل میں تو غور وفکر نہیں کرتے تھے۔ البتہ مختلف قسم کے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے کہ اگر ہمیں فلاں معجزہ دکھا دیا جائے تو ہم ایمان قبول کر لیں گے حالانکہ ان کی یہ باتیں زبانی جمع خرچ اور دفع الوقتی کے سوا کچھ نہ تھیں۔

کافر اور مومن کی نظر میں فرق:

حقیقت یہ ہے کہ صاحب طلب معجزہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔ وہ جدھر نظر اٹھاتا ہے۔ اللہ کے وجود اور قدرت کی نشانیاں واضح طور پر دکھائی دیتی ہیں۔ اس کائنات پر کافر بھی نظر ڈالتا ہے اور مومن بھی نظر ڈالتا ہے لیکن دونوں کے نظر ڈالنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

کافر:

کافر دیکھتا ہے تو اسے پوری کائنات مادی اسباب میں جکڑی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

مومن:

لیکن جب ایک مسلمان دیکھتا ہے تو اسے ہر چیز اور ہر مرحلے میں قدرت کی کار فرمائی نظر آتی ہے۔

مثال:

مثال کے طور پر جب وہ پھل کو دیکھتا ہے کہ:

① رنگ اور خوشبو ② چھوٹا اور بڑا ③ کھٹا اور میٹھا ہونے کے اعتبار سے کیسے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

ابتداء میں:

ابتداء میں کوئی کڑوا اور نمکین ہوتا ہے اور کوئی کھٹا یا پھیکا۔

آخر میں:

لیکن جوں جوں وہ پکتا جاتا ہے۔ اس میں مٹھاس اور لذت آتی جاتی ہے۔

مومن کی ایمانی نظر:

جب ایک مومن ایمانی نظر سے دیکھتا ہے اور غور و تدبر کرتا ہے تو بے ساختہ پکار

اٹھتا ہے۔ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ''۔

نباتات کا خاص طور پر ذکر:

اسی لیے یہاں زمین سے اگنے والی مختلف چیزوں اور پھلوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

''یہ چیزیں جب پھلتی ہیں تو ان کے پھلوں پر اور جب پکتی ہیں تو ان کے پکنے پر نظر کرو۔''

ان میں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں۔ اللہ کی قدرت کی بہت ساری نشانیاں ہیں۔'' (۹۹)

فہرست پارہ ۸

پارہ ۸

حسی معجزہ:

ساتویں پارہ کے آخر میں مشرکین کا یہ مطالبہ ذکر کیا گیا تھا کہ اگر ہمیں کوئی حسی معجزہ دکھایا جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔

معجزات طلب کرنے والے جھوٹے ہیں:

آٹھویں پارہ کے شروع میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں اگر ان کو حسی معجزات بھی دکھا دیے جائیں یہاں تک کہ قبروں سے مردے زندہ ہو کر ان سے باتیں کریں تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو تسلی:

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ (ﷺ) ان کی مخالفت، استہزاء اور انکار سے پریشان نہ ہوں ہر نبی کے ساتھ انسی اور جنی شیاطین نے ہمیشہ یہی رویہ اختیار کیا ہے۔ باقی آپ (ﷺ) کی نبوت کے اثبات کے لیے ان کے مطلوبہ معجزات کی کوئی ضرورت نہیں۔

سب سے بڑا معجزہ قرآن:

اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو متعدد معجزات سے نوازا ہے۔ جن میں سے سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے۔ لہٰذا یہ اس معجزہ کو دیکھنے اور سننے کے باوجود انکار کرتے ہیں تو آپ ﷺ پریشان نہ ہوں۔ کیونکہ زمین پر بسنے والے اکثر لوگوں کا یہی حال ہے کہ وہ ہدایت کو چھوڑتے ہیں اور گمراہی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ فرمایا:

''اور اگر آپ (ﷺ) اکثر لوگوں کی بات مانیں گے۔ جو دنیا میں ہیں تو وہ آپ (ﷺ) کو اللہ کی راہ سے دور کر دیں گے۔'' (۱۱۶)

مغربی جمہوریت رد کردی جائے گی:

اس آیت کریمہ سے مغربی جمہوریت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ مغربی جمہوریت میں اکثر کی رائے کا اعتبار ہے۔ خواہ وہ کتاب وسنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو جبکہ مسلمانوں کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ اگر پوری دنیا کے انسان کسی ایسی بات پر متفق ہوجائیں۔ جو کتاب وسنت کے واضح حکم کے خلاف ہو تو ان کے اتفاق کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور اسے رد کردیا جائے گا۔

اس کے بعد جو اہم مضامین اس سورت میں مذکور ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱ مومن کی مثال:

رکوع نمبر۲ کے آغاز میں فرمایا گیا کہ:

"مومن کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو زندہ ہے اور اسے ہم نے نور عطا کیا ہے"۔

کافر کی مثال:

"اور کافر کی مثال اس شخص جیسی ہے جو مردہ ہے اور تاریکیوں میں پھنسا ہوا ہے۔" (۱۲۲)

۲ ایمان اور ہدایت:

ایمان اور ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے اسے نوازتا ہے۔

۳ اعمال کی جزا یا سزا:

ہدایت یافتہ اور گمراہ فریقوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ اللہ ان سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا۔ پھر ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔ (۱۲۸۔۱۲۹)

مشرکین کی حماقتیں:

① اللہ اور شرکاء کا حصہ:

مشرکین کی مختلف حماقتوں میں سے ایک حماقت یہ ذکر کی گئی ہے کہ وہ زمین سے حاصل ہونے والے غلے اور چوپاؤں میں اللہ کا حصہ الگ کر لیتے تھے اور اپنے شرکاء کا حصہ الگ کر لیتے تھے۔ پھر جو ان کے شرکاء کا حصہ ہوتا تھا۔ اسے تو اللہ کے حصے میں نہیں ملنے دیتے تھے۔ لیکن جو اللہ کا حصہ ہوتا تھا۔ وہ اگر شرکاء کے حصے میں مل جاتا تو اسے برا نہیں سمجھتے تھے۔ (۱۳۶)

② بیٹیوں کا قتل:

ان کی دوسری حماقت یہ تھی کہ وہ اپنی بیٹیوں کو فقر یا عار کی وجہ سے قتل کر دیتے تھے۔ (۱۳۷)

حضور ﷺ کا عورت پر احسان:

عورت پر حضور اکرم ﷺ کے احسانات میں سے ایک بڑا احسان یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی زبان و عمل سے یہ سمجھایا کہ بیٹی کا وجود نہ تو باعث ننگ ہے اور نہ ہی فقر و غربت میں اضافے کا سبب۔

③ چوپاؤں میں نام نہاد تقسیم:

مشرکین کی تیسری حماقت قرآن نے یہ بتلائی کہ انہوں نے چوپاؤں کو مختلف قسموں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

① بعض وہ تھے جو کاہنوں اور مذہبی پیشواؤں کے لیے مخصوص تھے۔
② بعض وہ تھے کہ جن پر سوار ہونا اور ان سے کسی بھی طرح فائدہ اٹھانا جائز نہیں سمجھتے تھے۔
③ اور بعض وہ تھے جنہیں ذبح کرتے وقت اللہ کی بجائے بتوں کے نام ذکر کرتے

تھے۔(۱۳۸)

۴ مرد وعورت کے لیے الگ الگ حلال حرام:

ایک چوتھی حماقت یہ بتلائی گئی کہ:

چوپائے کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہوتا تھا۔

① اگر وہ زندہ پیدا ہوتا تو اسے مردوں کے لیے حلال سمجھتے تھے مگر عورتوں کے لیے حرام۔

② اور اگر وہ مردہ پیدا ہوتا تو اسے مرد اور عورت دونوں کے لیے حلال سمجھتے تھے۔ (۱۳۹)

حلال حرام کا اختیار:

مشرکین کی یہ حماقتیں بتانے کے بعد انہیں اللہ کی نعمتیں یاد دلائی گئیں کہ:

① وہی اللہ ہے جس نے باغات، زیتون اور انار جیسے مختلف پھل پیدا کیے ہیں۔

② وہی اللہ ہے جس نے بار برداری، گوشت اور دودھ کے حصول کے لیے چھوٹے اور بڑے جانور پیدا کیے۔

ان جانوروں اور کھانے پینے کی دوسری اشیاء میں تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے۔ وہ جس چیز کو چاہتا ہے حلال کرتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے حرام کرتا ہے۔

۵ دس وصیتیں:

مشرکین کے عقائد اور دعووں کی تردید کے بعد وہ مشہور آیات ہیں جن میں اللہ نے ایسی دس وصیتیں بیان فرمائی ہیں۔ جن پر ساری آسمانی شریعتیں متفق ہیں اور تمام ادیان ان پر عمل کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ ان پر عمل کرنے سے انسانی سعادت کی حفاظت ہوتی ہے اور اسے دنیا وآخرت میں عزت وکرامت کی وہ زندگی حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ انسان کو دینا چاہتا ہے۔

۱ پہلی وصیت یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔
۲ دوسری یہ کہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور انہیں اپنی زبان وعمل سے تکلیف نہ دی جائے۔
۳ تیسری یہ کہ اولاد کو فقر کے ڈر سے یا ننگ وعار کے خوف سے قتل نہ کیا جائے۔
۴ چوتھی یہ کہ ہر قسم کے فواحش اور برائیوں سے بچا جائے۔ خواہ وہ خفیہ ہوں یا علانیہ۔
۵ پانچویں یہ کہ انسان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔ یہ بدترین گناہ ہے۔
۶ چھٹی یہ کہ یتیم کے مال میں ناجائز تصرف نہ رکھا جائے۔
۷ ساتویں یہ کہ ناپ تول کو پورا کیا جائے۔
۸ آٹھویں یہ کہ سارے انسانوں کے درمیان عدل کو ملحوظ رکھا جائے خواہ کوئی اپنا قریبی ہو یا دشمن۔
۹ نویں یہ کہ اللہ کے عہد کو پورا کیا جائے۔
۱۰ دسویں یہ کہ صراط مستقیم ہی کی اتباع کی جائے اور مختلف راستوں پر چلنے سے احتراز کیا جائے۔

تمام افعال واعمال میں اخلاص:

یہ وصیتیں بیان کرنے کے بعد اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ (ﷺ) علی الاعلان کہہ دیجیے کہ مجھے اللہ نے دین حق کی ہدایت دی ہے یہی ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا اور یہ کہ میری نماز اور عبادات' سارے افعال واعمال خالص اللہ کے لیے ہیں۔ میں ان اعمال سے صرف اللہ کی رضا چاہتا ہوں۔ سورت کا اختتام اس بات پر ہوا کہ یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے یہ ابتلاء اور آزمائش کے لیے ہے تاکہ مومن وکافر اور نیک وبد میں فرق ہو جائے۔

[ترتیبی نمبر ۷] سورۃ الاعراف [نزولی نمبر ۳۹]

مکی سورت: یہ مکی سورت ہے۔ دوسری مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی تینوں بنیادی عقائد کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔

آیات: اس میں دو سو چھ (۲۰۶) آیات اور ۲۴ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورت میں اعراف کا ذکر ہے۔ جو کہ جنت اور جہنم کے درمیان ہے۔ اسی نسبت سے اس سورت کو سورۂ اعراف کہا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو آیات: (۴۶ تا ۴۹)

اللہ کی بڑی نعمتیں:

۱ دائمی معجزہ قرآن:

اس سورت کی ابتداء میں حضور اکرم ﷺ کے دائمی معجزہ یعنی قرآن کا ذکر ہے جو کہ سارے انسانوں کے لیے اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

۲ انسانیت میں بھائی بھائی:

اس سورت میں انسان کو اللہ کی اس نعمت کی طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے کہ اس نے سب انسانوں کو ایک ہی باپ سے پیدا کیا ہے تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور اس بات کو یاد رکھیں کہ وہ انسانیت میں بھائی بھائی ہیں۔

۳ انسان کی تکریم:

اسی طرح اس سورت میں انسان کو اللہ نے جو تکریم بخشی اس کا بھی ذکر ہے وہ یہ کہ:

① اللہ نے پہلے انسان کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔

② پھراس میں اپنی روح پھونکی۔

③ اور فرشتوں کو اس کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

شیطان کے مکروفریب سے بچنے کی تلقین:

اس قصہ کے ضمن میں شیطان کے مکروفریب سے بچنے کی بھی تلقین کی گئی ہے کیونکہ وہ ایسا مکار دشمن ہے جو انسان کی راہ کھوٹی کرنے کے لیے ہر راستے پر بیٹھا ہوا ہے اور انسان کے ساتھ ٹکراؤ کی جو ابتداء ابلیس کے انکار سجدہ سے ہوئی تھی اس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور خیر وشر اور حق و باطل کے درمیان کشمکش کسی نہ کسی انداز میں باقی رہے گی۔

چار بار ''یا بنی آدم'' کے صیغہ سے خطاب:

سورۂ اعراف کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مسلسل چار بار انسانوں کو ''یا بنی آدم'' کے صیغہ سے خطاب فرمایا ہے۔ یہ چار ندائیں سورۂ اعراف کے علاوہ کسی اور سورت میں نہیں ہیں۔

① پہلی ندا:

دسویں رکوع میں ہے۔ جس میں اللہ نے لباس کی نعمت کا ذکر کیا ہے۔ آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا گیا ہے۔

''اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا ہے۔ جو تمہارے ستر کو بھی چھپاتا ہے اور زینت کا بھی باعث ہے اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے۔''

② دوسری ندا:

دسویں رکوع کی آیت نمبر ۲۷ میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ ابلیس کے فتنہ سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''اے اولادِ آدم! کہیں شیطان تم کو بہکا نہ دے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا ان کے لباس اتروا دیے تاکہ انہیں ان کا ستر دکھادے۔''

۳ تیسری ندا:

دسویں رکوع کی آیت نمبر ۳۱ میں ہے جس میں فرمایا گیا ہے:

''اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت (کا لباس) لے لو اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔ بے شک اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔''

۴ چوتھی ندا:

گیارہویں رکوع کی آیت نمبر ۳۵ میں ہے جس میں فرمایا گیا:

''اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئیں جو تم کو میری آیات سنائیں تو جو تقویٰ اختیار کرلیں گے اور اپنی اصلاح کرلیں گے تو ایسوں پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

شیطان چالاک دشمن ہی نہیں مکار لومڑی ہے:

اولادِ آدم کو یہ بار بار خطاب انہیں شیطان کے وساوس اور مکاریوں سے بچانے کے لیے ہے۔ تاکہ انسان ملمع ساز باتیں سن کر دھوکا نہ کھا جائے کیونکہ وہ ایسا چالاک دشمن ہے جو بظاہر دوست کا لباس پہن کر آتا ہے اور ایسی مکار لومڑی ہے۔ جو اپنے آپ کو خیر خواہ کے روپ میں پیش کرتی ہے۔ اسے حق کو باطل اور باطل کو حق، شر کو خیر اور خیر کو شر بنا کر پیش کرنے کا فن آتا ہے۔ دنیا میں جو لوگ بھی یہ کام کر رہے ہیں۔ وہ حقیقت میں شیطان کے ایجنٹ ہیں۔

ابلیس لعین کا سب سے بڑا ہدف:

یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ پہلی تین ندائیں لباس کے بارے میں ہیں۔ ان

میں سے دوسری ندا میں یہ بتادیا گیا کہ ابلیس لعین نے حضرت آدم اور حضرت حواؑ کے لباس اتروادیے تھے اور ان کے ستر کھلوادیے تھے۔ گویا ابلیس کا سب سے بڑا ہدف یہ ہے کہ اولاد آدم کو شرم وحیا کے لباس سے محروم کردے اور انہیں فحاشی اور عریانیت کی راہ پر لگادے۔ ستر کے تقاضے پورا کرنے والا لباس انسان کو حیوان سے ممتاز کرتا ہے۔ حیوان ننگا پیدا ہوتا ہے اور زندگی بھر ننگا ہی رہتا ہے جبکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے لباس کے ساتھ عزت اور فضیلت بخشی ہے۔

مغربی میڈیا:

آج جب ہم مغربی میڈیا کے ذریعہ بے حیائی کے امڈتے ہوئے سیلاب اور عورت کی آزادی کے نام پر حیا باختگی کی فضا دیکھتے ہیں تو پھر یہ بات سمجھ آجاتی ہے کہ قرآن نے لباس کے بارے میں تاکید اور تکرار کا اسلوب کیوں اختیار کیا ہے۔

ان نداؤں کے علاوہ سورۂ اعراف کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

① مشرکین کا بیت اللہ کا ننگے طواف کرنا:

مشرکین بیت اللہ کا ننگے طواف کرتے تھے اور اپنے اس قبیح عمل اور اس جیسے دوسرے اعمال کے بارے میں حجت یہ پیش کرتے تھے کہ ہمارے آباء واجداد بھی یوں ہی کیا کرتے تھے اور بعض اوقات یہ بھی کہہ دیتے تھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

مشرکین کے دعویٰ کی تردید:

ان کے اس دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں دیتا۔''

لہٰذا تمہارا یہ دعویٰ جھوٹ اور افتراء کے سواء کچھ نہیں۔

جائز مطالبات کرنے والا دین:

اسلام زندگی کے تمام جائز مطالبات کرنے والا دین ہے۔ لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں کہ

وہ لباس پہننے سے اور پاکیزہ چیزوں کے استعمال سے منع کرے۔

رہبانیت کے قائل:

اس سے ان لوگوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے۔ جو رہبانیت کے قائل ہیں۔ حلال اور پاک چیزوں سے اجتناب کو اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

کامل مسلمان:

جسم اور روح، دین اور دنیا دونوں کے جائز مطالبات اور تقاضے پورا کرنے والا ہی حقیقت میں کامل مسلمان ہے۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ کا عمل:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ دن کو مسلسل روزے رکھتے ہیں اور رات کو قیام کرتے ہیں۔ عبادت میں یہ مشغولیت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اہلیہ تک کے حقوق ادا نہیں کرتے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

تو آپ نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''تمہارے اوپر تمہارے رب کا بھی حق ہے۔ تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔
تمہارے گھر والوں کا بھی حق ہے۔ لہٰذا ہر حق والے کو اس کا حق دو۔''

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ان کی اس نصیحت کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سلمان نے سچ کہا ہے۔''

(۲) دو گروہوں کا ذکر:

آٹھویں پارہ کے گیارہویں اور بارہویں رکوع میں ایسے دو گروہوں کا ذکر ہے جو فکر و نظر اور عقیدہ و عمل کے اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

۱ ایک گروہ ضد اور عناد کفر اور استکبار کی راہ اپنانے والوں کا ہے جن کا ٹھکانہ جہنم کے سوا کچھ نہیں۔

۲ دوسرا گروہ تسلیم و انقیاد اور ایمان و اطاعت کی راہ پر چلنے والوں کا ہے جو بفضلہ تعالیٰ جنت کے حقدار ہوں گے۔

دونوں گروہوں کا مکالمہ:

یہ دونوں گروہ جب اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے تو قرآن بتاتا ہے کہ ان کے درمیان مکالمہ ہوگا:

اہل جنت:

اہل جنت دوزخیوں سے سوال کریں گے کہ:

''کیا تمہیں آج اللہ کے وعدوں کے سچ ہونے کا یقین آیا یا نہیں؟''

اہل دوزخ:

وہ جواب میں اقرار کریں گے کہ:

''ہاں! ہم نے وعدوں کو سچا اور برحق پایا۔''

دست سوال:

دوزخی جب جہنم کی ہولناک گرمی اور بھوک پیاس سے پریشان ہو جائیں گے تو جنتیوں کے سامنے دست سوال دراز کریں گے کہ ہمیں کچھ کھانے اور پینے کو دو لیکن ظاہر ہے کہ ان کا یہ سوال رائیگاں جائے گا یہ مکالمہ اس پارہ کے بارہویں اور تیرہویں رکوع میں مذکور ہے۔

اصحاب اعراف:

ایک تیسرا گروہ بھی ہے۔ جسے قرآن نے ''اصحاب اعراف'' کا نام دیا ہے یہ وہ لوگ ہوں گے جو مومن تھے لیکن اعمال صالحہ میں دوسرے جنتیوں سے پیچھے رہ گئے ہوں

گے۔

انہیں نہ تو جنت میں داخل کیا جائے گا اور نہ ہی دوزخ میں۔ بلکہ ان کا فیصلہ مؤخر کردیا جائے گا لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ ان کو بھی جنت میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمادیں گے۔

مکالمہ:

ان اصحاب اعراف اور دوزخیوں کے درمیان بھی مکالمہ ہوگا جو کہ تیرہویں رکوع میں مذکور ہے۔

توحید کے تین اہم دلائل

◆ ۱ تہ بہ تہ سات آسمان بغیر ستون کے:

تہ بہ تہ سات آسمان جن میں سے ہر ایک دوسرے کے مقابلے میں ایسے ہے جیسا قبہ ہوتا ہے یہ ساتوں آسمان وسعت اور عظمت کے باوجود کسی ستون کے بغیر کھڑے ہیں۔

◆ ۱ رحمٰن کے عرش کی وسعت:

رحمٰن کا عرش جس کی وسعت کا یہ حال ہے کہ سارے آسمان اور ساری زمینیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتے اور کسی کا خیال اس کی عظمت کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

کرسی:

کیونکہ عرش کے مقابلے میں کرسی ایسی ہے جیسے کوئی حلقہ جو کہ وسیع وعریض صحراء میں پڑا ہو کرسی کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ وہ ارض وسما میں نہیں سماسکتی تو عرش کی وسعت کیا ہوگی۔

عرش اور کرسی کی کیفیت:

عرش اور کرسی ان حقیقتوں میں سے ہیں۔ جن پر ہم ایمان تو رکھتے ہیں مگر ان کی

کیفیت ہم نہیں جانتے۔

۳ سورج، چاند، ستاروں کی تخلیق:

تیسری دلیل جو یہاں بیان کی گئی ہے۔ وہ سورج، چاند اور ستاروں کی تخلیق ہے، یہ سب چیزیں اللہ کی مشیت اور غلبہ کے تحت ہیں۔ یہ ایسی فضا میں تیر رہے ہیں جس کی وسعتوں کا کسی کو بھی اندازہ نہیں نہ تو یہ آپس میں ٹکراتے ہیں اور نہ ہی اپنے مدار سے باہر نکلتے ہیں۔

چھ انبیاء کرام:

یہ دلائل اور آخر میں چھ انبیاء کرام علیہم السلام یعنی حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے قصے اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا قصہ شیخ الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام کا ہے اور آخری قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے۔

ان قصص میں حکمتیں اور عبرتیں:

ان قصوں میں جو مختلف حکمتیں اور عبرتیں پوشیدہ ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱. رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالفین کی ایذاؤں پر تسلی دینا۔
۲. متکبروں کا انجام بد اور نیکوکاروں کا اچھا انجام بتانا۔
۳. اس بات پر تنبیہ کرنا کہ اللہ کے ہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں۔ بالآخر ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا مل کر رہتی ہے۔
۴. ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سچائی کی دلیل پیش کرنا کہ اُمی ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ کے گمشدہ اوراق حقائق کے مطابق پیش فرماتے تھے۔
۵. انسانوں کے لیے عبرت و نصیحت کا سامان پیش کرنا۔

فہرست پارہ ۹

پارہ ۹

حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ:

آٹھویں پارہ کے آخر میں حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ شروع ہوا تھا۔ اس قصے کا بقیہ حصہ نویں پارہ کے آغاز میں بیان کیا جا رہا ہے۔

جب حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کی برائیوں اور فتنہ و فساد پر روک ٹوک کی۔

متکبر سرداروں کی دھمکی:

تو ان کے سرداروں نے دھمکی دی۔

(۱) ''اے شعیب! ہم تمہیں اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔

(۲) یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ تم بھی ہمارے دین میں آ جاؤ۔''

حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب:

آپ نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا باقی تمہیں جو کچھ کرنا ہے کرلو ہم اللہ پر توکل اور بھروسہ رکھتے ہیں۔

اللہ کی سنت اور دستور:

ان مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کے قصے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جھٹلانے والی قوموں کے بارے میں ہماری سنت اور دستور یہ رہا ہے کہ:

1. ہم انہیں ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔
2. تنگی اور تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں کہ شاید وہ ہماری طرف رجوع کریں۔
3. لیکن جب وہ نرمی یا سختی کسی بھی طریقہ سے نہیں سمجھتے تو ہم انہیں اچانک اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیتے ہیں اور انہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔

حضور اکرم ﷺ کو تسلی:

پھر ان قصوں کے آخر میں گویا حضور اکرم ﷺ کو قوم کے انکار اور استکبار پر حزین وملول نہ ہونے کی تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ:

''یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ احوال ہم آپ (ﷺ) کو سناتے ہیں ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے۔ پھر ایسا نہ ہوا کہ اس بات پر ایمان لے آتے جسے وہ پہلے جھٹلا چکے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔''

حضرت موسیٰ کا قصہ:

وہ چھ انبیاء جن کے قصے سورہ اعراف میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سے تفصیل کے ساتھ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے۔ اس لیے کہ ان کی قوم کی جہالت اقوام عالم کی جہالت سے بڑھ کر تھی اور آپ کی مخاطب قوم میں ایسا فرد بھی تھا۔ جو خدائی کا دعوے دار تھا۔

معجزات:

آپ کو جو معجزات عطا کیے گئے۔ وہ بھی سابقہ انبیاء کے معجزات کے مقابلے میں زیادہ واضح تھے۔ خاص طور پر عصا اور ید بیضا یہ دو ایسے معجزے تھے کہ جن کا انکار کرنے کے لیے دل کے اندھوں کو بھی خاصے تعصب اور ضد وعناد سے کام لینا پڑا ہوگا۔

بنی اسرائیل کی مصر آمد:

فرعون اور اس کی قوم یعنی قبطیوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا اور وہ ان پر جور و جفا کے نئے نئے طریقے آزماتے رہتے تھے۔ بنی اسرائیل اس زمانے میں مصر آئے تھے۔ جب ان کے شہر اور گاؤں شدید قحط کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زیر سایہ یہیں آباد ہو گئے اور ان کی نسل میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔

یہاں تک کہ ان کا شمار مصر کی دوسری بڑی قوم میں ہونے لگا۔

فرعون سے مطالبہ:

پھر مختلف فرعونوں نے اپنے اپنے دور میں انہیں ظلم وستم کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو بدترین غلامی سے رہائی دلا کر ان کے اپنے وطن یعنی ارض مقدس میں لے جانا چاہتے تھے۔ اسی لیے آپ نے فرعون سے مطالبہ کیا کہ:

''بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔'' (۷/۱۰۵)

کوئی معجزہ دکھاؤ:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ میں رب العالمین کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں تو فرعون نے مذاق کے طور پر کہا:

''اچھا! اگر واقعی تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ''

① آپ نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی جو دیکھتے ہی دیکھتے ایک خوفناک اژدھے کی شکل اختیار کر گئی۔

② پھر آپ نے اپنا ہاتھ باہر نکالا۔ اس سے ایسا نور نکلا جس سے ارض وسما کے درمیان چکا چوند ہو گئی۔

تخت سے چھلانگ لگا دی:

بعض تفسیروں مثلاً طبری اور ابن کثیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

جب فرعون نے لاٹھی کو سانپ بنتے ہوئے دیکھا تو ڈر کے مارے تخت سے چھلانگ لگا دی اور بھاگ کھڑا ہوا۔

فرعون کا مشورہ:

پھر اسے یہ ڈر لاحق ہو گیا کہ کہیں لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئیں۔

اس لیے اس نے اپنے مشیران خاص سے کہا۔ یہ ایک جادوگر ہے جو تمہارے اس ملک پر قبضہ جمانا چاہتا ہے لہٰذا تم مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا:

"ہمارے ملک میں بڑے بڑے ماہر جادوگر ہیں۔ ان سب کو جمع کرلیا جائے تاکہ وہ ایک مجمع عام کے سامنے موسیٰ (علیہ السلام) کو شکست فاش دیں۔"

ساحران مصر کا پہلے مقابلہ پھر ایمان لانا:

چنانچہ یہی کیا گیا۔ ایک مخصوص میدان اور معین دن میں مصر کے ہزاروں لوگ جمع ہوگئے۔ ساحروں کے جادو کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا معجزہ دکھایا تو ساحران مصر بے اختیار سجدے میں گر گئے اور انہوں نے ایمان قبول کرلیا۔

فرعون کی دھمکیاں:

ان کے قبول ایمان نے فرعون کو سیخ پا کر دیا اور وہ گالم گلوچ اور دھمکیوں پر اتر آیا۔ لیکن ان نومسلموں کے دل کی گہرائی میں ایمان کی جڑ چند ہی لمحوں میں اس قدر پیوست ہوگئی تھی کہ فرعون کی دھمکیاں ان کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کرسکیں۔

فرعون اور اس کی قوم پر اللہ کے مسلسل عذاب:

فرعون اور اس کی قوم کی جانب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں مسلسل تکبر، سرکشی، انکار اور ظلم و ستم کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں یکے بعد دیگرے مختلف عذابوں اور آزمائشوں میں مبتلا کردیا۔

پہلا عذاب:

اللہ نے ایسا طوفان بھیجا جس سے ان کی کھیتیاں تباہ ہوگئیں۔

دوسرا عذاب:

ٹڈیوں کے دل کے دل آئے جو درختوں کے پتے تک چٹ کر گئے۔

تیسرا عذاب:

اس قدر چچڑیاں پیدا ہوگئیں کہ انہوں نے جمع شدہ غلے کو نا قابل استعمال کر دیا۔

چوتھا عذاب:

مینڈکوں کی کثرت ہوگئی۔ بات کرنے کے لیے منہ کھولتے تو مینڈک منہ کی طرف چھلانگ لگاتے۔

پانچواں عذاب:

ان کی نہروں، کنوؤں اور مٹکوں کا پانی خون میں تبدیل ہوگیا۔

آہ وزاری اور عہد وقرار:

جب کوئی عذاب آتا تو موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آہ وزاری اور عہد وقرار کرتے کہ اگر اللہ نے اس عذاب سے نجات دے دی تو ہم ایمان لے آئیں گے لیکن جب عذاب ٹل جاتا تو وہی کچھ کرنے لگتے جو پہلے کر رہے ہوتے تھے۔

فرعونیوں کے عذاب سے نجات:

پھر یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے عذاب سے نجات دے دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں رات کی تاریکی میں مصر سے لے کر نکل گئے۔

دستور زندگی (تورات):

آزادی نصیب ہوئی تو دستور زندگی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کوہ طور پر بلایا۔ وہاں آپ نے چالیس روزے رکھے۔ پھر آپ کو باری تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف بھی حاصل ہوا اور دستور زندگی کے طور پر تورات بھی عطا ہوئی۔

بچھڑے کی عبادت:

آپ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں سامری کے بہلانے پھسلانے پر اسرائیلیوں نے بچھڑے کی عبادت شروع کر دی۔ آپ واپس تشریف لائے تو آپ کو ان کی مشرکانہ

حرکت سے بے پناہ دکھ ہوا۔

یہود کی انوکھی عادت:

اسرائیلی عجیب قوم تھے:

1. قدم قدم پر پھسل جاتے تھے۔
2. وعدے کرتے تھے اور بھلا دیتے تھے۔
3. احکام الٰہیہ کا مذاق اڑاتے تھے۔
4. ان میں تاویل اور تحریف تک سے باز نہیں آتے تھے۔
5. انہیں حکم دیا گیا کہ بیت المقدس میں سر جھکا کر داخل ہونا مگر وہ سر اٹھا کر اور گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے۔
6. انہیں کہا گیا کہ ہفتے کے دن اللہ کی عبادت کے سوا کچھ نہ کرو مگر وہ حیلے بہانے سے مچھلی کا شکار کرنے لگے۔
7. ان کے سروں پر کوہ طور اٹھا کر تورات پر عمل کا وعدہ لیا گیا۔ مگر وہ اپنے وعدے کو نبھانے میں ناکام رہے۔

عالم ارواح میں تمام انسانوں سے وعدہ:

یہ تمام واقعات سورۂ اعراف میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ جب بنی اسرائیل سے وعدہ لینے کا ذکر ہوا تو اسی کی مناسبت سے بارہویں رکوع میں بتایا گیا کہ عالم ارواح میں تمام انسانوں سے بھی اللہ کے حکموں کی تعمیل کا وعدہ لیا گیا تھا۔ مگر اکثر انسانوں نے اس عہد کو فراموش کردیا۔

اس کے بعد سورت کے اختتام تک جو اہم مضامین مذکور ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

❶ بلعم بن باعوراء کا قصہ:

بلعم بن باعورا کا قصہ جسے علم و شرف عطا کیا گیا تھا۔ لیکن اس بدبخت نے اپنے علم کو دنیا کے چند سنگریزوں کے عوض فروخت کردیا۔ (۷/۱۷۵۔۱۷۸)

علم عمل اور اعلیٰ اخلاق کے بغیر بیکار ہے:

اس قصے سے ہمیں یہ عبرت حاصل ہوتی ہے کہ عمل اور اعلیٰ اخلاق کے بغیر خالی خولی علم اللہ کے ہاں کسی کام کا نہیں۔ اسی لیے کسی عرب شاعر نے کہا ہے کہ

لو كان في العلم من دون التقى
شرف لكان اشرف خلق الله ابليس

ترجمہ: ''اگر تقویٰ کے بغیر علم میں کوئی شرف کمال ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ابلیس سب سے زیادہ معزز ہوتا''

◆ کفار چوپاؤں کی طرح ہیں:

کفار چوپاؤں کی طرح ہیں کیونکہ وہ اپنے دل و دماغ، آنکھوں اور کانوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ایمان سے محروم رہتے ہیں۔ (۷/۱۷۹)

① جو لوگ عقل اور دماغ کو دین کے لیے استعمال نہیں کرتے۔ وہ دیوانے ہیں۔
② جو آیات الٰہیہ نہیں سنتے وہ بہرے ہیں۔
③ اور جو انہیں نظر بصیرت سے نہیں دیکھتے۔ وہ اندھے ہیں۔

◆ دنیا کی مہلت:

اللہ تعالیٰ کفار کو اس دنیا میں مہلت دیتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ انہیں اچانک پکڑ لیتا ہے۔ (۷/۱۸۲)

مہلت کے وقفہ کی وجہ سے بسا اوقات انسان دھوکا کھا جاتا ہے اور گناہوں پر جری ہو جاتا ہے۔

◆ قیامت کا علم:

قیامت کا معین علم کسی کو بھی نہیں ہے۔ (۷/۱۸۷)

◆ اخلاق کریمانہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اخلاق کریمانہ اختیار کرنے کا حکم دیا

ہے' فرمایا:

''آپ عفو اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کرلیں''۔(۷/۱۹۹)

اس مختصر آیت میں وہ اعلیٰ اخلاق آگئے ہیں۔ جنہیں اختیار کرنے کی اسلام دعوت دیتا ہے اوران برے اخلاق سے بچنے کی تلقین بھی آگئی۔ جن سے بچنا ایک نیک انسان کے لیے ضروری ہے۔

سورۂ اعراف کی ابتداء اور اختتام:

سورۂ اعراف کی ابتداء بھی قرآن کی عظمت کے بیان سے ہوئی تھی اور اس کا اختتام بھی قرآن کی تعظیم اور ادب واحترام کے بیان پر ہوا ہے۔ فرمایا گیا:

''جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''(۷/۲۰۴)

قرآن کی عظمت کا نتیجہ:

جب کوئی شخص قرآن کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے توجہ سے سنتا ہے اور اس کی آیات میں غور وتدبر کرتا ہے تو اس کا دل متاثر ہوتا ہے۔ جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوجاتے ہیں۔

[ترتیبی نمبر۸] سورۂ انفال [نزولی نمبر۸۸]

مدنی سورت: سورۂ انفال مدنی ہے۔

آیات: اس میں پچھتر آیات اور دس رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں مال غنیمت کا حکم ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اس سورت کو سورۂ

انفال کا نام دیا گیا ہے۔

دوسری مدنی سورتوں کی طرح اس میں بھی شرعی احکام کے بیان کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ:

خاص طور پر ''جہاد فی سبیل اللہ'' کا موضوع اس میں بہت نمایاں ہے۔ یہ سورت غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ جو کہ تاریخ اسلام میں ہونے والے غزوات کی بنیاد اور ابتداء تھا۔ اس غزوہ میں اللہ کی نصرت کا دیکھتی آنکھوں سے مشاہدہ کیا گیا اور ایک چھوٹے سے لشکر نے اپنے سے کئی گنا بڑے لشکر کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔

غنیمت کا حکم:

اس سورت کی ابتداء مال غنیمت کا حکم بیان کرنے سے ہوئی ہے کیونکہ اس کی تقسیم کے بارے میں مسلمانوں میں باہم اختلاف ہو گیا تھا۔

مومنوں کی صفات:

اس کے بعد سچے مومنوں کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں:

۱. اللہ کی خشیت،
۲. تلاوت قرآن سے ایمان کی زیادتی،
۳. رحمٰن پر توکل،
۴. نماز کی حفاظت،
۵. اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان۔

اگلی آیات میں غزوۂ بدر کی تفصیل ہے۔

سورۂ انفال کی خصوصیت:

سورۂ انفال کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں

کو چھ بار "یا ایھا الذین امنوا" کے محبت آمیز الفاظ سے خطاب فرما کر انہیں ایسے اصول بتائے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر وہ میدان جہاد میں کامیابی کے جھنڈے گاڑ سکتے ہیں:

پہلا خطاب:

پہلا خطاب آیت ۱۵ میں ہے جس میں فرمایا گیا:

"اے ایمان والو! جب تم میدان جنگ میں کافروں سے ٹکراؤ تو ان سے پیٹھ مت پھیرو۔"

دوسرا خطاب:

آیت ۲۰ میں ہے جس میں فرمایا گیا ہے:

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی اطاعت کرو اور اسے سن کر اس سے اعراض نہ کرو۔"

تیسرا خطاب:

آیت ۲۴ میں ہے:

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانو۔ جب وہ تمہیں ایسے کام کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔"

چوتھا خطاب:

آیت ۲۷ میں ہے:

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول ﷺ سے خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں بھی جان بوجھ کر خیانت نہ کرو۔"

پانچواں خطاب:

آیت ۲۹ میں ہے:

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں فرقان عطا کردے گا۔ تمہارے گناہ تم سے دور کردے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

چھٹا خطاب:

آیت ۴۶ میں ہے (اور یہ آیت دسویں پارہ میں ہے):

''اے ایمان والو! جب کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے مزید احکام:

ان آیات میں جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ ان پر عمل پیرا ہو کر اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے۔ ان سے باز آ کر مسلمان یقیناً دنیا کی سب سے مضبوط اور طاقتور قوم بن سکتے ہیں۔

۱. ایسی جماعت کبھی شکست سے دوچار نہیں ہو سکتی جو دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہے۔
۲. جو اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کرنے والی ہو۔
۳. جو ایسی دعوت پر لبیک کہنے والی ہو۔ جس میں دلوں کی زندگی اور عزت و سعادت کا راز پوشیدہ ہو۔
۴. جو نہ دین میں خیانت کرتی ہو اور نہ دنیوی حقوق کی ادائیگی میں خیانت کا ارتکاب کرتی ہو۔
۵. سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خوف خدا اور تقویٰ کی صفت سے متصف ہو۔

۶ اور آخری بات یہ کہ وہ گولہ بارود کی بارش میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہے۔
۷ اس کا کلمہ ایک ہو۔
۸ اس کی صفوں میں کامل اتحاد ہو۔
۹ وہ نفسانی اور گروہی تنازعات اور اختلافات میں مبتلا نہ ہو۔

ذرا غور کیجیے جس جماعت میں یہ صفات پائی جائیں وہ کبھی شکست کھا سکتی ہے؟ یقیناً وہ فتح ہی سے ہمکنار ہوگی۔ اگر چہ اس کا مقابلہ پہاڑوں ہی سے کیوں نہ ہو۔

فہرست پارہ ۱۰

پارہ ۱۰

انفال کے معنی:

سورۂ انفال کا کچھ حصہ دسویں پارہ میں بھی آیا ہے۔

انفال نفل کی جمع ہے اور نفل مال غنیمت کو کہتے ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں ایک ایسے ہی سوال کا جواب دیا گیا تھا۔ جو مال غنیمت کے بارے میں کیا گیا تھا۔ دسویں پارہ کے شروع میں اس کی مزید تفصیل ہے۔

مال غنیمت کا پانچواں حصہ:

جس میں بتایا گیا ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ:

۱ رسول اکرم ﷺ ۲ آپ ﷺ کے قرابت داروں ۳ یتیموں ۴ مسکینوں ۵ اور مسافروں کو دیا جائے گا ۶ جبکہ چار حصے مجاہدین کے درمیان تقسیم کیے جائیں گے۔

غزوۂ بدر کی منظر کشی:

مال غنیمت کی تقسیم کا حکم بتانے کے بعد دوبارہ غزوۂ بدر کی تفصیل ہے۔ جس میں قرآن حکیم نے اپنے خاص اسلوب میں اس کی یوں منظر کشی کی ہے کہ گویا سامعین اپنی آنکھوں سے اس غزوہ کا حال دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا:

اس وقت کو یاد کرو:

”اس وقت کو یاد کرو جب تم قریب کے ناکے پر تھے اور وہ دور کے ناکے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے اتر گیا تھا۔“ (۴۲)

غزوہ بدر کے حوالے سے جو باتیں یہاں ذکر کی گئی ہیں۔ ان میں سے خاص خاص باتیں درج ذیل ہیں:

۱ جنگ کا ہونا طے:

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو کفار نے مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم سمجھی اور یوں ہی مسلمانوں کو کفار بہت کم دکھائی دیے۔ ایسا اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کا ہونا طے فرما دیا تھا اور اللہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی فریق بھی دوسرے کی کثرت سے مرعوب ہو کر راہ فرار اختیار کر جائے۔ (۴۳۔۴۴)

۲ نصرت کے حصول کے چار عناصر:

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی نصرت کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ کی نصرت کے حصول کے چار عناصر ذکر فرمائے ہیں:

۱ میدان جنگ میں ثابت قدمی۔

۲ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنا۔

۳ آپس میں اختلاف اور لڑائی جھگڑے سے بچ کر رہنا۔

۴ دشمن سے مقابلہ کے وقت ناموافق امور پر صبر کرنا۔ (۴۶)

۳ فخر و غرور اور دکھاوا:

کامیابی کے چار عناصر بتانے کے ساتھ ساتھ مشرکین کی طرح فخر و غرور اور دکھاوا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

۴ مشرکین کے لیے اعمال کا مزین ہونا اور مسلمانوں کے لیے فرشتوں کا اترنا:

۱ غزوۂ بدر میں شیطان مشرکین کے سامنے ان کے اعمال کو مزین کر کے پیش کرتا رہا۔

۲ دوسری جانب مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے جو کافروں کے چہروں اور پیٹھوں پر سخت ضربیں لگاتے تھے۔ (۴۸۔۵۱)

مفسرین فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ آیات تو غزوۂ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن مفہوم کے اعتبار سے عام ہیں۔
چنانچہ موت کے وقت ہر کافر کی پٹائی لگتی ہے۔

۵ اللہ اپنی سنت بدل لیتے ہیں:

قریش پر غزوۂ بدر میں جو آفت آئی اور وہ ذلیل و خوار ہوئے تو اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ جب کوئی قوم شکر کی بجائے کفر اور اطاعت کی بجائے معصیت شروع کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا معاملہ بدل دیتا ہے اور اسے نعمت کی جگہ نکبت اور راحت کی جگہ مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۶ مقابلہ کے لیے مادی، عسکری اور روحانی تیاری:

غزوۂ بدر کے پس منظر میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے:

① کہ وہ دشمنوں سے مقابلہ کے لیے مادی، عسکری اور روحانی تینوں اعتبار سے تیاری مکمل رکھیں۔

② ظاہر ہے غزوۂ بدر میں مادی تیاری مکمل نہ تھی۔ یہ تو اللہ کی خاص نصرت کا نتیجہ تھا کہ مادی اور عسکری اعتبار سے کمزوری اور دونوں لشکروں میں بے پناہ تفاوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

③ لیکن آیندہ کے لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے:
کہ وہ حالات اور ضروریات کے مطابق بھرپور تیاری کریں تاکہ ان کے اسلحہ اور ساز و سامان کو دیکھ کر دشمن پر رعب طاری ہو جائے اور وہ اسلامی لشکر کے سامنے آنے کی جرأت ہی نہ کرے۔

④ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
"جہاں تک ہو سکے تم ان سے مقابلہ کے لیے تیار رکھو قوت بھی اور گھوڑوں کا پالنا بھی کہ اس کے ذریعے تمہاری دھاک بیٹھی رہے اللہ کے دشمنوں پر اور

تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسرے لوگوں پر جنہیں تم نہیں جانتے اور اللہ انہیں جانتا ہے۔" (۸/۶۰)

روحانی اور ایمانی قوت:

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مادی قوت و طاقت کی اہمیت کے باوجود روحانی قوت کا انکار نہیں کیا جاسکتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ دشمن سے دو بدو ہونے کے لیے روحانی اور ایمانی قوت تمام دوسری قوتوں اور وسائل کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتی ہے:

۱. یہی وہ قوت ہے جو کمزور کو طاقتور بناتی ہے۔
۲. جو چھوٹے کو بڑے لشکر کے ساتھ ٹکرانے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔
۳. جو شہادت کی راہ پر چلنا آسان کرتی ہے۔
۴. ایمانی قوت رکھنے والوں کو ایسا رعب عطا کیا جاتا ہے۔ جو بڑے بڑے سورماؤں کو لرزہ براندام کردیتا ہے۔
۵. اپنی اس اجتماعی کمزوری کا کیسے اعتراف کیا جائے کہ آج کے مسلمان فکری، علمی، مادی اور روحانی ہر اعتبار سے ضعف اور کمزوری کا شکار ہیں۔

۷ صلح:

جہاں مسلمانوں کو جنگ کے لیے ہمہ وقت مستعد رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہیں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ:

"اگر یہ (کافر) صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہوجاؤ" (۸/۶۱)

صلح میں مصلحت:

اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ:

۱. اگر صلح میں مسلمانوں کی مصلحت ہو تو صلح کر لینی چاہیے۔

② جنگ کی تیاری اور جذبہ جہاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بہر صورت جنگ ہی کرنا ضروری ہے اور مصالحت سے دور رہنا ہی اللہ کا حکم ہے۔

③ خود نبی کریم ﷺ نے متعدد مواقع پر صلح کا راستہ اختیار فرمایا ہے۔

۸ قیدیوں سے فدیہ:

جنگ بدر میں ستر (۷۰) مشرکین گرفتار ہوئے تھے۔

1. ہمارے آقا ﷺ نے اپنی عادت کے موافق ان کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔
2. حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ انہیں قتل کردیا جائے۔
3. جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ انہیں فدیہ لے کر آزاد کردیا جائے۔
4. حضور پاک ﷺ نے اسی رائے کو پسند فرمایا اور ان قیدیوں کو رہا کردیا۔
5. اس پر اللہ کی طرف سے عتاب نازل ہوا۔ فرمایا گیا:

"اگر اللہ کا حکم پہلے نہ آچکا ہوتا تو جو فدیہ تم نے لیا ہے۔ اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔" (۸/۶۸)

قرآن کی صداقت اور حقانیت کی دلیل:

① اس قسم کی آیات جن میں رسول اکرم ﷺ پر عتاب فرمایا گیا ہے۔ قرآن کی صداقت وحقانیت کی دلیل ہیں۔

② اگر بالفرض قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا تو ایسی آیات کو قرآن میں ہرگز جگہ نہ ملتی۔

③ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ عتاب کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس فدیہ کے کھانے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ اسے حلال اور پاکیزہ قرار دیا جو مشرک قیدیوں سے لیا گیا تھا۔

ایک دوسرے کا رفیق:

سورت کے اختتام پر ان لوگوں کو ایک دوسرے کا رفیق قرار دیا گیا ہے:

- جو اللہ کی رضا کے لیے ہجرت اور جہاد کرتے ہیں۔
- ایک دوسرے کو ٹھکانہ فراہم کرتے ہیں۔
- اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

سورت کی ابتداء:

سورت کی ابتداء جہاد اور غنیمت کے ذکر سے ہوئی تھی۔

سورت کا اختتام:

اور اختتام نصرت اور ہجرت کے ذکر پر ہو رہا ہے گویا یہ کہ سورت ابتداء سے اختتام تک جہاد ہی کے بیان پر مشتمل ہے۔

[ترتیبی نمبر۹] سورۂ توبہ [نزولی نمبر۱۱۳]

مدنی سورت: سورۂ توبہ مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۱۲۹ آیات اور ۱۶ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا دوسرا نام سورۂ براۃ ہے اور براءت کا معنی بیزاری کے ہیں۔ چونکہ اس سورت میں عہد و پیمان سے بیزاری اور توڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے اس سورت کو سورۂ براۃ اور سورۂ توبہ کہا جاتا ہے دیکھئے آیت نمبر ۱۔

سورت کا نام:

سورۂ توبہ کو سورۂ براۃ بھی کہا جاتا ہے۔ اس سورت کا پہلا لفظ ہی ''براۃ'' ہے۔

شانِ نزول:

یہ سورت ۹ ہجری میں اس وقت نازل ہوئی۔ جب رسول اکرم ﷺ رومیوں کی سرکوبی کے لیے نکلے تھے۔

غزوۂ تبوک:

اس غزوہ کو غزوۂ تبوک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۱ یہ غزوہ سخت گرمی کے زمانے میں پیش آیا تھا۔
۲ سفر بھی طویل تھا۔
۳ پھل بھی پکے ہوئے تھے جو کہ ان کا اہم ذریعہ معاش تھے۔
۴ اور مقابلہ ایک ایسی سلطنت سے تھا۔ جسے اپنے وقت کی سپر پاور ہونے کا دعویٰ تھا۔
۵ مختصر یہ کہ یہ غزوہ اہل ایمان کے لیے بڑی ابتلاء اور ان کے صدق و اخلاص کا امتحان تھا۔
۶ اس کے ذریعے مومنوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز بھی ہوگیا۔

سورۂ توبہ کے بنیادی ہدف:

حقیقت میں سورۂ توبہ کے بنیادی ہدف دو ہی ہیں:

- مشرکین اور اہل کتاب کے ساتھ جہاد کے احکام بیان کرنا۔
- غزوہ تبوک کے پس منظر میں اہل ایمان اور اہل نفاق کے درمیان واضح فرق کر دینا۔

مشرکین کے ساتھ معاہدات سے براءت:

جہاں تک احکام جہاد کا تعلق ہے تو تمہید کے طور پر ان معاہدات سے براءت کا اعلان کیا گیا جو مسلمانوں نے مشرکین کے ساتھ کیے تھے۔ ان کے لیے انتہائی مدت

چار ماہ مقرر کردی گئی۔

مشرکین کو بیت اللہ سے روکنا:

یوں ہی مشرکوں کو بیت اللہ کا حج کرنے سے بھی منع کردیا گیا۔ کیونکہ یہ لوگ کئی بار عہد شکنی کے مرتکب ہوچکے تھے اور اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لیے یہود کے ساتھ گٹھ جوڑ کرتے چلے آرہے تھے۔

اہل کتاب سے بھی قتال کی اجازت:

مشرکوں سے برأت کا اعلان کرنے کے بعد اہل کتاب کے ساتھ بھی قتال کی اجازت دی گئی ہے کہ:

① مکر و فریب ② عہد شکنی ③ منافقت ④ اور جھوٹ ان کی فطرت میں رچ بس چکا تھا ⑤ یہود کا قبیلہ بنو قریظہ ہو یا بنو نضیر اور بنو قینقاع' انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا۔

باطنی خبث طشت ازبام:

تقریباً بیس آیات میں ان کے باطنی خبث اور دسیسہ کاریوں کو طشت ازبام کیا گیا ہے۔

اہل کتاب سے متعلق مسلمانوں کو حکم:

اور مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ:

① اہل کتاب میں سے جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔
② اور نہ ہی روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔
③ اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کی ہیں۔
④ اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں۔ ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو

کر جزیہ دیں۔(۶۹)

سورۃ الفاضحہ:

جہاں تک اس سورت کے ہدف کا تعلق ہے تو منافقوں کی علامات اور بد باطنیوں کو اس انداز میں بیان کیا گیا کہ وہ سب کے سامنے ذلیل اور رسوا ہو کر رہ گئے۔ اسی لیے اس سورت کا ایک نام ''سورۃ فاضحہ'' بھی ہے۔یعنی رسوا کرنے والی سورت۔

اس سورت کے نزول سے قبل:

اس سورت کے نزول سے قبل انہوں نے اپنے آپ کو اسلام کے زبانی دعوے کے پردے میں چھپا رکھا تھا۔لیکن اس سورت نے ان کے باطن کو یوں ظاہر کیا کہ ہر کسی نے جان لیا کہ کون منافق ہے اور کون مخلص مومن ہے۔

ان کے عیوب کو ظاہر کرنے کا سبب:

منافقوں کی کمزوریوں اور عیوب کو نمایاں کرنے کا ظاہری سبب غزوۂ تبوک بنا۔

جہاد تو ویسے بھی جان کو جوکھوں میں ڈالنے والی عبادت ہے۔ جبکہ غزوۂ تبوک میں مادی اعتبار سے اپنے وقت کی سب سے بڑی فوج کے ساتھ مقابلہ تھا اور وہ بھی شدید گرمی اور فقرہ و فاقہ کے دنوں میں۔

منافقوں کی حرکتوں کی چند جھلکیاں:

اس غزوہ کے پس منظر میں منافقوں سے جو حرکتیں سرزد ہوئیں۔ ان کا اندازہ ذیل کی چند جھلکیوں سے لگایا جاسکتا ہے یہ جھلکیاں سورۂ توبہ کی بعض آیات ہی سے ماخوذ ہیں:

① اللہ نے پیشینگوئی فرمادی تھی کہ:

''منافق قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو آپ (ﷺ) کے ساتھ ضرور (تبوک کی طرف) نکل پڑتے''۔(۹/۴۲)

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب حضور اکرم ﷺ تبوک سے واپس آئے تو منافقوں نے جھوٹے اعذار پیش کیے۔

۞ سوائے چند کے باقی تمام مخلص مسلمان فوراً غزوۂ تبوک میں شرکت کے لیے تیار ہو گئے جبکہ منافقوں نے مختلف حیلوں بہانوں سے مدینہ میں رہنے کی اجازت حاصل کر لی۔

۞ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''ان منافقوں کا جہاد میں نہ نکلنا ہی بہتر تھا۔ اگر بالفرض وہ شرکت کرتے تو مسلمانوں کے درمیان فتنہ فساد پھیلانے کے سوا کچھ بھی نہ کرتے۔'' (۹/۴۷)

۞ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے مضحکہ خیز عذر پیش کر کے اپنے لیے استثناء حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مثال کے طور پر ''جد بن قیس'' نام کے ایک صاحب کہنے لگے:

''یارسول اللہ! میں دل کا بڑا کمزور ہوں جبکہ رومیوں کی عورتیں گورے رنگ کی ہوتی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں جہاد میں گیا تو انہیں دیکھ کر فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا۔'' (۹/۴۹)

۞ ''ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے بغض اور حسد کے سوا کچھ نہیں ہے''۔ (۹/۵۰)

اگر مسلمانوں کو فتح حاصل ہو یا مال غنیمت ہاتھ آئے تو پریشان ہو جاتے ہیں اور اگر اس کے برعکس کسی حادثے یا مصیبت کا سامنا کرنا پڑ جائے تو انہیں بے پناہ خوشی ہوتی ہے۔

۞ وہ قسمیں کھا کر یقین دلاتے ہیں کہ:

''اے مسلمانو! ہم تمہیں میں سے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔'' (۹/۵۶)

۞ ان کی نظریں صرف مال پر ہوتی ہیں۔ اگر مل جائے تو خوش ہوتے ہیں اگر محروم

رہیں تو اللہ کے نبی پر بھی طعنہ زنی سے باز نہیں آتے۔

۸ چونکہ حضور ﷺ ہر کسی کی بات سن لیا کرتے تھے۔ اس لیے وہ آپ (ﷺ) کے بارے میں کہتے تھے کہ آپ تو:

''نرے کان ہیں۔'' (۹/۶۱)

۹ آپ ﷺ کی زندگی میں انہیں مستقل یہ اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کا پول کھول دے اور ان کے قلبی راز فاش کر دے۔ (۹/۶۴)

۱۰ ایک دوسرے کو برائی کا حکم دینا'
نیکی سے روکنا'
اور بخل کرنا ان کی نمایاں صفات میں سے ہیں۔ (۹/۶۷)

۱۱ ان منافقین کی صفات اور اعمال ماضی کے کفار جیسے ہیں۔ (۹/۶۹)

۱۲ ان کے دل اللہ کی محبت' اس کے ذکر و شکر اور اس کی عظمت سے یکسر خالی ہیں۔

ظاہر ہے جس کے دل میں اللہ کی عظمت نہیں ہوگی اس کے لیے معصیت اور نافرمانی بہت آسان ہو جائے گی۔

دیگر اقوام:

منافقوں کو کفار کے ساتھ تشبیہ دینے کے بعد
قوم نوح' قوم عاد' قوم ثمود' قوم ابراہیم' قوم لوط اور اصحاب مدین کا ذکر ہے۔

منافقوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو حکم:

دسویں پارہ کے آخر تک منافقوں ہی کا تذکرہ ہوا ہے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرما دیا ہے کہ:

''اے میرے پیغمبر! اگر آپ ان کے لیے ستر (۷۰) بار بھی استغفار کریں تو بھی اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا۔''

اور یہ بھی فرما دیا کہ:

۴ ''اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو آپ اس کی نماز جنازہ ادا نہ فرمائیں۔'' (۹/۸۴)

مخلصین کی جماعت:

منافقوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان مخلص مسلمانوں کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ جن میں سے کوئی بڑھاپے کوئی شدید بیماری اور کوئی سامان جہاد نہ ہونے کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کرسکا۔ ان لوگوں کے جذبات کا یہ عالم تھا کہ جہاد میں شرکت نہ کرسکنے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو امڈ امڈ آتے تھے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ مخلصین کی اس جماعت پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

فہرست پارہ ۱۱

❁......❁......❁

پارہ ۱۱

منافقوں کے جھوٹے اعذار:

دسویں پارہ کے آخر میں مخلص اہل ایمان کے علاوہ ان منافقوں کا تذکرہ تھا جنہوں نے مالی وسائل اور سواری کی استطاعت رکھنے کے باوجود غزوۂ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی۔

گیارہویں پارہ کی ابتداء میں بھی اہل نفاق کا تذکرہ ہے۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو تبوک سے واپسی پر راستہ ہی میں اطلاع دے دی تھی کہ جب آپ (ﷺ) مدینہ پہنچیں گے تو منافق آپ (ﷺ) کے سامنے مختلف قسم کے اعذار پیش کریں گے کہ ہم انتہائی سخت مجبوریوں کی بناء پر آپ (ﷺ) کے ساتھ غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔ ورنہ ہم نے جانے کا تو پختہ ارادہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اور منافقوں نے قسمیں کھا کھا کر آپ (ﷺ) کو اپنی سچائی کا یقین دلانے کی کوشش کی۔ آپ (ﷺ) نے مروت اور شرافت کی بناء پر حقیقت کو جانتے ہوئے بھی خاموشی اختیار فرمائی اور انہیں جھوٹا قرار نہیں دیا۔

مخلص مسلمانوں کی تعریف:

منافقوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے مخلص مسلمانوں کی صفات بیان فرمائی ہیں اور ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے ہیں اور جھوٹ بول کر غلط کو صحیح قرار دینے کی کوشش نہیں کرتے۔

مسجد ضرار:

درمیان میں پھر منافقوں کا ذکر آ گیا ہے۔ جنہوں نے اسلام کو ضرر پہنچانے، کفر کے فروغ اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لیے ''مسجد ضرار'' تعمیر کی تھی اور حضور اکرم ﷺ سے اس کے افتتاح کی درخواست کی تھی۔ مگر اللہ نے اپنے نبی (ﷺ)

کو اس مسجد میں کھڑا ہونے سے بھی منع فرمادیا۔ چنانچہ اس مسجد کو آپ (ﷺ) کے حکم سے جلا کر راکھ کر دیا گیا۔

اہل ایمان کی صفات:

مسجد ضرار کے مقابلے میں مسجد قبا کا اور اہل نفاق کے مقابلے میں ان اہل ایمان کا تذکرہ ہے۔ جو اپنے مال اور اپنی جانیں حصول جنت کے لیے اللہ کی راہ میں وقف کر چکے ہیں۔ ان اہل ایمان کی تو ایسی صفات ذکر کی گئی ہیں جو ہر مومن کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

❶ توبہ کرنے والے ❷ عبادت کرنے والے ❸ حمد کرنے والے ❹ روزہ رکھنے والے ❺ رکوع کرنے والے ❻ سجدہ کرنے والے ❼ نیک کاموں کا حکم دینے والے ❽ بری باتوں سے منع کرنے والے ❾ اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے۔ (۹:۱۱۲)

پچاس دن تک بائیکاٹ:

غزوۂ تبوک میں شرکت سے جو لوگ محروم رہ گئے تھے۔ ان میں تین ایسے مخلص مسلمان بھی تھے۔ جن کے اخلاص اور ایمان میں کسی کو شک نہیں تھا۔ یعنی:

❶ حضرت کعب بن مالک ❷ ہلال بن امیہ ❸ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم۔

ان تینوں نے کوئی عذر نہیں تراشا۔ بلکہ صاف صاف اعتراف کر لیا کہ پیچھے رہ جانے میں سراسر ہماری اپنی غلطی، سستی اور کاہلی کو دخل تھا۔ ان کے معاملہ کو الگ رکھا گیا تھا۔ یہاں تک کہ پچاس دن تک ان کا بائیکاٹ بھی کیا گیا۔

قبول توبہ کا اعلان بذریعہ وحی:

لیکن پھر انہیں سچ بولنے کی وجہ سے ایسا نوازا گیا کہ ان کی توبہ کی قبولیت کا اعلان وحی کے ذریعہ سے کیا گیا۔ یہ اعلان ان کے لیے اتنی بڑی بشارت تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب بن مالک سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"جب سے تمہیں تمہاری ماں نے جنا ہے۔ آج سے زیادہ بہتر اور مبارک دن تم پر نہیں آیا۔"

ان حضرات کی قبول توبہ کا ذکر آیت (۱۱۷، ۱۱۸) میں ہے۔

اہل ایمان کو تاکید:

اگلی آیات میں اہل ایمان کو چار باتوں کی تاکید کی گئی ہے:

۱ پہلی یہ کہ وہ خفیہ اور علانیہ تقویٰ کو لازم پکڑے رکھیں۔

۲ دوسری یہ کہ وہ اہل نفاق سے دور رہتے ہوئے صرف سچوں کی صحبت اختیار کریں۔

۳ تیسری یہ کہ وہ رزق کی تنگی اور کشادگی میں اللہ کے رسول (ﷺ) کو اپنے اوپر ترجیح دیں۔

۴ چوتھی بات حقیقت میں اللہ کی طرف سے وعدہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت اور اطاعت کا اللہ کی طرف سے اجر مل کر رہے گا اور یہ کہ اللہ کے دین کے لیے جس قدر مشقت اٹھائی جائے گی۔ اتنا ہی اجر و ثواب عطا ہوگا۔ (۹:۱۲۰، ۱۲۱)

جہاد سے استثناء:

جہاد کی فضیلت اور اہمیت کے باوجود حکم دیا گیا ہے کہ سارے ہی مسلمانوں کو جہاد میں نہیں چلے جانا چاہیے۔ بلکہ کچھ لوگوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں موجود رہنا چاہیے تاکہ آپ سے دین کی سمجھ حاصل کریں۔ (۹:۱۲۲)

اسلامی مملکت کی ضروریات:

اسلام کو اپنی دعوت کی ابتداء میں جیسے دشمنوں کی طاقت توڑنے کے لیے جہاد کی ضرورت تھی۔ یونہی ان بنیادوں کی بھی ضرورت تھی۔ جن پر اسلامی مملکت کی عمارت کھڑی کی جاسکے۔ اس مقصد کے لیے شرعی احکام کے نزول کا سلسلہ مستقل جاری تھا اور حضور اکرم ﷺ ایسے افراد کی تیاری میں ہمہ تن مصروف تھے جو مستقبل کے:

① مدرس ② مربی ③ معلم ④ قاضی ⑤ حاکم ⑥ عامل ⑦ اور منتظم بن سکیں۔
اس لیے حکم دیا گیا کہ مسلمانوں کی معتد بہ تعداد کو مدینہ میں ہی رہنا چاہیے تا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کر سکیں۔

دین کی سمجھ:

اسلامی مملکت کی ضروریات سے قطع نظر فی ذاتہٖ بھی علم دین حاصل کرنا بہت بڑا عمل ہے۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔''

فقیہ اور شیطان:

یہ بھی آپ ﷺ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ثابت ہوتا ہے۔''

جہاد کا اہم اصول:

جہاد کے لیے ایک اہم اصول یہ بتایا گیا ہے کہ الاقرب فالاقرب کے ضابطہ کے تحت جہاد کیا جائے۔ یعنی قریب کے کفار سے جہاد کرتے ہوئے اس کا دائرہ دور تک وسیع کیا جائے۔ (۹:۱۲۳)

فکر و عمل کی نجاست:

سورۂ توبہ کی آخری آیات میں دوبارہ منافقین کی مذمت کی گئی ہے کہ ان حرماں نصیبوں کو قرآن سے بھی کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ فکر و عمل کے اعتبار سے ان کی نجاست ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

رؤف، رحیم:

اور اس سورت کی آخری آیت میں اللہ نے ہمارے آقا ﷺ کی تعریف بیان

فرمائی ہے اور آپ ﷺ کے لیے اپنے اسمائے حسنیٰ میں سے دو نام منتخب فرمائے ہیں۔ یعنی رؤف اور رحیم۔

اور اس میں شک نہیں کہ آپ ﷺ اپنی امت بلکہ ساری انسانیت کے حق میں بے حد شفیق اور مہربان تھے۔

حضرت ابن عباس کا قول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے یہ دو نام آپ ﷺ کے سوا کسی کے لیے بھی جمع نہیں فرمائے۔''

[ترتیبی نمبر ۱۰] سورۂ یونس [نزولی نمبر ۵۱]

مکی سورت: سورۂ یونس مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۰۹ آیات اور ۱۱ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورت میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا قصہ مذکور ہوا ہے۔ اس لیے اس سورت کا نام حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر سورۂ یونس رکھا گیا۔ آیت نمبر: ۹۸

سورۃ کا موضوع:

اس سورت میں ایمان کے بنیادی ارکان اور عقائد بالخصوص قرآن کریم سے بحث کی گئی ہے۔

کتاب اللہ، رسول اللہ ﷺ:

سورت کی ابتداء کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ذکر سے ہوتی ہے۔

بتایا گیا ہے کہ خاتم المرسلین ﷺ کی نبوت و رسالت سے کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آپ (ﷺ) کی بعثت کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہر امت میں کوئی نہ کوئی رسول آتا رہا ہے۔

خالق ومخلوق کے درمیان تعلق:

اس کے بعد ربوبیت' الوہیت اور عبودیت کی حقیقت اور خالق ومخلوق کے درمیان تعلق کی بنیاد بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو رب اور خالق ہے۔ وہی معبود بننے کے لائق ہے۔ کائنات کا یہ سارا نظام اس کی ربوبیت اور قدرت پر گواہ ہے۔(۱۰/۶)

دو گروہ:

اس نظام اور دلائل قدرت میں غور وفکر کے بعد انسان دو گروہوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں:

① تکذیب کرنے والے ② اور تصدیق کرنے والے۔

- تکذیب کرنے والوں کا انجام آگ'
- اور تصدیق کرنے والوں کا انجام دائمی باغات ہیں۔(۱۰/۷)

تکذیب کی بڑی وجہ:

تکذیب کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ انسان کی فطرت میں عجلت ہے یہاں تک کہ یہ بعض اوقات اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے عذاب اور ہلاکت کی دعائیں مانگتا ہے۔(۱۰/۱۱)

جھٹلانے والوں کا حال:

جھٹلانے والوں کا حال تو یہ ہے کہ یہ قرآن کو جھٹلانے اور اس کا مذاق اڑانے سے بھی باز نہیں آتے اور اللہ کے نبی ﷺ سے استہزاء کے طور پر کہتے ہیں:

''کہ آپ کوئی دوسرا قرآن لے آئیں یا اسی میں کچھ تبدیلیاں کر دیں۔''

آپ ﷺ کا جواب:

آپ ﷺ نے جواب دیا:

① کہ مجھے ان میں سے کسی بات کا اختیار نہیں۔

② میں تو وحی کی اتباع کا پابند ہوں۔

③ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے معاذ اللہ! یہ کلام خود بنا کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

④ میں تمہارے اندر زندگی کے چالیس سال گزار چکا ہوں۔

1. تم نے مجھے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے سنا ہے؟
2. یا کسی استاد سے علم حاصل کرتے ہوئے دیکھا ہے؟
3. اگر نہیں سنا اور نہیں دیکھا تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے؟
4. کہ میں یکا یک جھوٹ بولنا شروع کر دوں؟
5. یا ایسا معجزانہ کلام تمہارے سامنے پیش کر دوں؟

⑤ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ میں انسانوں پر تو جھوٹ نہ بولوں اور اللہ پر جھوٹ بولنے کی جرأت کرلوں۔

ابوسفیان اور بادشاہ ہرقل:

آپ ﷺ کی سیرت کی صفائی اور زبان کی صداقت کا یہی وہ پہلو تھا جس کا دشمن بھی اعتراف کرنے پر مجبور تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے زمانہ کفر میں جب روم کے بادشاہ ہرقل نے سوال کیا تھا کہ:

ہرقل روم کا سوال:

کیا دعویٰ نبوت سے پہلے تم نے کبھی محمد (ﷺ) کو جھوٹ بولتے ہوئے سنا ہے؟

ابوسفیان کا جواب:

تو کافر اور مشرک ہونے کے باوجود ابوسفیان بھی اس سوال کا جواب نفی میں دینے پر مجبور ہوگیا تھا۔

ہرقل کا تاریخی بیان:

ہرقل نے اس کا جواب سن کر کہا تھا کہ:

''یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بولنا شروع کردے۔''

یہ سب کچھ وحی کے بغیر نہیں ہوسکتا:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''مشرکین نے بچپن سے نزول قرآن کے زمانہ تک رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا مشاہدہ کیا تھا۔ وہ جانتے تھے:

① آپ نے نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا۔

② نہ کسی استاذ کی شاگردی اختیار کی۔

③ پھر چالیس سال گزر گئے تو آپ (ﷺ) یکایک ایک عظیم کتاب ان کے پاس لے کر آگئے:

① جو علم اصول کے نوادر ② علم احکام کی باریکیوں ③ علم اخلاق کے لطائف ④ اور پہلوں کے واقعات کے اسرار پر مشتمل تھی۔ ⑤ جس کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ کرنے سے بڑے بڑے ادیب اور شاعر عاجز آگئے۔

ہر وہ شخص جسے عقل سلیم عطا کی گئی ہے وہ جانتا ہے کہ یہ سب کچھ وحی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔''

جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر:

اگلی آیات میں مشرکین کی بت پرستی اور توحید کے دلائل مذکور ہیں اور یہ بتایا گیا

ہے کہ سختی اور مصیبت کے وقت بڑے سے بڑے مشرک بھی جھوٹے معبودوں کو بھول کر سچے معبود کو پکارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ (۱۰/۲۲)

مشرکین سے سوال:

پھر تلقین کے انداز میں آپ ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ ان سے سوال کریں کہ:

۱. تمہیں آسمان اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟
۲. تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟
۳. بے جان سے جاندار کو اور جاندار سے بے جان کو کون پیدا کرتا ہے؟
۴. کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو؟ (۱۰/۳۲)

قرآن کی صداقت کے حوالے سے چیلنج:

قرآن کی صداقت کے حوالے سے انہیں چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر یہ انسانی کلام ہے تو تم بھی اس جیسی کوئی سورت بنا کر دکھا دو اور اس مقصد کے لیے عرب و عجم میں سے جسے بلانا چاہتے ہو بلا لو۔ (۱۰/۳۸)

تکذیب کا سبب خود ہی بتا دیا:

پھر اللہ جل شانہ نے ان کی تکذیب کا سبب خود ہی بیان فرما دیا۔

”وہ یہ کہ انسان کی طبیعت ایسی ہے کہ وہ جس چیز سے جاہل ہوتا ہے اور اس کی حقیقت سمجھ نہیں پاتا تو سرے سے اس کا انکار ہی کر دیتا ہے۔“ (۱۰/۳۹)

ہٹ دھرمی چھوڑنے اور ایمان کی دعوت:

مشرکین نے توحید، بعث بعد الموت اور قرآن کی صداقت کا جو انکار کیا تو اس کی ایک بڑی وجہ ان کی جہالت اور عدم علم بھی تھا۔ اس سورت میں انہیں کہیں زجر اور تنبیہ کے ساتھ اور کہیں نصیحت اور خیر خواہی کے انداز میں ان تینوں بنیادی عقائد کے بارے

میں ہٹ دھرمی چھوڑنے اور ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

قرآن کی اعلیٰ صفات:

قرآن کریم کی اعلیٰ صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت' دلوں کی بیماری کی شفاء اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے تو کہہ دیجیے کہ یہ کتاب اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے نازل ہوئی ہے تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں۔ یہ اس (مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے۔ جسے وہ جمع کرتے ہیں۔'' (۱۰/۵۷)

نصیحت کے تین قصے:

توحید کے دلائل' بعث بعد الموت کا یقینی ہونا اور قرآن کریم کی صداقت بیان کرنے اور مشرکین کے مزعومات کی تردید کے بعد عبرت اور نصیحت کے لیے تین قصے بیان کیے گئے ہیں۔

پہلا قصہ:

جن میں سے پہلا قصہ شیخ الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام کا ہے۔ جن کی عمر اور زمانہ تبلیغ تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ طویل مگر ان کے متبعین بہت کم تھے۔

دوسرا قصہ:

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہما السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے جنہوں نے فرعون جیسے خدائی کے دعویدار کا مقابلہ کیا۔

تیسرا قصہ:

حضرت یونس علیہ السلام کا ہے اور انہی کے نام پر اس سورت کا نام رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت یونس علیہ السلام کا صراحۃً نام چار جگہ آیا ہے اور دو مقامات پر انہیں

''مچھلی والے'' کی صفت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

مچھلی کا یونس علیہ السلام کو نگلنا اور اگلنا:

وہ اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہو کر اور اللہ کا عذاب آنے کو یقینی دیکھ کر ''نینوا'' کی سرزمین چھوڑ کر چلے گئے۔ آگے جانے کے لیے جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی والوں نے سمندر میں طغیانی کی وجہ سے انہیں سمندر میں پھینک دیا۔ ایک بڑی مچھلی نے انہیں نگل لیا۔ اللہ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں بھی زندہ رکھا۔ بالآخر چند روز بعد مچھلی نے انہیں ساحل پر اگل دیا۔

اہل نینوا کا قصہ:

ادھر یہ ہوا کہ ان کی قوم کے مرد، عورتیں، بچے اور بڑے سب صحراء میں نکل گئے۔ انہوں نے آہ وزاری اور توبہ واستغفار شروع کر دیا اور سچے دل سے ایمان قبول کر لیا۔ جس کی وجہ سے اللہ کا عذاب ان سے ٹل گیا۔

مشرکین کو تنبیہ:

یہ تین قصے ذکر کرنے کے بعد مشرکین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ کفر وشرک سے باز نہ آئے تو قیامت سے پہلے ہی ان پر عذاب آ سکتا ہے۔

مومنین کو بشارت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو بشارت سنائی گئی ہے کہ اللہ کی مدد قریب ہے یہ ہماری سنت ہے کہ ہم بالآخر اہل ایمان کو نجات دیتے ہیں۔

سورۂ یونس کی ابتداء اور انتہاء:

جیسے سورۂ یونس کی ابتداء قرآن حکیم کے ذکر سے ہوئی تھی۔ اسی طرح اس کی انتہاء بھی اس سچی کتاب کی اتباع اور پیروی کے حکم پر ہو رہی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''فرما دیجیے اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق

(قرآن) آ چکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو اس ہدایت کا فائدہ اسی کو ہوگا اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو اس گمراہی کا وبال بھی اسی پر پڑے گا اور میں (اللہ کے نبی ﷺ) تم پر وکیل نہیں ہوں۔
اے پیغمبر (ﷺ)! آپ اسی کی اتباع کیجیے جو کلام آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اور صبر کیجیے یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کردے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔" (۱۰/۱۰۹،۱۰۸)

❀......❀......❀

فہرست پارہ ۱۲

پارہ ۱۲

[ترتیبی نمبر ۱۱] سورۂ ہود [نزولی نمبر ۵۲]

بارہواں پارہ:

دو سورتوں پر مشتمل ہے: سورۂ ہود اور سورۂ یوسف۔ سورۂ ہود کی صرف پانچ آیات گیارہویں پارہ میں ہیں۔ بقیہ پوری سورت بارہویں پارہ میں ہے۔

مکی سورت: یہ مکی سورت ہے۔

آیات: اس میں ۱۲۳ آیات اور ۱۰ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورت میں حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ مذکور ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو آیات نمبر ۵۰ تا ۶۰ اس لیے اس سورت کو سورۂ ہود کہتے ہیں۔

قرآن کی عظمت شان:

اس سورت کی ابتداء میں قرآن کریم کی عظمت شان کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ اپنی آیات، معانی اور مضامین کے اعتبار سے محکم کتاب ہے اور اس میں کسی بھی اعتبار سے فساد اور خلل نہیں آسکتا اور نہ اس میں کوئی تعارض یا تناقض پایا جاتا ہے۔

قرآن کے محکم ہونے کی بڑی وجہ:

اس کے محکم ہونے کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اس کی تفصیل اور تشریح اس ذات نے کی ہے جو حکیم بھی ہے اور خبیر بھی ہے۔ اس کا ہر حکم کسی نہ کسی حکمت پر مبنی ہے اور اسے انسان کے ماضی، حال، مستقبل، اس کی نفسیات، کمزوریوں اور ضروریات کا بخوبی علم

ہے۔

دلائل توحید:

کتاب اللہ کی عظمت بیان کرنے کے بعد توحید کی دعوت ہے۔ جو عقیدہ اور یقین کی بنیاد ہے۔ دعوت توحید کے بعد دلائل توحید کا بیان ہے جو کہ پوری کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ:

① ساری مخلوق کو رزق دینے والا اللہ ہی ہے خواہ وہ مخلوق انسان ہو یا جنات' چوپائے ہوں یا پرندے' پانی میں رہنے والی مچھلیاں ہوں یا کہ زمین پر رینگنے والے کیڑے مکوڑے۔

② آسمان اور زمین کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔

ضد اور عناد کی پٹی:

لیکن جو لوگ ان دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے اور جنہوں نے اپنی آنکھوں پر ضد اور عناد کی پٹی باندھ رکھی ہے۔ وہ توحید کا بھی انکار کرتے ہیں اور قرآن کو اللہ کا کلام تسلیم کرنے سے بھی انکار کرتے ہیں۔

منکرین کو تین بار چیلنج:

ان منکرین کو چیلنج دیا گیا ہے کہ اگر واقعی قرآن انسانی کاوش ہے تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ۔ (۱۱/۱۳)

منکرین کو تین بار چیلنج دیا گیا تھا:

❶ پہلی بار پورے قرآن کی مثال لاتے'

❷ دوسری بار قرآن جیسی دس سورتیں لاتے' (ہود: ۱۳)

❸ اور تیسری بار سورۂ بقرہ میں قرآن کریم جیسی صرف ایک سورت بنا کر لانے کا چیلنج دیا گیا تھا۔ (بقرہ: ۲۳)

لیکن تینوں بار وہ اس چیلنج کو قبول کرنے سے عاجز رہے۔ (یونس: ۳۸)

اس کے علاوہ جو اہم مضامین سورۂ ہود میں بیان ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

انسانوں کے دو گروہ:

پہلا گروہ:

وہ ہے جن کی زندگی اور جہد و عمل کا ہدف صرف دنیا ہے۔ وہ ہر وقت اسی زندگی کو زیادہ سے زیادہ آرام دہ بنانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور کبھی بھولے سے بھی انہیں آخرت یاد نہیں آتی۔

دوسرا گروہ:

دوسرا توفیق یافتہ گروہ وہ ہے جو دنیا کے لیے بھی تگ و دو کرتا ہے۔ مگر اس کی کوششوں کا محور آخرت ہے۔ وہ اخروی زندگی ہی کو سامنے رکھ کر دنیا کی زندگی گزارتا ہے۔ (۱۱/۱۷ء۱۵)

پہلے گروہ کی مثال:

پہلے گروہ کی مثال اندھوں اور بہروں جیسی ہے۔

دوسرے گروہ کی مثال:

دوسرے گروہ کی مثال بینائی اور شنوائی کی نعمت سے سرفراز لوگوں جیسی ہے۔

قرآن کا ایک عجیب انداز:

قرآن کریم کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ دلائل کے ذریعہ کفار اور مشرکین کے نظریات کی تردید کے بعد گزشتہ اقوام اور انبیاء کے واقعات اور قصص بیان کرتا ہے۔ ایسا کرنے سے دلائل کی تاکید بھی ہو جاتی ہے اور کلام میں تفنن اور تنوع بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

تکوینی آیات:

انسان کی طبیعت تنوع پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے تکوینی آیات یعنی اس حسی اور مادی جہان میں تنوع کا لحاظ رکھا ہے۔

تشریعی آیات:

یوں ہی تشریعی آیات یعنی قرآن میں بھی اس کا لحاظ رکھا ہے۔

حسی جہان:

آپ حسی جہان میں دیکھیں تو لحہ بہ لحہ مناظر' موسم اور اوقات بدلتے جاتے ہیں۔

کہیں پھول' کہیں کانٹے' کہیں بلند و بالا پہاڑ' کہیں ہموار میدان' کہیں دریاؤں کی سرکش موجیں' کہیں اڑتی ہوئی خاک پھر کبھی سردی کبھی گرمی' کبھی بہار کبھی خزاں' کبھی صبح کبھی دوپہر اور کبھی شام۔

تشریعی جہان:

یونہی اس تشریعی جہان میں مضامین بدلتے رہتے ہیں' احکام کے ساتھ اخبار' دلائل کے ساتھ قصص و واقعات' مواعظ کے ساتھ جنت اور جہنم کے مناظر' بشارت کے ساتھ انذار اور وعدوں کے ساتھ وعیدوں کا بیان ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے اور کلام ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف' ایک منظر سے دوسرے منظر کی طرف' ایک قصہ سے دوسرے قصہ کی طرف اور ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتا چلا جاتا ہے اور پڑھنے سننے والا اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا۔

وحی' نبوت اور قرآن:

سورۂ ہود میں بھی قرآن کے اس خاص انداز کی جھلک نمایاں دکھائی دیتی ہے:

① پہلے قرآن کی صداقت اور توحید و رسالت کی حقانیت کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔

② اس کے بعد حضرت نوح' حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت لوط' حضرت شعیب' حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔

۳ یہ تمام قصے وحی کے اثبات' محمد ﷺ کی نبوت کی سچائی اور قرآن کے معجزہ ہونے کو بیان کرنے کے لیے لائے گئے ہیں۔

مشرکین مکہ جانتے پہچانتے تھے:

مشرکین مکہ بخوبی جانتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ امی ہیں۔ آپ ﷺ نہ قرأت جانتے ہیں۔ نہ ہی کتابت سے آشنا ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ نے کسی کی شاگردی اختیار کی۔

لیکن اس کے باوجود اتنی صحت' باریکی اور کامل درجہ کی درستگی کے ساتھ ان واقعات کو بیان کرنا وحی کے بغیر کیسے ممکن تھا۔ خود قرآن نے اس نکتے کی طرف متوجہ کرنے کے لیے انبیاء اور مرسلین کے واقعات بیان کرنے کے بعد عام طور پر وحی اور نبوت کا تذکرہ کیا ہے۔

غیب کی خبریں:

''یہ (حالات و واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تو تم ان کو جانتے تھے اور نہ ہی تمہاری قوم جانتی تھی۔ پس صبر کرو' پرہیزگاروں ہی کا انجام اچھا ہوتا ہے۔'' (۱۱/۴۹)

عبرتیں اور نصیحتیں:

یونہی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا قصہ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

''یہ (پرانی) بستیوں کے تھوڑے سے حالات ہیں جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں۔ ان میں بعض بستیاں تو باقی ہیں اور بعض تہس نہس ہو گئیں۔'' (۱۱/۱۰۰)

ان واقعات میں ایک طرف تو عقل' فہم اور سمع و بصر رکھنے والوں کے لیے بے پناہ عبرتیں اور نصیحتیں ہیں۔

تسلی اور ثابت قدمی:

اور دوسری طرف حضور اکرم ﷺ اور مخلص اہل ایمان کے لیے تسلی اور ثابت قدمی کا سامان اور سبق ہے۔

استقامت کا حکم:

اسی لیے یہ واقعات بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کو استقامت کا حکم دیا گیا ہے جو کہ حقیقت میں پوری امت کو حکم ہے۔ استقامت ایک ایسا حکم ہے جس کا تعلق عقائد، اقوال، اعمال اور اخلاق سب ہی کے ساتھ ہے۔ استقامت کوئی آسان چیز نہیں ہے۔ بلکہ انتہائی مشکل صفت ہے جو اللہ کے مخصوص بندوں ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

استقامت کا مطلب:

استقامت کا مطلب یہ ہے کہ پوری زندگی ان تعلیمات کے مطابق گزاری جائے۔ جن کے مطابق گزارنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

اس سے زیادہ سخت آیت کوئی نہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر اس آیت سے زیادہ سخت آیت کوئی نازل نہیں ہوئی۔ (۱۱/۱۱۲)

بڑھاپا تیزی سے آ رہا ہے:

صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک موقع پر ریش مبارک میں چند سفید بال دیکھتے ہوئے عرض کیا:

"یارسول اللہ! آپ پر بڑھاپا بہت تیزی سے آ رہا ہے۔"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔"

علماء کہتے ہیں کہ آپ کا اشارہ سورہ ہود کی اسی آیت کی طرف تھا جس میں آپ

ﷺ کو استقامت کا حکم دیا گیا ہے۔

استقامت عین کرامت:

علماء ربانیین نے استقامت کو عین کرامت قرار دیا ہے اور صحیح بات تو یہ ہے کہ استقامت سے بڑی کوئی کرامت نہیں ہے۔

نافرمان بستیوں کی پکڑ:

یہاں استقامت کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اس کی اللہ سے دعاء کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی تدبر ضروری ہے جس میں فرعون کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا گیا:

> ''اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے بے شک دکھ دینے والی اور سخت۔ ان قصوں میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے۔'' (۱۰۲، ۱۰۳/۱۱)

سرکش قوموں کی گرفت:

گویا یہ بتا دیا گیا ہے کہ جس اللہ نے کل کی نافرمان بستیوں پر عذاب نازل کیا تھا، وہ آج بھی سرکش قوموں کو اپنی گرفت میں لے سکتا ہے۔

اللہ کا عذاب کب آتا ہے:

اسی طرح آیت ۱۱۶ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عام طور پر کسی قوم پر اللہ کا عذاب اس وقت نازل ہوتا ہے جب اس کے اندر دو خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں:

۱. پہلی خرابی یہ کہ ایسے دردمند اور ہوش مند لوگ نہیں رہتے جو انہیں فتنہ و فساد سے منع کریں۔
۲. دوسری خرابی یہ کہ وہ قوم حد سے زیادہ عیش پرستی اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

تمہارے دل کو مضبوط کر دیا:

اسی طرح حضور اکرم ﷺ اور اہل ایمان کے لیے تسلی اور صبر و استقامت کے پہلو کو مذکورہ واقعات کے بعد اس سورت کی اختتامی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ آیت ۱۲۰ میں ہے:

"(اے محمد ﷺ)! انبیاء کے وہ سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے ذریعے ہم تمہارے دل کو مضبوط رکھتے ہیں اور ان قصوں میں تمہارے پاس حق آ گیا اور مومنوں کے لیے نصیحت اور عبرت ہے۔"
(۱۱/۱۲۰)

[ترتیبی نمبر ۱۲] سورۂ یوسف [نزولی نمبر ۵۳]

مکی سورت: سورۂ یوسف مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۱۱ آیات اور ۱۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے اس لیے اسے سورۂ یوسف کا نام دے دیا گیا۔

واقعات میں تکرار:

قرآن کریم میں دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات میں تکرار پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ تکرار کھٹکتا نہیں۔ ہر جگہ نئے الفاظ، نئی تعبیر، کوئی نہ کوئی نیا سبق، نئی عبرت اور نئی نصیحت پائی جاتی ہے۔ یہ واقعات چھوٹے چھوٹے خوبصورت ٹکڑوں کی صورت میں پورے قرآن میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ان ٹکڑوں کو جوڑنے سے پورا واقعہ سمجھ میں آتا

ہے۔

اس واقعہ میں تکرار نہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں تکرار نہیں۔ یہ واقعہ اول سے آخر تک پورے کا پورا سورہ یوسف ہی میں مذکور ہے۔ دوسری سورتوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کا نام تو آیا ہے لیکن ان کے واقعہ کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی کسی دوسری سورت میں مذکور نہیں ہے۔

مخالفین عاجز:

اہل علم نے کہا ہے کہ مخالفین نہ تو قرآن کے ''مکرر'' قصوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی ''غیر مکرر'' قصوں کا۔

احسن القصص:

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو خود قرآن نے ''احسن القصص'' قرار دیا ہے کیونکہ اس قصے میں جتنی عبرتیں اور نصیحتیں پائی جاتی ہیں وہ شاید ہی کسی دوسرے قصے میں پائی جاتی ہوں۔

اس قصہ کی جامعیت:

جامعیت کے اعتبار سے دیکھیں تو:

❶ (۱) اس میں دین بھی ہے دنیا بھی۔ (۲) توحید و فقہ بھی ہے۔ (۳) اور سیرت و سوانح بھی۔ (۴) خوابوں کی تعبیر بھی ہے۔ (۵) اور سیاست و حکومت کے رموز بھی۔ (۶) انسانی نفسیات بھی ہیں۔ (۷) اور معاشی خوشحالی کی تدبیریں بھی۔ (۸) حسن و عشق کی حشر سامانی بھی ہے۔ (۹) اور زہد و تقویٰ کی دستگیری بھی۔ (۱۰) اس میں انبیاء اور صالحین کا تذکرہ بھی ہے۔ (۱۱) اور ملائکہ اور پرندوں کا بھی۔ (۱۲) جنوں اور انسانوں کا بھی۔ (۱۳) تو چوپاؤں اور شیاطین کا بھی۔ (۱۴) بادشاہوں' تاجروں' عالموں اور جاہلوں کے حالات بھی ہیں۔

⑩ تو راہِ راست سے ہٹ جانے والی عورتوں کی حیلہ سازی مکاری اور حیا باختگی بھی۔

۲ ① پھر اس قصہ میں مدّ بھی جزر بھی۔ ② گمنامی بھی ہے اور شہرت بھی۔ ③ غربت بھی ہے اور ثروت بھی۔ ④ عزت بھی ہے اور ذلت بھی۔ ⑤ صبر و ثبات بھی ہے اور بندگی شہوت بھی۔

حضور ﷺ اور یوسف علیہ السلام کے حالات و واقعات میں مماثلت:

ایک بڑی خوبی جو اس قصہ میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس قصے کے ضمن میں حضور اکرم ﷺ اور ان کے مخالفین کے حال اور مستقبل کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ یوسف علیہ السلام کی طرح ہمارے آقا ﷺ کے ساتھ بھی قریشی بھائیوں نے حسد کیا۔ قتل کے مشورے کیے۔ آپ ﷺ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ تین دن تک غار ثور میں روپوش ہونا پڑا۔ وہاں سے مدینہ ہجرت فرما گئے وہاں بتدریج آپ ﷺ کو عروج حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ پہلی اسلامی مملکت کے سربراہ بن گئے۔

فتح مکہ کے بعد:

مکہ فتح ہوا تو قریشی بھائی نادم و شرمندہ ہوئے۔ انہیں آپ ﷺ کے سامنے سرافگندہ ہونا پڑا۔ اسے حسن اتفاق کہیے یا عہد اور قصد کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی:
>
> ”جاؤ! تم آزاد ہو۔ تم پر کوئی الزام نہیں۔“

دیباچہ قصہ یوسف:

سیدنا یوسف علیہ السلام کا قصہ اس قدر مشہور ہے کہ حقیقی مسلمان گھرانوں کے بچوں تک کو ازبر ہے۔ اس لیے ان کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اجمالی طور پر ہم اسے بیان کر کے ان بصائر و عبر کو بیان کرنے پر خصوصی توجہ دیں گے جو اس قصہ

سے ہم کو حاصل ہوتی ہیں۔

چونکہ سورۂ یوسف بارہویں اور تیرہویں دونوں پاروں میں آئی ہے اور یہ قصہ تسلسل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اس لیے ہم اس تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے پہلے پورے قصے کا خلاصہ بیان کرتے ہیں اور پھر عبرتوں اور نصیحتوں کو بیان کریں گے۔

قصہ یوسف علیہ السلام پر اجمالی نظر:

1. حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔
2. حضرت یوسف علیہ السلام ان میں سے غیر معمولی طور پر حسین تھے۔
3. ان کی سیرت اور صورت دونوں کے حسن کی وجہ سے والد گرامی قدر ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

محبت کی ایک وجہ:

محبت کی ایک وجہ آپ کا اور آپ کے بھائی بنیامین کا سب سے چھوٹا ہونا بھی تھا۔ جبکہ دونوں کی والدہ بھی انتقال کر چکی تھیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے سوال:

چھوٹے بچے سے محبت انسان کی فطرت ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے سوال کیا گیا کہ آپ کو اپنے بچوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت ہے۔ انہوں نے جواب دیا:

① ”چھوٹے سے جب تک کہ وہ بڑا نہ ہو جائے۔

② غائب سے جب تک کہ وہ واپس نہ آ جائے۔

③ اور بیمار سے جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے۔“

4. اس محبت کی وجہ سے بھائی حسد میں مبتلا ہو گئے۔
5. وہ اپنے والد کو تفریح کا کہہ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے گئے۔
6. اور آپ کو کنویں میں گرا دیا۔

۷ وہاں سے ایک قافلہ گزرا۔

۸ انہوں نے پانی نکالنے کے لیے کنویں میں ڈول ڈالا تو ڈول میں سے آپ نکل آئے۔

۹ قافلہ والوں نے مصر جا کر بیچ دیا۔

۱۰ عزیز مصر نے خرید کر گھر میں رکھ لیا۔

۱۱ جوان ہوئے تو اس کی بیوی آپ پر فریفتہ ہوگئی۔

۱۲ اس نے برائی کی دعوت دی۔

۱۳ آپ نے اس کی دعوت ٹھکرا دی۔

۱۴ عزیز مصر نے بدنامی سے بچنے کے لیے آپ کو جیل میں ڈلوا دیا۔

۱۵ قید خانہ میں بھی آپ نے دعوت توحید کا سلسلہ جاری رکھا۔ جس کی وجہ سے قیدی آپ کی عزت کرتے تھے۔

۱۶ بادشاہ وقت کے خواب کی صحیح تدبیر بتانے کی وجہ سے آپ اس کی نظروں میں جچ گئے۔

۱۷ اس نے آپ کو خزانے، تجارت اور مملکت کا خود مختار وزیر بنا دیا۔

۱۸ مصر اور گرد و پیش میں قحط کی وجہ سے آپ کے بھائی غلہ حاصل کرنے کے لیے مصر آئے۔

۱۹ ایک دو ملاقاتوں کے بعد آپ نے انہیں بتا دیا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں۔

۲۰ پھر آپ کے والدین بھی مصر آ گئے اور یہیں آباد ہو گئے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

فہرست پارہ ۱۳

پارہ ۱۳

نصائح:

سیدنا یوسف علیہ السلام کا قصہ اجمالی طور پر عرض کیا جاچکا ہے۔ اب اس قصہ سے جو نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں۔ وہ عرض کی جاتی ہیں۔ لیکن یہ وضاحت ضروری ہے کہ ان عبرتوں اور نصیحتوں کا تعلق اس قصہ کے صرف اس حصہ سے نہیں۔ جو تیرہویں پارہ میں آیا ہے۔ بلکہ مجموعی طور پر پورے واقعے سے جو بصائر وعبر حاصل ہوتے ہیں وہ ذیل میں بالترتیب لکھے جارہے ہیں:

۱ مصیبت ذریعہ نعمت اور راحت:

بعض اوقات مصیبت نعمت اور راحت تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کی ابتداء تو المناک پریشانیوں سے ہوئی۔ انہیں کنوئیں میں بے یارومددگار ڈال دیا گیا۔ مصر میں غلاموں کی منڈی میں ان کی خرید وفروخت ہوئی۔ عورتوں کے فتنہ کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی سال تک جیل کی کال کوٹھڑی میں بند رہے۔ لیکن انجام یہ ہوا کہ وہ مصر کے حکمران بنے اور انہیں دینی اور دنیاوی عزت نصیب ہوئی۔

۲ حسد بیماری ہے:

حسد انتہائی خوفناک بیماری ہے۔ سگے بھائیوں میں بھی یہ بیماری پیدا ہوجائے تو افسوسناک واقعات جنم لیتے ہیں۔

۳ اخلاق' اوصاف اور تربیت:

اچھے اخلاق' اعلیٰ اوصاف اور بہتر تربیت بہرحال اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی تربیت ایک عظیم باپ کے ہاتھوں خاندان نبوت میں ہوئی تھی اور آباء و اجداد کی اخلاقی میراث میں سے بھی آپ نے وافر حصہ پایا تھا۔ مثالی تربیت اور اخلاقی

کمال ہی کی وجہ سے آپ مصائب وشدائد کے سامنے بڑی پامردی سے کھڑے رہے۔ جس کی وجہ سے کلفت کے بعد راحت کا اور ظاہری ذلت کے بعد حقیقی عزت کا دور آ کر رہا۔

۴ دین پر جمے رہنا:

عفت وامانت اور استقامت ساری بھلائیوں کا سرچشمہ ہے مردوں کے لیے بھی اور عورتوں کے لیے بھی۔ یونہی دین پر جمے رہنے والوں کو ایک نہ ایک دن عزت اور احترام حاصل ہو کر رہتا ہے۔ حقیقت اور حق کو جتنا بھی چھپایا جائے۔ بالآخر وہ ظاہر ہو کر رہتے ہیں۔

۵ مرد و عورت کا اختلاط:

مرد اور عورت کا اختلاط اور خلوت میں میل جول فتنہ کا باعث ہوتا ہے۔ نہ زلیخا کو خلوت میسر آتی اور نہ ہی وہ برائی کی منصوبہ بندی کرتی۔ اسی لیے اسلام نے مرد وزن کے خلوت میں ملنے کو حرام قرار دیا ہے۔ ترمذی اور نسائی میں حدیث ہے کہ:

”جب مرد اور عورت تنہائی میں ملتے ہیں تو ان کے ساتھ تیسرا فرد شیطان ہوتا ہے۔“

۶ اخلاقی نجاستوں سے پرہیز:

ذات باری پر ایمان اور عقیدہ کی پختگی سے مصائب کا برداشت کرنا اور اخلاقی نجاستوں سے دامن کا بچانا آسان ہو جاتا ہے۔

۷ معصیت سے مصیبت بہتر:

مومن کو چاہیے کہ وہ تنگی اور پریشانی کے وقت صرف اللہ کی طرف رجوع کرے جب عزیز مصر کی بیوی نے برائی کا ارتکاب نہ کرنے کی صورت میں جیل کی دھمکی دی تھی تو آپ نے معصیت پر مصیبت کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے رب کو پکارا تھا:

- ''اے میرے رب! جیل مجھے اس برائی سے زیادہ محبوب ہے۔ جس کی دعوت زنانِ مصر مجھے دیتی ہیں۔''
- بعض اللہ والوں کے بارے میں آتا ہے کہ جب کسی مصیبت اور بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ان سے تعزیت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا:

''الحمدللہ! بمصیبتے گرفتارم نہ بمعصیتے''

(اللہ کا شکر ہے! مصیبت میں مبتلا ہوں۔ معصیت (گناہ) میں نہیں)

۸ سچے داعی کی صفات:

سچا داعی انتہائی مشکل اور پریشان کن حالات میں بھی دعوت کے فریضہ سے غافل نہیں ہوتا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام جیل میں بھی دعوت وتبلیغ اور اصلاح و ارشاد کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ جو لوگ آپ سے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے آئے۔ ان کو بھی آپ نے پہلے توحید کی دعوت دی۔ اس کے بعد خواب کی تعبیر بتائی۔ اور کہا جاتا ہے کہ جیل کے قیدیوں نے آپ کی دعوت سے متاثر ہو کر ایمان قبول کر لیا تھا خود مصر کا بادشاہ بھی اسلام لے آیا تھا۔

۹ داعی اور پیشوا کی پاک دامنی:

ہر مسلمان کو عموماً اور داعی اور پیشوا کو خصوصاً اپنے دامن کی صفائی کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو کئی سال بعد جب رہائی نصیب ہوئی تو آپ نے اس وقت تک جیل سے باہر قدم رکھنے سے انکار کر دیا۔ جب تک کہ آپ کی برأت اور طہارت کا اعلان اور اعتراف نہ کر لیا جائے تا کہ کل کو آپ کو یہ طعنہ نہ دیا جائے کہ:

''معاذ اللہ! تھے تو مجرم مگر رحم اور ترس کھاتے ہوئے رہا کر دیا گیا۔''

۱۰ صبر کی فضیلت اور نتائج:

اس واقعہ سے صبر کی فضیلت اور اس کے بہترین نتائج کا بھی یقین آجاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کنوئیں کی تاریکی سے جیل کی تنہائی تک اور عزیز مصر کے گھر سے

بھائیوں کو معاف کرنے تک ہر جگہ مضبوطی کے ساتھ صبر کا دامن تھامے رکھا۔

اس صبر کے جو نتائج سامنے آئے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صبر راحتوں اور نعمتوں کے دروازے کی چابی' نصف ایمان اور اللہ کی نصرت اور رحمت کو متوجہ کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔

⓫ پاکدامنی کی شہادتیں:

اس قصہ کے مطالعہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت اور طہارت کی کئی شہادتیں سامنے آتی ہیں:

پہلی شہادت:

پہلی شہادت رب العالمین کی ہے۔

دوسری شہادت:

دوسری شہادت شیطان کی ہے۔

کیونکہ شیطان نے باری تعالیٰ کے سامنے قسم کھا کر کہا تھا:

''تیری عزت کی قسم۔ میں سب (انسانوں) کو گمراہ کردوں گا۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلص ہیں۔''

اور اس میں شک ہی کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام مخلص اور منتخب تھے۔ لہٰذا انہیں راہ راست سے ہٹانا خود شیطان کے بقول ممکن ہی نہ تھا۔

تیسری شہادت:

تیسری شہادت خود حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے۔ ابھی گزرا ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ:

''اے میرے رب! مجھے جیل زیادہ محبوب ہے۔ اس برائی سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں۔''

چوتھی شہادت:

عزیز مصر کی بیوی کی ہے۔ جب اس نے واضح طور پر کہا تھا:
"اب حق واضح ہوگیا۔ میں نے اسے پھسلانے کی کوشش کی تھی۔ یہ سچوں میں سے ہے۔"

پانچویں شہادت:

عزیز مصر کے خاندان کے اس فرد کی ہے۔ جس نے کہا تھا:
"اگر قمیص آگے سے پھٹی ہے تو یہ سچی ہے اور یوسف (معاذ اللہ) جھوٹوں میں سے ہے اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے۔"
جب دیکھا گیا تو آپ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔

چھٹی شہادت:

ان زنان مصر کی ہے۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ انہوں نے آپ کے کردار کی صفائی کی گواہی دیتے ہوئے کہا تھا:
"ہمیں یوسف کے بارے میں کسی برائی کا علم نہیں ہے"۔

پاکدامنی ثابت:

ان تمام شہادتوں سے قطعی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی ثابت ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی سیاہ دل آپ کی طرف برائی کی نسبت کرتا ہے تو اس سے بڑا جاہل اور غبی کوئی نہیں۔

۱۲ تقدیر بہر صورت غالب رہتی ہے:

بارہویں نصیحت اس قصہ سے یہ حاصل ہوتی ہے کہ:

① اللہ کسی کو تکلیف میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کرلے تو اس کی تقدیر اور فیصلے کو کوئی ٹال

نہیں سکتا۔

۴ اور اگر کسی کے ساتھ خیر اور عزت کا فیصلہ کر لے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

۱۴ اختتامی عبرت:

سورۂ یوسف کا اختتام اس آیت پر ہوا ہے:

''ان کے قصے میں عقلمندوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ (قرآن) ایسی بات نہیں جسے خود بنالیا جائے بلکہ یہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے (نازل) ہوئی ہیں اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔''

گویا اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ:

۱ جو اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکال کر تخت پر بٹھا سکتا ہے۔

۲ وہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عزت عطا کرے۔

۳ اور ان کے لائے ہوئے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔

[ترتیبی نمبر ۱۳] سورۃ الرعد [نزولی نمبر ۹۶]

مکی سورت: سورۂ رعد مکی ہے۔

آیات: اس میں ۴۳ آیات اور ۶ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱۳ میں رعد کا ذکر آیا ہے۔ (کڑکنے والی بجلی) پس اسی مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ رعد رکھا گیا۔

تین بنیادی عقائد:

اس سورت میں تینوں بنیادی عقائد یعنی:

① توحید ② نبوت ③ بعث بعد الموت سے بحث کی گئی ہے۔

حروف مقطعات کا راز:

اس سورت کی پہلی آیت میں قرآن کریم کی حقانیت کا ذکر ہے۔ یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جن سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے۔ ان کی ابتداء میں عام طور پر قرآن کریم کا ذکر ہوتا ہے۔ جس سے اس قول کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ جس کے مطابق حروف مقطعات ان مخالفین کو چیلنج کرنے کے لیے لائے جاتے ہیں۔ جو قرآن مجید کو معاذ اللہ انسانی کاوش قرار دیتے ہیں۔

اس سورت میں جو اہم مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

❶ وحدانیت کے دلائل:

سورت کی ابتداء میں اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت کے دلائل بیان کیے گئے ہیں کہ آسمانوں اور زمین' سورج اور چاند' رات اور دن' پہاڑوں اور نہروں' غلہ جات اور مختلف رنگوں' ذائقوں اور خوشبوؤں والے پھلوں کو پیدا کرنے والا وہی ہے۔ موت اور زندگی' نفع اور نقصان اس اکیلے کے ہاتھ میں ہے۔

❷ بعث بعد الموت:

قیامت کے دن بعث و جزاء کو ثابت کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جو مشرکین کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

① وہ اللہ کے وجود کا اقرار بھی کرتے تھے۔ ② اسے ارض وسما کا خالق بھی تسلیم کرتے تھے۔ ③ لیکن مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے۔ ④ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ ہڈیوں کے بوسیدہ اور گوشت پوست کے مٹی میں رل جانے کے بعد انسان دوبارہ کیسے زندہ ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مشرکوں کو تو اس پر تعجب ہوتا ہے کہ مردہ ہڈیوں میں زندگی کیسے ڈالی جائے گی جبکہ درحقیقت باعث تعجب بعث بعد الموت نہیں۔ بلکہ بعث

بعد الموت کا انتظار باعث تعجب ہے۔ (۱۳/۵)

۳ انسان کی حفاظت:

اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ جو اللہ کے حکم سے انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔

۴ اللہ بھی اپنا معاملہ بدل دیتا ہے:

ایک اصولی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ کسی قوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو خصوصی معاملہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے معاملے کو اس وقت تک نہیں بدلتا۔ جب تک کہ اس قوم کے حالات نہیں بدل جاتے۔

جب وہ قوم خود ہی اپنے آپ کو نعمت کی بجائے مصیبت اور کشائش کی بجائے تنگی کا مستحق بنالیتی ہے تو پھر اللہ بھی اپنا معاملہ بدل دیتا ہے۔

آج اگر امت مسلمہ اپنے لیے عزت چاہتی ہے تو اسے ذلت والے اسباب ترک کر کے عزت والے اسباب و وسائل اختیار کرنے ہوں گے۔ محض عزت کی آرزو سے عزت کا حصول ناممکن ہے۔

۵ اہل باطل سیلابی جھاگ:

باطل اور اہل باطل کو اس سیلابی جھاگ سے تشبیہ دی گئی ہے جو بظاہر ہر ہر چیز پر چھائی ہوتی ہے۔ لیکن بالآخر سوکھ کر زائل ہو جاتی ہے۔

اہل حق سونا اور چاندی:

حق اور اہل حق کو اس سونے اور چاندی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ جو زمین پر ٹھہرا رہتا ہے۔ پھر آگ میں تپ کر بالکل خالص ہو جاتا ہے اور میل کچیل اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ (۱۳/۱۷)

باطل کی مادی جھاگ:

دنیا بھر میں باطل کی مادی جھاگ جو اٹھی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ جھاگ خود

بخود بیٹھ جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں حق کے سچے پرستار کھڑے ہو جائیں۔

لیکن جو صورت نظر آ رہی ہے وہ تو یہ ہے کہ حق کے نام لیواؤں نے اہل باطل کے اور اہل باطل نے اہل حق کے بعض طور طریقے اپنا رکھے ہیں۔

۶ اہل تقویٰ کی صفات:

اہل تقویٰ اور حقیقی عقلمندوں کی آٹھ صفات بتائی گئی ہیں:

۱ وہ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی کے مرتکب نہیں ہوتے۔
۲ جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں جوڑے رکھتے ہیں۔
۳ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔
۴ حساب سے خوف رکھتے ہیں۔
۵ اللہ کی رضا کے لیے صبر کرتے ہیں۔
۶ نماز قائم کرتے ہیں۔
۷ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔
۸ برائی کا جواب بھلائی اور اچھائی سے دیتے ہیں۔ (۲۰-۱۳/۲۴)

اشقیاء کی علامات:

ان کے مقابلے میں اشقیاء کی تین نمایاں علامات ہیں:

پہلی:

یہ کہ وہ اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں۔

دوسری:

یہ کہ اللہ نے جن رشتوں کو باقی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ وہ انہیں ختم کرتے ہیں۔

تیسری:

یہ کہ وہ زمین میں فساد کرتے ہیں۔ (۱۳/۲۵)

۷ مقام نبوت اور بشر:

انبیاء بھی دوسرے انسانوں کی طرح انسان ہی ہوتے ہیں۔ ان کے بیوی بچے بھی ہوتے ہیں۔ جہاں تک ان کے معجزات کا تعلق ہے تو یہ ان کا ذاتی کمال نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اللہ کے حکم سے صادر ہوتے ہیں۔ وہ لوگ مقام نبوت سے ناواقف ہیں۔ جو بشر ہونے کی وجہ سے ان کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔

۸ نبوت ورسالت کی خود شہادت:

سورت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی نبوت و رسالت کی خود شہادت دی ہے۔ اسی طرح وہ اہل کتاب بھی آپ کی نبوت کے گواہ ہیں جو تعصب سے پاک ہیں۔

[ترتیبی نمبر ۱۴] سورۂ ابراہیم [نزولی نمبر ۷۲]

مکی سورت: سورۂ ابراہیم مکی ہے۔

آیات: اس میں ۵۲ آیات اور ۷ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۳۵ تا ۴۱ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اسی لیے اس سورت کو سورۂ ابراہیم کہا جاتا ہے۔

نزول قرآن کی حکمت اور مقصد:

اس سورت کی ابتداء بھی حروف مقطعات سے ہوئی ہے۔ حروف مقطعات والی دوسری سورتوں کی طرح اس سورت کے آغاز میں بھی قرآن کریم کا ذکر ہے اور اس کی پہلی آیت میں نزول قرآن کی حکمت اور مقصد بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"یہ وہ کتاب ہے جسے ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ تا کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالو اپنے رب کے حکم سے یعنی غالب اور

قابل تعریف ذات کے راستے کی طرف''۔

سورۂ ابراہیم میں جو اہم مضامین بیان ہوئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱ تین بنیادی عقائد:

تینوں بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور بعث وجزاء پر ایمان کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

۲ جہنم کی وعید، جنت کے وعدے:

کافروں کی مذمت اور ان کے لیے جہنم کی وعید ہے جبکہ مومنوں کے لیے جنت کے وعدے ہیں۔ (۲، ۲۳، ۲۸، ۳۱/۱۴)

۳ حضرت خاتم النبیین کو تسلی:

حضرت خاتم النبیین ﷺ کو تسلی دینے کے لیے بتایا گیا ہے کہ سابقہ انبیاء کے ساتھ بھی ان کی قوموں نے اعراض وانکار اور عداوت ومخالفت کا یہی رویہ اختیار کیا تھا۔ جو آپ کی قوم اختیار کیے ہوئے ہے۔ (۹، ۱۲، ۱۳، ۱۸/۱۴)

انبیاء اور ان کی قوم کی گفتگو:

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے وہ گفتگو ذکر کی ہے جو بعض انبیاء اور انہیں جھٹلانے والوں کے درمیان ہوئی ان مکذبین نے انبیاء کی دعوت کے جواب میں چار شبہات پیش کیے۔

۱ رب العالمین کے وجود کے بارے میں شبہ:

جو کہ مشرکین کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:

مشرکین:

''اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم اس سے قوی شک میں ہیں''

انبیاء کا جواب:

اسی شبہ کے جواب میں انبیاء نے فرمایا:

''اے اللہ کے بندو! کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک کرتے ہو۔ جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔''

کائنات کا ہر ذرہ' ہر حرکت وسکون وحدانیت کی گواہ ہے:

یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید کے دلائل تو اس قدر واضح ہیں کہ ان پر کسی دلیل اور برہان کے قیام کی ضرورت ہی نہیں۔ کائنات کا ہر ذرہ اور ہر حرکت وسکون اس کی وحدانیت کی گواہ ہے۔

کیا جب سورج طلوع ہو جائے تو پھر دن کے وجود پر کسی اور دلیل کی بھی ضرورت باقی رہتی ہے؟

۲ بشر رسول نہیں ہوسکتا:

مشرکین کا خیال تھا کہ بشر رسول نہیں ہوسکتا۔

انبیاء کا جواب:

انبیاء نے جواب دیا کہ:

''بے شک ہم بشر ہیں۔ لیکن بشر کا رسول ہونا محال نہیں۔ رسول اسے کہتے ہیں۔ جس پر وحی نازل ہو اور ہم پر وحی نازل ہوتی ہے۔''

حکمت الٰہی کا تقاضا:

حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ ہے کہ:

① انسانوں کی طرف کسی انسان ہی کو نبی بنا کر بھیجا جائے۔

② اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو کسی فرشتے ہی کو نبی بنا کر بھیجا جاتا۔

۳ تقلید آباء:

مشرکین کو ہدایت سے محروم رکھنے والا ایک بڑا سبب ''تقلید آباء'' تھا۔ وہ اپنے آباء کی راہ چھوڑنے کے لیے کسی طرح بھی تیار نہ تھے۔ قرآن نے متعدد مقامات پر اس

کی تردید فرمائی ہے۔

۴ معجزہ دکھانا اللہ کا اختیار ہے:

چوتھا شبہ وہ یہ پیش کرتے تھے کہ جن معجزات کا ہم مطالبہ کرتے ہیں وہ ہمیں کیوں نہیں دکھائے جاتے۔

انبیاء کا جواب:

اس کا جواب انبیاء نے یہ دیا ہے کہ:

''کسی بھی معجزہ کا دکھانا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ معجزہ دکھانا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی مرضی ہے وہ دکھائے یا نہ دکھائے۔''

۵ شکر' ناشکری:

اللہ تعالیٰ کا دستور اور وعدہ یہ ہے کہ وہ شکر کرنے والوں کو اور زیادہ دیتا ہے اور ناشکری کرنے والوں کے لیے اس کا عذاب بڑا سخت ہے۔ (۱۴/۷)

شکر کی حقیقت:

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ انسان منعم کے فضل و احسان کا اقرار کرے۔ اس کی تعریف کرے اور نعمت کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرے جس مقصد کے لیے وہ نعمت عطا کی گئی ہے۔

نعمت علم کا تقاضا:

نعمت علم کا تقاضا یہ ہے کہ عمل کیا جائے اور جاہلوں کو تعلیم دی جائے۔

نعمت مال کا شکر:

نعمت مال کا شکر یہ ہے کہ اسے نیکی اور احسان کے مواقع پر خرچ کیا جائے۔ اسی پر دوسری نعمتوں کو قیاس کرلیا جائے۔

❻ حضرت ابراہیم کی دعائیں:

اس سورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعائیں خاص طور پر ذکر کی گئی ہیں۔
جو انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کے بعد:

① اہل مکہ ② اپنی اولاد ③ اور خود اپنے خاندان کے لیے کی تھیں۔

ان دعاؤں میں انہوں نے:

❶ امن ❷ رزق ❸ دلوں کے میلان ❹ اقامت صلوٰۃ ❺ اور مغفرت کی درخواست کی تھی۔ (۱۴/۴۱۔۳۵)

❼ شجرۂ طیبہ، شجرہ خبیثہ:

1. حق اور ایمان کے کلمہ کو شجرہ طیبہ (پاکیزہ درخت) کے ساتھ اور
2. باطل اور ضلالت کے کلمہ کو شجرۂ خبیثہ (ناپاک درخت) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

کلمہ طیبہ:

کلمہ طیبہ جب واقعی دل میں اتر جائے تو اس کی جڑ بڑی مضبوط اور اس کا پھل بڑا شیریں ہوتا ہے۔

کلمہ خبیثہ:

جب کہ کلمہ خبیثہ کے لیے قرار بھی نہیں ہوتا اور وہ ہوتا بھی بے ثمر ہے۔ (۱۴/۲۷،۲۴)

❼ قیامت کی منظر کشی:

سورۂ ابراہیم کے آخری رکوع میں قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے اور جہنم کے ہولناک عذابوں کا تذکرہ ہے۔

❽ قرآن کی حکمت:

جیسے اس سورت کا آغاز نزول قرآن کی حکمت کے بیان سے ہوا تھا۔

مقصد نزول:

اسی طرح اس کی آخری آیت میں اُس کا مقصد نزول بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''یہ قرآن لوگوں کے لیے اللہ کا پیغام ہے تا کہ اس سے انہیں ڈرایا جائے تا کہ وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے اور تا کہ اہل عقل نصیحت حاصل کریں۔'' (۱۴/۵۲)

فہرست پارہ ۱۴

پارہ ۱۴

[ترتیبی نمبر۱۵] سورۃ الحجر [نزولی نمبر۵۴]

مکی سورت: سورہ حجر مکی ہے۔

آیات: اس میں ۹۹ آیات اور ۶ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ وادی حجر کے رہنے والوں یعنی قوم ثمود کا ذکر ہے۔ اس لیے اس کا نام سورۃ الحجر ہے۔ (آیات نمبر۸۰تا۸۴)

وادی حجر:

وادی حجر، مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے۔

اس سورت کی صرف پہلی آیت تیرھویں پارہ میں ہے۔ باقی پوری سورت چودھویں پارہ میں ہے۔

اسلام کے بنیادی عقائد کا اثبات:

اس سورت کا آغاز بھی حروف مقطعات سے ہوتا ہے اور اس کی پہلی آیت میں قرآن کریم کی تعریف اور توصیف ہے۔ اس سورت میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد کا اثبات ہے۔

اس سورت کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

۱ قیامت کے دن کفار آرزو کریں گے:

قیامت کے دن کفار جب عذاب کی شدت اور ہولناکی کا مشاہدہ کریں گے تو وہ آرزو کریں گے کہ اے کاش! ہم مسلمان ہوتے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس دن کا ایمان اور

ایمان کی تمنا کسی کام نہیں آئے گی۔

ایمانی دعوت سے انکار استہزاء:

جبکہ آج ان کا حال یہ ہے کہ جب اللہ کا رسول انہیں ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے تو وہ اسے مجنون اور دیوانہ کہتے ہیں اور وہ ایمانی دعوت کے مقابلے میں انکار اور استہزاء کا وہی رویہ اختیار رکھے ہوئے ہیں جو گزشتہ نافرمان قوموں نے اختیار کیا تھا۔

۲ قرآن کی حفاظت کا ذمہ:

قرآن کریم کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ خود باری تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔

دوسری آسمانی کتابوں کی حفاظت:

جبکہ دوسری آسمانی کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے حاملین کو سونپی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری آسمانی کتابیں انسانی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔

قرآن معجزہ ہے:

جبکہ کئی صدیاں گزرنے کے باوجود ہر طرح کے تغیر وتبدل اور کمی بیشی سے پاک اور محفوظ ہے۔ قرآن کریم کے معجزہ ہونے کے پہلوؤں میں سے ایک اہم پہلو اس کا محفوظ ہونا بھی ہے۔

حفظ کرنا آسان:

اسے محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو حفظ کرنا آسان فرما دیا ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں۔ جہاں قرآن کے حافظ نہ پائے جاتے ہوں۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جو اپنی مادری زبان میں چند صفحے کا رسالہ یاد نہیں کر سکتے۔ وہ اتنی بڑی کتاب اپنے سینے میں محفوظ کر لیتے ہیں۔

۳ اللہ کی قدرت، وحدانیت:

اس سورت کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل ذکر

کیے گئے ہیں جو چیخ چیخ کر اپنے خالق کے وجود اور اس کی عظمت کی گواہی دے رہے ہیں۔

یہ دلائل آسمانوں، زمینوں، چاند ستاروں، پہاڑوں اور میدانوں، سمندروں اور نہروں، درختوں اور پرندوں کی صورت میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔

کہیں فرمایا گیا:

1. ''ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اس کو سجا دیا۔'' (۱۵/۱۶)

دو آیتوں کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

2. ''اور زمین کو بھی ہم ہی نے پھیلا دیا اور اس پر پہاڑ رکھ دیے اور اس میں ہر مناسب چیز اگائی۔'' (۱۵/۱۹)

کہیں فرمایا گیا:

3. ''ہم ہی پانی سے بھری ہوئی ہوائیں چلاتے ہیں اور ہم ہی آسمان سے بارش برساتے ہیں اور ہم ہی تم کو اس کا پانی پلاتے ہیں اور تم اس کا خزانہ نہیں رکھتے۔'' (۱۵/۲۲)
4. یہ ہوائیں ہزاروں ٹن پانی اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتی ہیں۔ پھر جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اسے برسا دیتی ہیں۔
5. یہ ہوائیں ہی ہیں جو درختوں کو بار آور کرتی ہیں۔ یہ وہی کام سر انجام دیتی ہیں جو نر حیوان، مادہ کے لیے سر انجام دیتا ہے۔ ان ہواؤں میں نر اور مادہ کے اعضاء اور اثرات ہوتے ہیں جو کہ وہ ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف منتقل کرتی چلی جاتی ہیں۔

② انسان کی تخلیق کی ابتداء:

توحید اور قدرت کے تکوینی دلائل ذکر کرنے کے بعد انسان کی تخلیق کی ابتداء کا

قصہ بیان کیا گیا ہے۔ جو کہ اس دنیا کے پہلے انسان ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی صورت میں سامنے آیا۔

۲ آدم کی پیدائش ربانی قدرت کا مظہر:

آپ کی پیدائش یقیناً ربانی قدرت کے مظاہر میں سے ایک مظہر تھی۔ کیونکہ بے جان مٹی سے ایک شخصیت پیدا کر دینا جسے:

- حرکت کرنے'
- اٹھنے بیٹھنے'
- چلنے پھرنے'
- سوچنے سمجھنے'
- عناصر کو مسخر کرنے'
- اور امکانات کی دنیا میں آگے بڑھنے کی قدرت حاصل ہے۔

یقیناً اللہ کے قادر اور حکیم ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

۳ آدم علیہ السلام کا قصہ ایک فرد کا نہیں انسانیت کا قصہ ہے:

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ایک فرد کا نہیں بلکہ پوری انسانیت کا قصہ ہے۔

جس وقت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اس میں اپنی روح پھونکی۔

۴ فرشتوں کو سجدہ کا حکم:

فرشتوں کو ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا اور اپنی قدرت کے اسرار و حکمت کے عجائبات ان پر کھولے تو ان تمام امور میں:

- جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی تکریم تھی۔ اسی طرح ان کی اولاد کی بھی تکریم تھی۔
- فرشتوں کو جب سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کر دیا۔

۵ سجدہ سے انکار:

اہل علم کے نزدیک راجح اور صحیح قول یہ ہے کہ ابلیس فرشتہ نہیں بلکہ جن تھا۔ البتہ فرشتوں کے درمیان رہتا تھا۔ سجدہ سے انکار کی وجہ سے آسمانوں سے نکال دیا گیا اور وہ ابدی لعنت کا مستحق ٹھہرا۔

۶ انتقام کی آگ:

اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے انتقام لینے کے لیے قیامت کے دن تک زندگی کی مہلت مانگی اور یہ مہلت اسے دے دی گئی یہ مہلت اس نے اولاد آدم کو گمراہ کرنے کے لیے مانگی تھی اور اپنے اس مقصد کا اظہار اس نے کسی لگی لپٹی کے بغیر کر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا:

''پروردگار! جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔ میں لوگوں کے لیے گمراہی کو آراستہ کردوں گا اور سب کو بہکا دوں گا۔'' (۱۵/۳۹)

۷ جہنم کے سات دروازے:

اسے کہہ دیا گیا تم سے جو کچھ ہوسکتا ہے کرلو۔ جو میرے بندے ہیں۔ ان پر تمہارا کوئی داؤ نہیں چلے گا۔ البتہ جو ابدی شقی اور فطرت کے خبیث ہیں۔ وہ تمہاری اتباع کریں گے اور ان کے لیے میں نے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جس کے سات دروازے ہیں اور ہر ایک دروازے کے لیے ان میں سے جماعتیں تقسیم کردی گئی ہیں۔ (۱۵/۴۴)

۸ قرآن کا انداز:

چونکہ قرآن کا انداز یہ ہے کہ وہ:

1. ترہیب کے ساتھ ترغیب
2. اور دوزخ کے ساتھ جنت کا تذکرہ بھی کرتا ہے۔

۴ اس لیے شیطان کی اتباع کرنے والوں کے تذکرہ کے بعد ان سعادت مندوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو امن اور سلامتی کی جگہ یعنی جنت میں ہوں گے۔ وہاں انہیں نہ تھکاوٹ ہوگی نہ کوئی تکلیف اور پریشانی۔ ان کے سینے ایک دوسرے کے بارے میں صاف ہوں گے۔

۵ رحمت غضب پر غالب:

جنت جیسی امن وسلامتی اور راحت و اطمینان کی جگہ کا ذکر کرنے کے بعد سورۂ حجر بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور رحمت کا ذکر کرتی ہے۔ بندہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"اے (پیغمبر) میرے بندوں کو بتا دیجیے کہ میں بڑا بخشنے والا اور مہربان ہوں اور یہ کہ میرا عذاب دردناک ہے۔" (۴۹، ۱۵/۵۰)

خوف اور امید:

یہ آیات خوف اور امید دونوں مقامات کی جامع ہیں۔ مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہونا چاہیے اور اس کی رحمت کی امید بھی ہونی چاہیے۔

۶ ابراہیم علیہ السلام کے مہمان:

اللہ کی رحمت اور فضل و احسان کے بعد حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے مہمانوں کا تذکرہ ہے۔ جو انسانی شکل میں نورانی فرشتے تھے اور آپ کو بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لیے آئے تھے۔

بظاہر ولادت کی عمر:

کہا جاتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر کم وبیش ۱۲۰ سال تھی اہلیہ بھی بہت بوڑھی

تھیں۔ بظاہر یہ ولادت کی عمر نہ تھی۔ اس لیے آپ کو بیٹے کی خوشخبری سن کر خوشی بھی ہوئی اور تعجب بھی ہوا۔ آپ نے فرشتوں کے سامنے تعجب کا اظہار بھی کیا تو انہوں نے کہا:

''ہم آپ کو سچی خوشخبری سنا رہے ہیں پس آپ مایوس نہ ہوں۔'' (۱۵/۵۵)

سوال کرنے کا مقصد:

میرے سوال کرنے کا مقصد تو یہ معلوم کرنا ہے کہ:

① یونہی بڑھاپے میں ہمیں بیٹا دیا جائے گا۔
② یا جوانی لوٹا کر۔
③ یا کسی دوسری عورت سے شادی کرنے کے بعد۔

۷ قوم لوط کو عذاب نے آ پکڑا:

فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری سنا کر حضرت لوط علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ آپ اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر رات ہی کو اس بستی سے نکل جائیے۔ کیونکہ آپ کی بستی والے گناہوں کی سرکشی میں اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''سو ان کو سورج نکلتے نکلتے چنگھاڑ نے آ پکڑا اور ہم نے اس شہر کو الٹ کر نیچے کا اوپر کردیا اور ان پر کنکر کی پتھریاں برسائیں۔'' (۱۵/۷۴)

۸ وادی حجر بھی عذاب کی لپیٹ میں:

وادی حجر کے رہنے والے یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم بھی ظلم اور زیادتی کی راہ پر چل نکلی تھی اور بار بار سمجھانے کے باوجود بت پرستی کو چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں ہو رہی تھی۔

۹ مختلف معجزات:

انہیں مختلف معجزات بھی دکھائے گئے۔ بالخصوص پہاڑی چٹان سے اونٹنی کی

ولادت کا معجزہ جو کہ حقیقت میں کئی معجزوں کا مجموعہ تھا۔

۱ اونٹنی کا چٹان سے برآمد ہونا۔

۲ نکلتے ہی اس کی ولادت کا قریب ہونا۔

۳ اس کی جسامت کا غیر معمولی بڑا ہونا۔

۴ اس سے بہت زیادہ دودھ حاصل ہونا۔

لیکن ان بدبختوں نے اس معجزہ کی کوئی قدر نہ کی۔

اونٹنی کی ہلاکت:

بجائے اس کے کہ وہ اسے دیکھ کر ایمان قبول کر لیتے انہوں نے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا چنانچہ وادی حجر والے بھی عذاب کی لپیٹ میں آ کر رہے۔

نعمت قرآن کا ذکر:

سورۂ حجر کے آخری رکوع میں نعمت قرآن کا ذکر ہے کہ جسے یہ نعمت حاصل ہو جائے اسے مال داروں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہیے اور حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی طرف جو حق نازل کیا گیا ہے اسے کھول کر بیان فرما دیجیے۔

سورت کی ابتداء اور انتہاء:

گویا گزشتہ سورت کی طرح اس سورت کی ابتداء اور اختتام بھی قرآن پر ہوا ہے۔

[ترتیبی نمبر ۱۶] سورۃ النحل [نزولی نمبر ۷۰]

مکی سورت: سورۂ نحل مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۲۸ آیات اور ۱۶ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

نحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں چونکہ اس سورت میں شہد کی مکھی کا ذکر آیا ہے اس لیے

اس کا نام سورۂ نحل ہے۔ آیت نمبر (۶۸،۶۹)

شہد کی مکھی:۔

شہد کی مکھی بھی عام مکھیوں جیسی ایک مکھی ہے۔ لیکن وہ حکم الٰہی سے ایسے حیرت انگیز کام کرتی ہے جن کے کرنے سے انسانی عقل عاجز ہے۔

١ خواہ چھتہ بنانے کا عمل ہو،
٢ یا آپس میں مختلف ذمہ داریوں کی تقسیم،
٣ یا دور دراز واقع درختوں، باغات اور فصلوں سے قطرہ قطرہ شہد کا حصول۔

ہر عمل بڑا ہی عجیب:

ان کا ہر عمل بڑا ہی عجیب ہوتا ہے۔ ان کے بنائے ہوئے چھتے میں بیس سے تیس ہزار تک خانے ہوتے ہیں۔ یہ خانے مسدس ہوتے ہیں اور آج کے کسی جدید ترین آلہ سے اگر ان کی پیائش کی جائے تو ان میں بال برابر بھی فرق نہیں ہوگا۔

شہد کا چھتہ:

① پھر اس چھتے میں شہد جمع کرنے کا گودام۔
② بچے جننے کے لیے 'میٹرنٹی ہوم'۔
③ اور فضلہ کے سٹور سب الگ الگ ہوتے ہیں۔
④ ہزاروں مکھیوں پر ایک ملکہ حکمرانی کرتی ہے اس چھوٹی سی مملکت میں اسی کا سکہ چلتا ہے۔ اسی کے حکم سے ڈیوٹیوں کی تقسیم ہوتی ہے۔
⑤ چھتے پر کام کرنے والی مکھیوں میں سے بعض دربانی کے فرائض انجام دیتی ہیں۔
⑥ بعض انڈوں کی حفاظت کرتی ہیں۔
⑦ بعض نابالغ بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔
⑧ بعض انجینئرنگ اور چھتے کی تراش خراش اور تعمیر میں لگی رہتی ہیں۔
⑨ جب کسی مکھی کو تلاش و جستجو کے دوران کسی جگہ پر شہد کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے تو

وہ واپس آ کر ایک خاص قسم کے رقص کے ذریعے دوسری ساتھیوں کو منزل تک پہنچنے کے لیے راستے کی نشاندہی کرتی ہے۔

⑩ یہ احتیاط ضرور کرتی ہے کہ جس پھول کو وہ نچوڑ چکی ہوتی ہے اس پر ایک خاص قسم کی نشانی چھوڑ آتی ہے۔ تاکہ بعد میں آنے والی کارکن کا وقت ضائع نہ ہو اور اسے ''خجل خراب'' نہ ہونا پڑے۔

⑪ اگر کوئی مکھی غلطی سے گندگی پر بیٹھ جائے یا کوئی زہریلا مواد لے آئے تو چیکنگ پر مامور عملہ اسے باہر ہی روک لیتا ہے اور اسے اس جرم کی سزا کے طور پر قتل کر دیا جاتا ہے۔

مکھی ہی سے عبرت:

اے کاش! انسان مکھی ہی سے عبرت حاصل کرے اور خوراک یا دوا کے نام پر زہر کھلانے والوں کو عبرت کا نمونہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مکھی یہ سارے کام ہمارے حکم سے کرتی ہے۔''

اور فرمایا:

''کہ بے شک سوچنے والوں کے لیے اس میں نشانی ہے۔'' (۱۶/۶۹)

غیر متعصب انسان:

اگر کوئی غیر متعصب انسان شہد کی مکھی کی زندگی پر ہی غور وفکر کر لے تو وہ اللہ کے وجود اور اس کی قدرت وحکمت کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

سورۂ نحل کا دوسرا نام:

سورۂ نحل کو ''سورۂ نعم'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں کثرت کے ساتھ اللہ کی نعمتیں مذکور ہیں۔

قرب قیامت:

سورت کی ابتداء سے مطالعہ کیا جائے تو پہلے قرب قیامت کا ذکر ہے۔ (۱۶/۱)

وحی کا اثبات:

پھر وحی کو ثابت کیا گیا ہے جس کا مشرک انکار کرتے ہیں۔ (۱۶/۲)

اللہ کی نعمتوں کا بیان:

پھر اللہ کی نعمتوں کے بیان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے:

1. کہ اس نے زمین کو فرش'
2. اور آسمان کو چھت بنایا'
3. انسان کو نطفہ سے پیدا کیا'
4. چوپائے پیدا کیے۔ جن میں مختلف منافع بھی ہیں اور وہ اپنے مالک کے لیے فخر و جمال کا باعث بھی ہوتے ہیں'
5. گھوڑے' خچر اور گدھے پیدا کیے جو بار برداری کے کام بھی آتے ہیں اور ان میں رونق اور زینت بھی ہوتی ہے۔
6. بارش وہی برساتا ہے۔
7. پھر اس بارش سے زیتون' کھجور' انگور اور دوسرے بہت سارے میوہ جات اور غلے وہی پیدا کرتا ہے۔
8. رات اور دن' سورج اور چاند کو اسی نے انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔
9. دریاؤں سے تازہ گوشت اور زیور وہی مہیا کرتا ہے۔
10. سمندر میں جہاز اور کشتیاں اسی کے حکم سے رواں دواں ہیں۔

یہ اور ان جیسی دوسری نعمتیں ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ بجا طور پر فرماتے ہیں:

''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا انتہائی مہربان ہے۔ (۱۶/۱۸)

داخلی نعمتیں:

جب انسان اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتا تو ان کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے۔ انسانی

جسم اور اس کے مختلف اجزاء ہی کو لے لیجئے۔

❶ اگر اس میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو زندگی کا مزہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ انسان تمنا کرتا ہے کہ اگر دنیا کا سارا مال و متاع بھی خرچ کر کے یہ خرابی دور ہو جائے تو سودا سستا ہے۔

❷ اگر معدہ میں زخم ہو جائے۔

❸ یا پیشاب رک جائے۔

❹ یا سوءِ ہضم کا عارضہ مستقل طور پر لاحق ہو جائے تو نہ کھانے میں مزہ آتا ہے نہ پینے میں۔

❺ اگر گردہ یا جگر خراب ہو جائے۔

❻ یا شریانیں تنگ ہو جائیں۔

❼ یا خون کی پیداوار میں رکاوٹ ہو جائے تو ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ انسان موت کی آرزو کرنے لگتا ہے۔

غافل انسان کو کیا خبر:

غافل انسان کو کیا خبر کہ اس کے جسم کا نظام کیسے چلایا جا رہا ہے۔ یہ اگر صرف داخلی اور بدنی نعمتوں پر ہی ایک سرسری نظر ڈال لے تو دنگ رہ جاتا ہے اور یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ واقعی اس کی نعمتوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا خارجی نعمتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جامع ترین آیت:

اس سورت میں وہ جامع ترین آیت ہے جس کے بارے میں:

① حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ آیت خیر و شر کی سب سے زیادہ جامع ہے۔

② یہ وہ آیت ہے جسے سن کر ولید بن مغیرہ دشمن اسلام بھی تعریف کرنے پر مجبور

ہو گیا تھا۔

۳. اس کی جامعیت ہی کی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانے سے اسے ہر خطیب خطبہ جمعہ میں پڑھتا ہے۔

۴. یہ سورہ نحل کی آیت نمبر ۹۰ ہے۔ اس آیت میں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے:
۱ عدل ۲ احسان ۳ اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

۵. اس آیت میں تین باتوں سے منع کیا گیا ہے:
۱ فحشاء (یعنی ہر قبیح قول و عمل)۔
۲ منکر (ہر وہ عمل جس سے شریعت نے منع کیا ہے)۔
۳ اور بغی (حد سے تجاوز کرنا جیسے تکبر، ظلم اور حسد وغیرہ) سے منع کیا گیا ہے۔

۱ عدل:

عدل کا حکم عام ہے:

۱. احکام اور معاملات میں بھی عدل ضروری ہے۔
۲. فرائض اور واجبات میں بھی۔
۳. اولاد کے ساتھ بھی۔
۴. دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی۔
۵. اپنے پرائے کے ساتھ بھی۔
۶. بیویوں، خادموں اور ملازموں کے ساتھ بھی۔

۲ احسان:

ہر اچھا عمل احسان ہے:

۱. احسان کا تعلق اللہ کے ساتھ بھی ہے۔
۲. جماعت اور خاندان کے ساتھ بھی۔

۳ یہاں تک کہ حیوانوں کے ساتھ بھی احسان کا حکم ہے۔

۳ قرابت کے ساتھ تعاون:

یوں تو ہر مستحق کی مدد کرنی چاہیے لیکن قرابت کے ساتھ تعاون کرنے کا دہرا اجر ملتا ہے۔

۴ فحشاء:

ہر ایسا عمل جس کی قباحت بالکل واضح ہو وہ فحشاء ہے۔

جیسے: ۱ زنا ۲ لواطت ۳ شراب ۴ اور جوا وغیرہ۔

۵ منکر:

منکر ایسے اعمال جو شریعت کی نظر میں قبیح ہیں اور جن سے طبع سلیم نفرت کرتی ہے۔

۶ بغی:

یہ ہے کہ انسانوں کی عزت وحرمت اور ان کے اموال اور جانوں پر زیادتی کی جائے۔

ابراہیم علیہ السلام کی تعریف:

سورت کے اختتام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کی گئی کہ وہ زندگی بھر توحید خالص پر جمے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو:

۱ ان کی ملت کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

۲ اور یہ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اللہ کی طرف بلائیں۔

۳ اور اس راہ میں پیش آنے والے مصائب پر صبر کریں۔

فضول مطالبے:

سورت کی ابتدائی آیت ان لوگوں کے جواب میں نازل ہوئی تھی جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جلد عذاب کا مطالبہ کرتے تھے۔ ایسے فضول مطالبوں سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی طبیعت کا مکدر ہونا یقینی تھا۔

ابتداء اور انتہاء میں مناسبت:

جبکہ آخری آیت میں آپ ﷺ کو صبر کرنے اور تنگ دل نہ ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ لہٰذا ابتداء اور انتہاء میں مناسبت بالکل واضح ہے۔

فہرست پارہ ۱۵

پارہ ۱۵

[ترتیبی نمبر ۱۷] سورۃ الاسراء [نزولی نمبر ۵۰]

مکی سورت: سورۂ اسراء مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۱۱ آیات اور ۱۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اسراء کا معنی ہے رات کو لے جانا چونکہ اس سورہ میں واقعہ معراج کا ذکر ہے۔ جس میں ہمارے آقا ﷺ کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے آسمانوں پر لے جایا گیا تھا۔ اس لیے اسے سورۂ اسراء کہا جاتا ہے۔ آیت نمبر ۱

واقعہ معراج:

1. یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کا بہت بڑا معجزہ ہے۔
2. اور آپ ﷺ کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔ یہ اعزاز انسانوں میں ہمارے آقا ﷺ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا۔
3. یہ واقعہ بیداری کی حالت میں پیش آیا۔
4. اگر یہ نیند کی حالت میں پیش آیا ہوتا تو اسے اتنے اہتمام کے ساتھ قرآن کریم میں ذکر نہ کیا جاتا۔
5. اور نہ ہی مشرکین اسے جھٹلاتے۔
6. کیونکہ خواب میں تو اس واقعہ سے بھی زیادہ عجیب وغریب واقعات اور مناظر انسان دیکھتا ہے اور کوئی بھی اسے جھوٹا نہیں کہتا۔
7. اس سورت کی پہلی آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

واقعہ معراج کے علاوہ جو اہم مضامین اس سورت میں بیان ہوئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

❶ بنی اسرائیل کا فتنہ وفساد:

بنی اسرائیل کو پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ تم ملک شام میں دو بار فساد مچاؤ گے اور دونوں بار ہم بطور سزا کے تمہارے اوپر اپنے بندوں کو مسلط کر دیں گے۔

① حضرت شعیاء علیہ السلام کا ناحق قتل:

چنانچہ پہلی مرتبہ جب انہوں نے تورات کی مخالفت کی اور حضرت شعیاء علیہ السلام جیسے انبیاء کو ناحق قتل کیا تو ان پر بخت نصر اور اس کے لشکر کو مسلط کر دیا گیا۔ جو پورے ملک میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھیل گئے۔ انہوں نے علماء اور رؤساء کو قتل کر دیا تورات جلا ڈالی۔ بیت المقدس کو ویران کر دیا اور بہت سارے اسرائیلیوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔

② حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کی شہادت:

دوسری بار یہود کا فتنہ وفساد اس وقت عروج کو پہنچ گیا جب انہوں نے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا اور وہ گناہوں میں حد سے بڑھ گئے۔

اب کی بار بابل کا ایک بادشاہ جسے بیردوس یا خردوس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان پر مسلط کر دیا گیا۔

③ مسلمانوں کا غلبہ:

یہی فتنہ وفساد یہود کی تاریخ رہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی انہوں نے اپنے آباء کی روایت کے مطابق جب جرائم اور سازشوں کی راہ اختیار کی تو ان پر مسلمانوں کو غلبہ عطا کر دیا گیا جنہوں نے انہیں جزیرۂ عرب سے نکال باہر کیا۔

④ ہٹلر' خدائی کوڑا:

ماضی قریب میں ہٹلر ان کے لیے خدائی کوڑا ثابت ہوا۔ جس نے بے شمار

یہودیوں کو قتل کیا اور بے شمار کو زندہ جلا ڈالا۔

⑤ آج پھر ان کا فتنہ وفساد عروج تک پہنچ گیا ہے۔اب دیکھئے ان پر اللہ کا قہر کب نازل ہوتا ہے۔

❷ اجتماعی زندگی کے اسلامی آداب واخلاق:

قرآن کریم کی عظمت، انسان کی فطرت وطبیعت میں داخل جلد بازی اور ہر انسان کے ساتھ اس کے عمل ونتائج عمل کے لازم ہونے کا ذکر کرنے کے بعد اجتماعی زندگی کے تقریباً ۱۳ اسلامی آداب واخلاق بیان کیے گئے ہیں۔حقیقت میں اخلاق و آداب ہی کی وجہ سے کوئی امت اور فرد عزت اور عظمت کے مستحق بنتے ہیں۔

بعض حضرات نے ان آداب کو معراج کا پیغام بھی قرار دیا ہے۔یہ آداب آیت ۲۳ سے آیت ۳۹ تک مذکور ہیں۔جو درج ذیل ہیں:

1. اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔
2. والدین کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔
3. رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو۔
4. مال کو فضول خرچی میں نہ اڑاؤ۔
5. نہ بخل کرو نہ ہاتھ اتنا کشادہ رکھو کہ کل کو پچھتانا پڑے۔
6. اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔
7. جاندار کو ناحق قتل نہ کرو۔
8. یتیم کے مال میں ناجائز تصرف نہ کرو۔
9. وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔
10. ناپ تول پورا پورا کیا کرو۔
11. جس چیز کے بارے میں تحقیق نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔
12. زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔

۱۴ دوبارہ کہہ دیا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بناؤ۔

۳ مشرکین کے بارے میں:

مشرکین کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ:

۱ وہ اللہ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہیں۔ (۴۰/۱۷)

۲ اخروی زندگی کا انکار کرتے ہیں اور بڑے تعجب سے کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر کر بوسیدہ ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا۔ (۴۹، ۹۸)

۳ حضور اکرم ﷺ سے حسی معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں:

۱ کبھی کہتے ہیں ہم ایمان تب لائیں گے جب آپ (ﷺ) ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دیں۔

۲ کبھی کہتے ہیں کھجوروں اور انگوروں کا باغ لہلہا دیں۔

۳ کبھی کہتے ہیں ہمارے اوپر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں۔

۴ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔

۵ کبھی کہتے ہیں تم اپنے لیے سونے کا گھر بنا کر دکھاؤ۔

۶ یا ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جاؤ اور وہاں سے کوئی تحریر لے کر آؤ۔ (۹۰-۹۳)

۴ علاوہ ازیں اس سورت میں:

۱ قرآن کی عظمت وصداقت۔

۲ اس کے نزول کے مقاصد۔

۳ اور اس کے معجزہ ہونے (۹، ۸۲، ۸۸)

۴ اللہ کی طرف سے انسان کو تکریم دیے جانے (۶۱-۶۵)

۵ اسے روح اور زندگی جیسی نعمت کے عطا ہونے۔ (۸۵)

۶ نبی کریم ﷺ کو نماز تہجد کا حکم دیے جانے۔ (۷۸، ۷۹)

⑦ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ۔ (۱۰۱۔۱۰۴)

⑧ اور قرآن کریم کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمت۔ (۱۰۵،۱۰۶)
جیسے مضامین بھی مذکور ہیں۔

⑨ سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شریک اور اولاد سے پاک ہے۔

⑩ اور وہ اسماء حسنیٰ کے ساتھ متصف ہے۔

[ترتیبی نمبر ۱۸] سورۂ کہف [نزولی نمبر ۶۹]

مکی سورت: سورت کہف مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۱۰ آیت اور ۱۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

کہف غار کو کہتے ہیں چونکہ اس سورت میں غار والوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے اسے سورۂ کہف کہا جاتا ہے۔ (۹ تا ۲۶)

سورۂ کہف کی فضیلت:

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ امام احمدؒ مسلم اور نسائی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

❶ جو شخص سورۂ کہف کی آخری دس آیات پڑھے گا۔ وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

❷ اہل علم کہتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ:

جمعہ کے دن یا رات میں سورہ کہف پڑھی جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھے گا۔ اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان کو نور سے منور کر دیا جائے گا۔''

ابتداء الحمد للہ سے:

سورۂ کہف ان پانچ سورتوں میں سے ایک سورت ہے جن کی ابتداء الحمد للہ سے ہوتی ہے۔ باقی چار سورتیں یہ ہیں:

① فاتحہ ② انعام ③ سبا ④ فاطر

معرکہ ایمان و مادیت:

حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہٗ نے اس سورت کی تفسیر میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں طویل غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس سورت کا موضوع ''معرکہ ایمان و مادیت'' ہے۔

سب سے بڑا علمبردار دجال:

اس سورت کا آخری دور کے فتنوں سے خاص تعلق ہے جس کا سب سے بڑا علمبردار دجال ہوگا۔ یہ سورت مسلمانوں کو دجال کے فتنہ سے مقابلہ کے لیے تیار کرتی ہے۔ اس سورت میں جتنے اشارے واقعات اور مثالیں گزری ہیں۔ وہ سب ایمان اور مادیت کی کشمکش کو بیان کرتی ہیں۔

سورۂ کہف میں تین قصے اور تین تمثیلیں بیان ہوئی ہیں۔

① اصحاب کہف:

پہلا قصہ اصحاب کہف کا ہے۔ یہ وہ چند صاحب ایمان نوجوان تھے۔ جنہیں دقیانوس نامی بادشاہ بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ وہ ہر ایسے شخص کو قتل کر دیا کرتا تھا جو اس کی شرکیہ دعوت کو قبول نہیں کرتا تھا۔

1. ان نوجوانوں کو ایک طرف مال و دولت کے انبار، اونچے عہدوں پر تقرر اور معیار زندگی کی بلندی جیسی ترغیبات دی گئیں۔
2. اور دوسری طرف ڈرایا دھمکایا گیا اور جان سے مار دینے کی دھمکیاں دی گئیں۔

۳ ان نوجوانوں نے ایمان کی حفاظت کو ہر چیز پر مقدم جانا اور اسے بچانے کی خاطر نکل کھڑے ہوئے۔ چلتے چلتے شہر سے بہت دور ایک پہاڑ کی غار تک پہنچ گئے۔

غار میں پناہ:

انہوں نے اس غار میں پناہ لینے کا ارادہ کیا۔ جب وہ غار میں داخل ہو گئے تو اللہ نے انہیں گہری نیند سلا دیا۔ یہاں وہ تین سو نو سال تک سوتے رہے۔

نیند سے بیداری:

جب نیند سے بیدار ہوئے تو کھانے کی فکر ہوئی ان میں سے ایک کھانا خریدنے کے لیے شہر آیا وہاں اسے پہچان لیا گیا۔

موحد برسر اقتدار:

تین صدیوں میں حالات بدل چکے تھے۔ اہل شرک کی حکومت کب کی ختم ہو چکی تھی اور اب موحد برسر اقتدار تھے۔

قومی ہیرو:

ایمان کی خاطر گھر بار چھوڑنے والے یہ نوجوان ان کی نظر میں قومی ہیروز کی حیثیت اختیار کر گئے۔

اس قصہ سے سبق:

اس قصہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ مومن کو ایمان کے سلسلہ میں بڑا حساس ہونا چاہیے اور اگر خدانخواستہ مادیت اور ایمان دونوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا مرحلہ آئے تو اسے بہر طور ایمان کی حفاظت ہی کو ہر مادی چیز پر ترجیح دینی چاہیے۔

۲ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام:

دوسرا قصہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا ہے۔

تلاش خضر:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ کی طرف سے یہ اطلاع دی گئی کہ سمندر کے کنارے ایک ایسے صاحب رہتے ہیں جن کے پاس ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں تو آپ ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ چلتے چلتے آپ سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔

ملاقات خضر:

یہاں آپ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی اور آپ نے ان سے ساتھ رہنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی کہ آپ کوئی سوال نہیں کریں گے۔ پھر تین عجیب واقعات پیش آئے:

پہلا واقعہ:

پہلے واقعہ میں حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کو پھاڑ ڈالا جس کے مالکان نے انہیں کرایہ لیے بغیر بٹھالیا تھا۔

دوسرا واقعہ:

دوسرے واقعہ میں ایک معصوم بچے کو قتل کر دیا۔

تیسرا واقعہ:

تیسرے واقعہ میں ایک ایسے گاؤں میں گرتی ہوئی بوسیدہ دیوار کی تعمیر شروع کر دی۔ جس گاؤں والوں نے انہیں کھانا تک کھلانے سے انکار کر دیا تھا۔

آپ نے ایسا کیوں کیا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام تینوں مواقع پر خاموش نہ رہ سکے اور بول پڑے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟

جدائی کا اعلان:

تیسرے سوال کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے جدائی کا اعلان کر دیا کہ اب آپ

میرے ساتھ نہیں چل سکتے۔

ان واقعات کی اصل حقیقت:

البتہ تینوں واقعات کی اصل حقیقت انہوں نے آپ کے سامنے بیان کردی۔

فرمایا کہ:

کشتی کا تختہ:

کشتی کا تختہ اس لیے توڑا تھا کیونکہ آگے ایک ظالم بادشاہ کے کارندے کھڑے تھے۔ جو ہر سالم اور نئی کشتی زبردستی چھین رہے تھے۔ جب میں نے اسے عیب دار کردیا تو یہ اس ظالم کے قبضے میں جانے سے بچ گئی یوں ان غریبوں کا ذریعہ معاش محفوظ رہا۔

بچے کا قتل:

بچے کو اس لیے قتل کیا۔ کیونکہ یہ بڑا ہو کر والدین کے لیے بہت بڑا فتنہ بن سکتا تھا۔ جس کی وجہ سے ممکن تھا وہ انہیں کفر کی نجاست میں مبتلا کردیتا۔ جب کہ اللہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے انتہائی نیک والدین محض اس کی محبت میں ایمان تک سے محروم ہوجائیں۔ اس لیے اللہ نے اسے مارنے کا اور اس کے بدلے انہیں باکردار اور محبت و اطاعت کرنے والی اولاد دینے کا فیصلہ فرمایا۔

دیوار کی تعمیر:

گرتی ہوئی دیوار اس لیے تعمیر کی کیونکہ وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ ان کے والدین اللہ کے نیک بندے تھے۔ دیوار کے نیچے خزانہ پوشیدہ تھا۔ اگر وہ دیوار گر جاتی تو لوگ خزانہ لوٹ لیتے اور نیک والدین کے یہ دو یتیم بچے اس سے محروم ہوجاتے۔ ہم نے اس دیوار کو تعمیر کردیا تاکہ جوان ہونے کے بعد وہ اس خزانے کو نکال کر اپنے کام میں لاسکیں۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ سے سبق:

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمارے

سامنے شب و روز جو واقعات پیش آتے ہیں:

1. کسی کو جوانی یا بچپن میں موت آ جاتی ہے۔
2. کوئی کسی حادثہ کا شکار ہو کر زخمی ہو جاتا ہے۔
3. کسی کی عمارت گر جاتی ہے۔
4. کسی کا چلتا ہوا کاروبار ٹھپ ہو جاتا ہے۔

تو ان تمام واقعات کے پس پردہ بڑی عجیب وغریب حکمتیں اور حقائق پوشیدہ ہوتے ہیں۔

دنیا کا ظاہر و باطن:

اس دنیا کے ظاہر اور باطن میں بڑا اختلاف ہے۔ انسان کی نظر ظاہر میں الجھی رہتی ہے اور باطنی رازوں کے ادراک سے اس کی عقل قاصر رہ جاتی ہے۔

مادیت کے علمبرداروں کی تردید:

یہ قصہ مادیت کے ان علم برداروں کی تردید کرتا ہے جو ظاہر ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اس کے پس پردہ کسی حکیم وخبیر کی حکمت کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔

۳ ذوالقرنین:

تیسرا قصہ ذوالقرنین کا ہے لیکن اسے انشاء اللہ ہم سولہویں پارہ کے اہم مضامین میں ذکر کریں گے۔

تین مثالیں:

ان واقعات کے علاوہ تین مثالیں بھی سورۂ کہف میں ذکر کی گئی ہیں:

۱ دو ثمر بار اور قیمتی باغوں کا مالک:

پہلی مثال ایک قصہ کی سورت میں پیش کی گئی ہے۔ یہ قصہ ایک ایسے شخص کا ہے جو دو انتہائی ثمر بار اور قیمتی باغوں کا مالک تھا۔ ان باغات کے علاوہ مال و دولت کے

حصول کے کئی دوسرے اسباب بھی اس کے لیے مہیا ہو گئے تھے۔ دولت کی کثرت نے اسے فخر اور غرور میں مبتلا کر دیا۔

وہ بڑے بڑے دعوے کرنے لگا۔ اسے یہ غلط فہمی ہوگئی کہ یہ ثروت وغنا اسے ہمیشہ حاصل رہے گی اور اس پر کبھی بھی زوال نہیں آئے گا اس کا خیال تھا کہ اول تو قیامت قائم ہی نہیں ہوگی اور اگر ہوئی بھی تو وہاں بھی مجھے خوشحالی حاصل رہے گی۔

دولت کی پٹی:

اس کے صاحب ایمان دوست نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ اسباب کو خدا کا درجہ مت دو۔ انہیں سب کچھ نہ سمجھو اور اللہ کو ہرگز نہ بھولو۔ اس کائنات میں وہی کچھ ہوتا ہے۔ جو وہ چاہتا ہے لیکن دولت نے اس کی آنکھوں پر ایسی پٹی باندھ دی کہ سورج سے بھی زیادہ یہ روشن حقیقت اس کی سمجھ میں نہ آسکی۔

اللہ کا عذاب:

پھر اللہ کا عذاب آیا اور اس کے باغات جل کر کوئلہ ہو گئے۔ تباہی اور بربادی کے بعد وہ پچھتانے لگا کہ اے کاش! میں نے شرک نہ کیا ہوتا اور اسباب کو خدا کا درجہ نہ دیا ہوتا۔ مگر اس کا پچھتاوا اس کے کسی کام نہ آیا۔

شرک فی الاسباب:

یہ بات واضح ہے کہ یہ شخص خدا کو مانتا تھا اور قیامت کا مبہم سا تصور بھی اس کے دل میں تھا اور یہ جو اس نے کہا کہ:

''اے کاش! میں نے شرک نہ کیا ہوتا''۔

تو اس سے مراد ''شرک فی الاسباب'' تھا۔ یعنی اسباب ہی کو سب کچھ سمجھ لینا اور مسبب الاسباب کو بھول جانا۔

بے لاگ تجزیہ:

اگر بے لاگ تجزیہ کیا جائے تو ہم یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ غیر

مسلم تو اس شرک میں مبتلا تھے ہی۔ بہت سارے مسلمان بھی اس شرک میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اسباب کو اختیار کرنا ایمان اور توکل کے منافی نہیں۔ مگر اسباب کو موثر بالذات سمجھنا یقیناً ایمان کے منافی ہے۔

۲ دنیا کی زندگی:

دوسری مثال جو بیان کی گئی وہ باری تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے:

''اور ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کردو اس کی مثال ایسی ہے جیسے (زمین کی روئیدگی کا معاملہ) آسمان سے ہم نے پانی برسایا اور زمین کی روئیدگی اس سے مل جل کر ابھر آئی (اور خوب پھلی پھولی) پھر (کیا ہوا؟ یہ کہ) سب کچھ سوکھ کر چورا چورا ہو گیا۔ ہوا کے جھونکے اسے اڑا کر منتشر کر رہے ہیں اور کون سی بات ہے جس کے کرنے پر اللہ قادر نہیں۔'' (۱۸/۴۵)

زوال اور فنا میں دنیا کی زندگی:

یعنی زوال اور فنا میں دنیا کی زندگی اس بارش کی طرح ہے جو آسمان سے برستی ہے۔ اس کی وجہ سے پوری زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ فصلیں لہلہا اٹھتی ہیں۔ پھول کھل جاتے ہیں ہر طرف خوشنما منظر دکھائی دیتے ہیں۔

کمال پر زوال:

پھر اس کمال پر زوال پر آتا ہے۔ پھول مرجھا جاتے ہیں۔ پتے جھڑنے لگتے ہیں۔ فصل کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ اسے پیروں تلے روندا جاتا ہے۔ وہ چورا چورا ہو کر ہوا میں بکھر جاتی ہے۔

جاہل اور احمق دھوکے کا شکار:

یہی حال دنیا کی نعمتوں کا ہے جو کہ زوال پذیر ہیں۔ صحت' جوانی' زندگی' خوشحالی اور عیش و عشرت کی ساری صورتیں عارضی ہیں۔ ان نعمتوں کی وجہ سے صرف جاہل اور

احمق ہی دھوکے کا شکار ہوتے ہیں۔

اصحابِ عقل:

اصحاب عقل جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کا سامان اور زینت ہے۔ باقی رہنے والی اور ہمیشہ کی زندگی میں کام آنے والی چیزیں نیک اعمال ہیں: صدقہ خیرات ہے' ذکر وتلاوت ہے' اچھے اخلاق ہیں اور بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی ہے۔

۳ تکبر اور غرور:

تیسری مثال تکبر اور غرور کی ہے اور اسے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس کے قصہ میں بیان کیا گیا ہے۔

جب اس نے کبر و غرور کی وجہ سے اللہ کے حکم کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں افضل ہوں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ افضل مفضول کے سامنے سجدہ کرے۔

بندگی کا تقاضا:

اس قصہ کے ضمن میں انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ کبھی بھی فخر اور گھمنڈ میں مبتلا نہ ہو اور اللہ کے حکموں کے سامنے منطق نہ لڑائے کہ بندگی کا تقاضا تسلیم و انقیاد ہے نہ کہ حجت بازی اور انکار۔

فہرست پارہ ۱۶

پارہ ۱۶

سولہویں پارہ کی ابتدائی آیات میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ کا بقیہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ذوالقرنین کا قصہ مذکور ہے۔

ذوالقرنین کی شخصیت:

ذوالقرنین کی شخصیت میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

1. بہت سے حضرات سکندر مقدونی کو ذوالقرنین قرار دیتے ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ سکندر کو ذوالقرنین قرار دینا مشکل ہے کیونکہ یہ شخص ایمان اور خوف خدا سے خالی تھا۔
2. جبکہ قرآن نے جس شخص کا ذکر کیا ہے۔ وہ صرف وسائل و اسباب رکھنے والا بادشاہ ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس کے اندر ایمانی صفات بھی پائی جاتی تھیں اور اس نے ظالم و جابر بادشاہوں کے برخلاف اللہ کے دیے ہوئے وسائل کو صرف انسانیت کی خدمت اور قیام عدل کے لیے استعمال کیا۔
3. بعض حضرات نے سکندر کے علاوہ دوسرے کئی بادشاہوں کو قرآن کا ذوالقرنین قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اگر کسی شخصیت کا تعین نہ بھی ہو سکے تو بھی اس مقام کے سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ کیونکہ قرآن کا مقصد تاریخی تفصیلات' جزئیات اور شخصیات کا ذکر کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصود قصہ سے پیدا ہونے والی عبرت اور نصیحت کو اپنے قارئین کی طرف منتقل کرنا ہے۔
4. قرآن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ذوالقرنین کو اللہ نے مادی قوت بھی عطا کی تھی اور روحانی و ایمانی طاقت بھی اسے حاصل تھی۔ اس کی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ وہ ایک طرف مشرق کے آخری کنارے اور دوسری طرف مغرب کے انتہائی سرے تک پہنچ گیا تھا۔

مضبوط دیوار کی تعمیر:

اپنی فتوحات کے زمانے میں اس کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو پہاڑوں کے درمیان آباد تھی اور ہمیشہ ایک وحشی قوم کے حملوں کا نشانہ بنتی تھی۔ جسے قرآن نے یاجوج ماجوج کا نام دیا ہے۔ اس مظلوم قوم کی درخواست پر ذوالقرنین نے ایک ایسی مضبوط دیوار تعمیر کر دی۔ جس کی وجہ سے وہ یاجوج ماجوج کی یورش اور حملوں سے محفوظ ہو گئے۔

یاجوج ماجوج:

یہ دیوار قرب قیامت میں ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور یاجوج ماجوج پوری دنیا میں پھیل جائیں گے۔

دجال:

ذوالقرنین مادی وسائل کی بہتات کے باوجود اللہ پر ایمان رکھتا تھا۔ جبکہ مادیت پرست افراد اور بادشاہ ظاہری اسباب ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اس وقت مادیت کی بندگی میں پیش پیش ہونے کا سہرا مغربی تہذیب کے سر بندھتا ہے اور اس تہذیب کا جو سب سے بڑا نمائندہ ظاہر ہوگا۔ اسے زبان نبوت میں دجال کہا گیا ہے۔

دجال کا ظہور:

اور لگتا یہ ہے کہ اس کے ظہور میں اب زیادہ دیر نہیں ہوگی۔ کیونکہ ایمان اور مادیت کے درمیان آخری معرکہ برپا ہونے میں اب تھوڑا وقت ہی باقی رہ گیا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو دجالی تہذیب اور دجال کے ظہور کے وقت اپنے ایمان بچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

مادیت پرستوں کو حکم:

سورۂ کہف کے اختتام پر گویا ان لوگوں کو حکم دیا گیا ہے جو صرف مادیت اور ظاہری وسائل ہی کو سب کچھ نہیں سمجھتے پس جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا

ہے چاہیے کہ اچھے کام انجام دے اور اپنے پروردگار کی بندگی میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرے۔(آیت نمبر ۱۸/۱۱۰)

[ترتیبی نمبر ۱۹] سورۂ مریم [نزولی نمبر ۴۴]

مکی سورت: سورۂ مریم مکی ہے۔

آیات: اس میں ۹۸ آیات اور ۶ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورت میں حضرت مریم کا قصہ مفصل بیان ہوا ہے۔آیت نمبر ۱۶ تا ۴۰ اسی نسبت سے اس سورت کا نام سورۂ مریم رکھا گیا ہے۔

توحید، بعث اور جزا:

دوسری مکی سورتوں کی طرح سورۂ مریم میں بھی اللہ کے وجود، توحید اور بعث و جزا سے بحث کی گئی ہے۔اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص ذکر فرمائے ہیں۔

حضرت زکریا کا قصہ:

سب سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے۔ جو بوڑھے ہو چکے تھے۔ ہڈیاں کمزور پڑ گئی تھیں۔ بال سفید ہو گئے تھے۔ اہلیہ بوڑھی بھی تھیں اور بانجھ بھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال اور اہلیہ کی عمر ۹۸ سال ہو گئی تھی۔ بظاہر اب اولاد ہونا ممکن نظر نہیں آتا تھا لیکن پھر بھی اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھا دیے۔

بیٹا مانگنے سے پہلے:

بیٹا مانگنے سے پہلے بارگاہ رب العالمین میں تین امور عرض کیے:

۱ پہلا یہ کہ میں بہت کمزور ہوں۔
۲ دوسرا یہ کہ میں مایوس نہیں ہوں کیونکہ آپ نے کبھی بھی میری دعا رد نہیں فرمائی۔
۳ تیسرا یہ کہ اس دعا سے میرا مقصود دین کی منفعت ہے۔ اس کے بعد صراحتاً اپنی دینی خلافت کے لیے اللہ سے بیٹا مانگا۔

ایسا بیٹا عطا فرما:

لیکن ساتھ ہی یہ درخواست بھی کی کہ ایسا بیٹا عطا فرمانا جس سے تو بھی خوش ہو اور تیرے بندے بھی خوش ہوں۔

حضرت یحییٰ:

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صورت میں انتہائی صالح اور عابد وزاہد بیٹا عطا فرمایا۔ جسے نبوت سے بھی سرفراز فرمادیا۔ (۱۔۱۵/۱۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ:

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ بیان کرنے کے بعد اس سے بھی زیادہ عجیب قصہ بیان کیا گیا ہے اور یہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی ولادت کا قصہ ہے۔

حضرت مسیح کی ولادت کا عجیب قصہ:

۱ بے شک حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت عجیب طریقے سے ہوئی تھی۔ کیونکہ ان کے والدین توالد وتناسل کی عمر سے گزر چکے تھے۔
۲ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی اور ان کی والدہ باکرہ تھیں۔ یہاں سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بتایا ہے کہ یہ عجیب و غریب واقعہ کیسے پیش آیا۔

۱ کیسے حضرت مریم اپنے گھر والوں سے الگ ہوکر عبادت کے لیے بیت المقدس کے مشرقی گوشے میں چلی گئیں۔

۲ کیسے جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آئے۔ انہوں نے گریبان میں پھونکا اور انہیں حمل ٹھہر گیا۔

۳ کیسے ان پر حزن و ملال کی شدید کیفیت طاری ہوئی۔

۴ ولادت کے بعد بچے کو اٹھائے ہوئے جب قوم کے پاس آئیں تو یہودیوں کی زبانیں کھل گئیں اور وہ بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگے۔

۵ حضرت مریم نے اللہ کے حکم سے بیٹے کی طرف اشارہ کیا تو ماں کی گود میں لیٹا ہوا بیٹا بولنے لگا۔

انی عبداللہ:

اور اس کی زبان سے سب سے پہلا کلمہ جو نکلا وہ یہ تھا۔ ''انی عبد اللّٰہ'' یقیناً میں اللہ کا بندہ ہوں۔

دنیائے رنگ و بو میں قدم رکھنے کے بعد زندگی کے اس موڑ پر جبکہ ابھی آپ بولنے کی عمر تک نہیں پہنچے تھے۔

معجزانہ انداز میں والدہ کی پاکدامنی:

معجزانہ انداز میں والدہ کی پاکدامنی بتانے کے لیے بولے بھی تو آپ کی زبان سے پہلا کلمہ ہی ایسا نکلا۔ جو آپ کے بارے میں غالی قسم کے عیسائیوں کی کھڑی کی گئی شرکیہ عمارت کو دھڑام سے گرانے کے لیے کافی ہے۔

چھ اعزازات:

آپ نے اپنے اسی اعجازی خطاب میں فرمایا:

''مجھے رب تعالیٰ نے چھ اعزازات سے سرفراز فرمایا ہے''۔

۱ پہلا یہ کہ میں بندہ ہوں نہ رب ہوں نہ رب کا بیٹا ہوں۔

۲ دوسرا یہ کہ مجھے وحی و نبوت عطا کی گئی ہے۔

۳ تیسرا یہ کہ اللہ نے مجھے مبارک بنایا ہے۔ میرا وجود لوگوں کے لیے برکت اور

رحمت کا باعث ہے۔ میں خیر کا معلم اور امت کے لیے نافع ہوں۔

۴ چوتھا یہ کہ مجھے دوسرے انبیاء کی طرح شرعی امور اور عبادات کا مکلّف بنایا گیا ہے۔ ان میں سے نماز اور زکوٰۃ کا آپ نے خاص طور پر ذکر فرمایا جو کہ ان دونوں عبادات کی اہمیت اور عظمت کی دلیل ہے۔

۵ پانچواں یہ کہ میں اپنی والدہ کا فرماں بردار اور عزیز و اقارب کا خدمت گار ہوں۔ میری طبیعت میں تواضع ہے۔ کبر و غرور نہیں ہے۔

۶ چھٹا یہ کہ مجھے دنیا اور آخرت میں امن اور سلامتی کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔
(آیت: ۱۶۔۳۶/۱۹)

اعجازی شان لی ہوئی ولادت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی شان لی ہوئی ولادت یہود و نصاریٰ کے درمیان اختلاف کا باعث بن گئی:

۱ عیسائیوں نے انہیں ابن اللہ (اللہ کا بیٹا) قرار دیا۔

۲ تو یہودیوں نے (معاذ اللہ) ابن زنا کہنے میں کوئی شرم محسوس نہ کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور ان کے بارے میں اہل کتاب کا اختلاف بیان کرنے کے بعد سورۂ مریم منتقل ہو جاتی ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کی طرف

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مشرک باپ:

جو کہ مشرک باپ کے ساتھ پیش آیا تا کہ عقیدہ شرک میں جو جھوٹ، کبر و غرور، جہل و عناد اور ضلالت و حماقت پائی جاتی ہے۔ اس کی ایک جھلک دکھائی جائے۔

حقیقی داعی کا سراپا:

یونہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاق و اوصاف خاص طور پر ان کا حلم اور بردباری،

حکمت اور دردمندی بھی نمایاں کرنا مقصود ہے۔ تاکہ داعیان حق کے سامنے ایک حقیقی داعی کا سراپا آ جائے جسے وہ اپنے لیے نمونہ بنا سکیں۔

ہر قوم وملت اپنی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتی ہے:

اسی طرح اس قصہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ حق کی دعوت اور حق پر استقامت کی وجہ سے حضرت خلیل پر کیسے باران رحمت نازل ہوئی۔ ان کی نسل میں ایک بڑی امت پیدا ہوئی۔ ان کی اولاد میں انبیاء، صلحاء اور بالخصوص حضرت خاتم النبیین ﷺ پیدا ہوئے اور یہ بات بڑی عجیب ہے کہ دنیا کی ہر قوم اور ہر ملت ان کی طرف اپنی نسبت کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے۔

والد آزر کی دھمکیاں:

سورۂ مریم بتاتی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شعور کی آنکھیں کھولیں تو اپنے والد کو بت پرستی میں مبتلا پایا۔ جب آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا تو آپ نے دعوت توحید و اصلاح کا آغاز اپنے گھر ہی سے کیا اور اپنے والد کو نرمی اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کی۔ باوجود باپ کے مشرک ہونے کے آپ نے اپنی گفتگو میں ادب کا پہلو ملحوظ رکھا۔ لیکن آپ کا والد آزر دھمکیوں پر اتر آیا اور کہنے لگا:

"اگر تم (بتوں کو برا بھلا کہنے سے) باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کروں گا اور تم مجھے ایک طویل زمانے تک چھوڑ دو۔" (۱۹/۴۶)

عراق سے شام کی طرف ہجرت:

جب مسلسل دعوت کے باوجود نہ آزر راہ راست پر آیا اور نہ ہی قوم کی سمجھ میں آپ کی دعوت آئی تو آپ محض اللہ کی رضا کی خاطر عراق سے شام ہجرت فرما گئے۔ اللہ کے لیے قوم اور خاندان کو چھوڑنے کا صلہ اللہ نے یہ دیا کہ حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی صورت میں ان سے کہیں بہتر بیٹے اور مونس و غم خوار عطا فرما دیے۔ (۱۹/۵۰-۴۱)

انبیاء کے ناخلف جانشین:

اس کے بعد سورۂ مریم حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس علیہم السلام کا تذکرہ کرتی ہے۔(۵۱۔۵۸/۱۹)

اور بتاتی ہے کہ ان انبیاء کے جانشین ایسے لوگ ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات اور شہوات کی بندگی کا راستہ اختیار کرلیا۔

بعث و جزا کا انکار:

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ مشرکین بعث و جزا کا انکار کرتے ہیں انہیں جہنم کے اردگرد ضرور جمع کیا جائے گا۔

سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ دلوں میں محبت پیدا کردے گا اور موجودہ مجرموں کو بھی پہلے مجرموں کی طرح ہلاک کردیا جائے گا۔

فنا فی اللہ:

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے سامنے اپنی خواہشات کو فنا کردیتے ہیں اور خالص اسی کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ان کی محبت انسانوں کے قلوب میں پیدا کردی جاتی ہے جو کہ حقیقت میں نتیجہ ہوتی ہے خود باری تعالیٰ کی محبت کا۔

اللہ جب اپنے کسی بندہ سے محبت کرتا ہے:

جیسا کہ صحیحین اور مسند احمد میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو:

1. جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر اطلاع دیتا ہے کہ میں اپنے فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔
2. پھر آسمانوں میں اعلان کردیتا ہے کہ اللہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے۔ تم بھی

اس سے محبت کرو۔ چنانچہ آسمانوں والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

۳ پھر زمین والوں کے دلوں میں بھی اس کی قبولیت اور محبت رکھ دی جاتی ہے۔

جب اللہ کسی بندہ سے ناراض ہوتا ہے:

اس کے برعکس جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے ناراض ہوتے ہیں تو:

۱ اس کی اطلاع جبرئیل علیہ السلام کو دیتے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔"

۲ پھر سارے آسمان والوں کو اس کی اطلاع دیتا ہے۔ چنانچہ وہ سب اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

۳ پھر اس نفرت کا اثر زمین پر بھی ظاہر ہوتا ہے اور زمین والے بھی اس سے نفرت شروع کر دیتے ہیں۔"

[ترتیبی نمبر ۲۰] سورۂ طٰہٰ [نزولی نمبر ۴۵]

مکی سورت: سورہ طٰہٰ مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۳۵ آیات اور ۸ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: طٰہٰ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صفاتی نام بھی ہے۔ اس سورت میں اسی نام سے آپ کو اللہ نے مخاطب کیا ہے۔ اسی نام کی مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ طٰہٰ رکھا گیا ہے۔

سورہ طٰہٰ اور سورہ مریم میں مناسبت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورۂ طٰہٰ سورۂ مریم کے بعد نازل ہوئی۔ دونوں سورتوں کے درمیان مضمون کے اعتبار سے بھی واضح مناسبت پائی جاتی

ہے۔

حضرت موسیٰ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو کہ سورۂ مریم میں اجمالی طور پر مذکور تھا۔ وہ سورہ طٰہٰ میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔

حضرت آدم:

اسی طرح سورہ مریم میں حضرت آدم علیہ السلام کا صرف نام آیا تھا جبکہ یہاں ان کا واقعہ قدرے وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

اصول دین:

اس سورت میں بھی اصول دین سے بحث کی گئی ہے۔

من الاسماء النبی:

''طٰہٰ'' نبی کریم ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور یہاں اس کے ذریعے آپ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ:

''ہم نے آپ (ﷺ) پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ (ﷺ) مشقت میں پڑ جائیں'' (۲۰/۲)

تلاوت اور دعوت میں مشقت:

اصل بات یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ قرآن کی تلاوت اور دعوت دونوں میں بے پناہ مشقت اٹھاتے تھے۔ راتوں کو نماز میں اتنی طویل قرأت فرماتے کہ پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا اور پھر انسانوں تک قرآن کے ابلاغ اور دعوت میں بھی اپنی جان جوکھوں میں ڈالتے تھے۔

رب کریم کی آپ کو تسلی:

اور جب کوئی اس دعوت پر کان نہ دھرتا تو آپ ﷺ کو بے پناہ غم ہوتا۔ اسی

لیے رب کریم نے کئی مقامات پر آپ ﷺ کو تسلی دی ہے۔ یہاں بھی یہی سمجھایا گیا کہ آپ اپنے آپ کو زیادہ مشقت میں نہ ڈالیں۔ اس قرآن سے ہر کسی کا دل متاثر نہیں ہوسکتا۔ یہ تو صرف:

"اس شخص کے لیے نصیحت ہے جو (دل میں اللہ کا) خوف رکھتا ہو"۔

مخصوص بندوں کی حفاظت کا انتظام:

یہ سمجھانے کے بعد اللہ نے اپنی بعض صفات ذکر فرمائی ہیں۔ تاکہ آپ ﷺ کو قلبی اطمینان ہو کہ اللہ میرے ساتھ ہے۔ وہ میری حفاظت کرے گا اور مجھے کسی حال میں بھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ اس وضاحت کے بعد گویا نمونہ کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ اللہ اپنے مخصوص بندوں کی حفاظت کے لیے خصوصی انتظام کرتا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ

عجیب وغریب واقعات اور اشارات:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ قرآن کریم میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں زیادہ تفصیل اور تکرار کے ساتھ آیا ہے۔ کیونکہ اس میں عجیب وغریب واقعات اور اشارات ہیں جو انسان کو اللہ کی نعمتوں اور قدرت کے بارے میں غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔

تکرار میں حکمت:

شاید اس تکرار میں ایک حکمت یہ بھی ہو کہ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی فرعون ہوتا ہے جس کے مقابلے کے لیے اہل ایمان کو مستعد رکھنا ضروری ہے۔

واقعات میں تقدیم وتاخیر:

یہاں سورۂ طٰہٰ میں آیت ۹ سے ۹۸ تک تقریباً مسلسل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ

بیان ہوا ہے اور اس میں آپ کی زندگی کے بیشتر واقعات آ گئے ہیں۔ لیکن ان میں تقدیم و تاخیر ہے۔ مثال کے طور پر آپ کے تذکرہ کی ابتداء:

① مدین سے واپسی ② آگ دیکھنے ③ باری تعالیٰ سے شرف ہم کلامی ④ اور نبوت ملنے کے واقعہ سے ہو رہی ہے اور ⑤ ولادت کے بعد صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالنے کا واقعہ بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

ایسا کرنے میں ایک وجہ تفنن ہے:

یعنی ایک ہی واقعہ کو قرآن انداز بدل بدل کر بار بار بیان کرتا ہے تا کہ پڑھنے والے اکتا بھی نہ جائیں اور ان کی نظریں واقعہ کی جزئیات تلاش کرنے کے بجائے عبرت اور نصیحت کے حصول پر مرکوز رہیں۔

چند عنوانات:

سورۂ طٰہٰ میں آپ کے جو حالات بیان کیے گئے ہیں۔
ان حالات کو ذہن نشین کرنے کے لیے چند عنوانات قائم کیے جا سکتے ہیں یعنی:

- ① باری تعالیٰ کے ساتھ شرف ہم کلامی
- ② دریا میں ڈالا جانا
- ③ اللہ کی طرف سے آپ کو اور آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم
- ④ فرعون کے ساتھ موعظہ حسنہ کے اصول کے تحت مباحثہ
- ⑤ اس کا مقابلہ کے لیے جادوگروں کو جمع کرنا
- ⑥ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح
- ⑦ ساحروں کا قبول ایمان
- ⑧ راتوں رات بنی اسرائیل کا اللہ کے نبی کی قیادت میں مصر سے خروج
- ⑨ فرعون کا بمع لاؤ لشکر تعاقب اور ہلاکت

- ⑩ کریم ورحیم مولا کی نعمتوں کے مقابلے میں بنی اسرائیل کا کفران اور ناشکرا پن
- ⑪ سامری کا بچھڑا بنانا اور اسرائیلیوں کی ضلالت
- ⑫ تورات لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی اور اپنے بھائی پر غصہ کا اظہار۔

سات خصوصی انعامات:

ان آیات کے مطالعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رب کریم کے سات خصوصی انعامات سامنے آئے ہیں:

1. فرعون کے ظلم اور پکڑ سے حفاظت جبکہ وہ اور اس کے کارندے نومولود اسرائیلی بچوں کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔
2. لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت کا ڈالا جانا یہاں تک کہ جو بھی آپ کو دیکھتا تھا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا تھا۔
3. آپ کی تربیت اور پرورش کا خصوصی اہتمام اور نگرانی۔
4. پوری عزت اور احترام کے ساتھ رضاعت کے لیے حقیقی والدہ کی طرف آپ کو لوٹا دینا۔
5. آپ سے ایک قبطی قتل ہوگیا لیکن آپ کو قصاص میں قتل ہونے سے بچالیا گیا۔
6. مدین سے واپسی پر آپ کو نبوت عطا کر دی گئی۔
7. اللہ نے آپ کو شرف ہم کلامی بخشا اور اپنے قرب اور محبت کے لیے آپ کو منتخب فرمایا۔

قرآنی قصص کے نزول کی حکمت عملی:

اس قصے کے آخر میں قرآنی قصص کے نزول کی حکمت اور قرآن سے اعراض کرنے والوں کو قیامت کے دن جس سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کا ذکر ہے پھر اسی کی مناسبت سے آیت ۱۰۲ سے ۱۱۲ تک قیامت کے ہولناک احوال کا بیان ہے۔

بھول چوک انسان کی فطرت:

یہ بتانے کے لیے کہ بھول چوک انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر ابلیس کے ساتھ ان کا جو معاملہ ہوا تھا۔ اسے بیان کیا گیا ہے۔ (۱۱۵۔۱۲۲)

قرآن سے اعراض کرنے والے:

جو لوگ قرآن سے اعراض کرتے ہیں۔ ان کے لیے وعید ہے کہ ان کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور انہیں قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ ایسے معاندین کے حال پر اظہار تعجب کیا گیا ہے۔ جو قرآن کریم جیسا عظیم معجزہ دیکھ لینے کے باوجود عصا اور ناقہ جیسے معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ (۱۳۲)

تم بھی منتظر رہو:

آخری آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ ان معاندین سے:

کہہ دیجیے! کہ سب (اعمال کے نتائج کے) منتظر ہیں۔ پس تم بھی منتظر رہو۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ سیدھی راہ پر چلنے والے کون ہیں اور (جنت کی طرف) راہ پانے والے کون ہیں۔ (۱۳۵)

❁......❁......❁

فہرست پارہ ۱۷

پارہ ۱۷

[ترتیبی نمبر۲۱] سورۂ انبیاء [نزولی نمبر۷۳]

مکی سورت: سترھویں پارہ کا آغاز سورۃ الانبیاء سے ہورہا ہے۔ یہ مکی سورت ہے۔

آیات: اس میں ۱۱۲ آیات اور ۷ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورت میں تقریباً ۱۷ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر آیا ہے۔

اس لیے اسے انبیاء کی مناسبت سے سورۃ الانبیاء کہا جاتا ہے۔

میری قدیم دولت اور کمائی:

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''سورۂ بنی اسرائیل' کہف' مریم' طٰہٰ اور انبیاء نزول کے اعتبار سے پہلی اور میری قدیم دولت اور کمائی ہیں۔''

سورۃ الانبیاء کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

۱ دنیا کی زندگی کا زوال:

سورۃ الانبیاء کی ابتداء میں دنیا کی زندگی کے زوال کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

قیامت کا وقوع:

اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کا وقوع اور حساب کا وقت بہت قریب آ گیا ہے۔ لیکن اس ہولناک دن سے انسان غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ نہ تو اس کے لیے تیاری کرتے ہیں نہ ہی ایسے اعمال کرتے ہیں جو وہاں کام آئیں گے۔

عظمت والا کلام:

ان کے سامنے جب بھی کوئی نئی آیت آتی ہے اس کا مذاق اڑاتے اور اسے جھٹلا دیتے ہیں۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ اس عظمت والے کلام کو کس سنجیدگی' وقار اور عاجزی کے ساتھ سننا چاہیے۔

۲ یہ رسول نہیں ہے:

مشرکین آپس میں حضور اکرم ﷺ کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ شخص جو رسالت کا دعوے دار ہے۔ یہ رسول نہیں ہے بلکہ تمہارے جیسا ایک انسان ہے اور یہ دوسرے انبیاء جیسے مادی معجزات کے پیش کرنے سے عاجز ہے۔

قرآن کا جواب:

قرآن نے جواب دیا ہے کہ جتنے بھی انبیاء پہلے آئے ہیں۔ سب کے سب انسان تھے۔ کھاتے پیتے تھے اور دوسرے انسانی تقاضے بھی پورے کرتے تھے۔ کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں تھا جو بشری تقاضوں سے پاک ہو۔

ایسی کتاب جس میں تمہارا تذکرہ ہے:

جہاں تک معجزات کا تعلق ہے تو قرآن سے بڑا معجزہ کون سا ہوسکتا ہے۔ اس کے وجوہ اعجاز میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن کے آئینہ میں مختلف عقائد و خیالات اور اخلاق و اعمال کے لوگ اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ اس میں ہر قوم اور ہر شخص کا تذکرہ موجود ہے۔ کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے۔ جس میں تمہارا تذکرہ ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔'' (۱۰)

قرآن لانا' میں اپنا تذکرہ تلاش کروں:

مشہور تابعی اور عرب سردار حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے

کہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے یہی آیت پڑھ دی۔ وہ چونک پڑے اور کہا۔ ذرا قرآن مجید تو لانا۔ میں اس میں اپنا تذکرہ تلاش کروں اور دیکھوں میں کن لوگوں کے ساتھ ہوں اور کن لوگوں سے مجھے مشابہت ہے۔ وہ قرآن کے اوراق الٹتے رہے اور مختلف لوگوں کے احوال پڑھتے رہے۔

١ پہلے انہوں نے وہ آیات پڑھیں۔ جن کے اندر ان سعادت مندوں کا تذکرہ ہے۔ جن میں سے کسی نے جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کردی۔ کسی نے سارا مال خرچ کردیا۔ کوئی رات بھر بستر سے جدا رہتا ہے اور کوئی برائی کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔

٢ پھر وہ آیات پڑھیں جن میں مشرکوں' کافروں' منافقوں اور فاسقوں کا ذکر ہے۔ دونوں قسم کی آیات پڑھنے کے بعد وہ کہہ اٹھے کہ:

''اے اللہ! میں ان دونوں گروہوں میں سے نہیں ہوں۔''

٣ پھر انہوں نے سورہ توبہ کی وہ آیت پڑھی۔ جس میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے۔ جن سے گناہ بھی ہوئے اور انہوں نے نیک اعمال بھی کیے۔ یہ آیت کریمہ پڑھ کر وہ پکار اٹھے کہ: ''ہاں! یہ میرا تذکرہ ہے''۔

یوں بالآخر انہوں نے قرآن میں اپنا تذکرہ تلاش کر ہی لیا۔

مشرکین کی مضحکہ خیز اور حماقت آمیز حرکتیں:

مشرکین کی مضحکہ خیز اور حماقت آمیز حرکتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ قرآن کے بارے میں کسی ایک رائے پر متفق نہ تھے۔

١ کبھی کہتے کہ یہ سحر ہے۔ ٢ کبھی کہتے یہ شعر ہے۔ ٣ کبھی کہتے یہ خواب پریشان ہے۔ ٤ کبھی اسے محمد (ﷺ) کا افتراء بتاتے ٥ اور کبھی کسی سے سیکھا ہوا کلام قرار دیتے۔

قرآن کہتا ہے:

ان کے اضطراب اور اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

"بلکہ وہ کہتے ہیں: ① قرآن خواب پریشاں ہے' ② بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے' ③ بلکہ یہ شاعر (اور قرآن شعر) ہے' ④ تو جیسے (مادی) معجزات پہلے انبیاء لے کر آئے تھے۔ اسی طرح یہ بھی لائے۔" (۵)

ظالم قوموں کا انجام:

اس کے بعد قرآن نے مشرکین کو ان ظالم قوموں کے انجام کی طرف متوجہ کیا ہے۔ جنہیں اللہ نے بصارت اور بصیرت رکھنے والوں کے لیے عبرت کا سامان بنادیا۔ ان تباہ شدہ قوموں نے جب عذاب الٰہی کے آثار دیکھے تو بھاگ نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن اللہ نے انہیں مہلت نہ دی اور انہیں راکھ کا ڈھیر بنادیا۔ (۱۱۔۱۵)

اب بھاگنے کی کوشش نہ کرو:

ان سے کہا گیا۔ اب بھاگنے کی کوشش نہ کرو بلکہ واپس لوٹو۔ اسی عیش وعشرت کی طرف جس نے تمہیں مدہوش کر رکھا تھا' انہی بلند و بالا مکانات کی طرف جن پر تمہیں بڑا ناز تھا۔ انہی قصبوں اور محلوں کی طرف جہاں تم اکڑ اکڑ کر چلا کرتے تھے' وہاں جاؤ۔ تاکہ جب سوال کرنے والے تم سے نزول عذاب کے بارے میں سوال کریں تو تم انہیں جواب دے سکو۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات انہیں استہزاء اور تذلیل کے طور پر کہی گئی تھی۔

۳ اللہ نے یہ سب کچھ لہو ولعب کے لیے پیدا نہیں کیا:

کائنات کی اس کھلی ہوئی کتاب میں رب العالمین کی وحدانیت کے بے شمار دلائل بکھرے ہوئے ہیں۔ اس کائنات میں ارض وسماء' شمس وقمر اور لیل ونہار وغیرہ کی صورت میں جو کچھ بھی ہے۔ اسے اللہ نے لہو ولعب کے لیے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ حکمت کے تحت اور اس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے کہ انسان اس میں غور وفکر کرے اور عبرت حاصل کرے۔ اس عالم رنگ و بو کی ہر چیز اللہ کی اطاعت اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔

سوائے کافر انسان کے جس نے اپنا وتیرہ غفلت اور سرکشی کو بنالیا ہے۔(۱۶۔۲۰)

۴ دلیل کا مطالبہ:

مشرکین جو کہ اللہ کو چھوڑ کر جمادات کے سامنے جھکتے تھے۔ انہیں زجر وتوبیخ کی گئی ہے اور ان سے اس پر دلیل کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ واقعی یہ بت عبادت کے مستحق ہیں۔(۲۱۔۲۴)

ظاہر ہے ان کے پاس اپنے شرک اور بت پرستی کے جواز پر نہ کوئی عقلی دلیل تھی اور نہ ہی نقلی دلیل تھی۔

۵ چھ دلائل:

مشرکین کے باطل نظریات کی تردید کے بعد ایک خالق اور قادر کے وجود پر چھ دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ سب کے سب تکوینی دلائل ہیں۔ جن کا نظروں سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور جن کی حقیقت کو بحث اور تحقیق کے بعد اہل علم نے تسلیم کیا ہے۔

① آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے:

پہلی دلیل یہ دی کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے۔ ہم نے دونوں کو جدا جدا کردیا۔ آسمان کو فرشتوں کا مسکن بنادیا اور زمین کو انسانوں کا۔ قرآن نے جو آسمان اور زمین کے جڑے ہونے کا نظریہ پیش کیا۔ اسے نہ عرب جانتے تھے اور نہ ہی اس وقت کی دوسری (معاصر) اقوام میں سے کوئی قوم اس نظریہ سے باخبر تھی۔

ماہرین ارضیات اور فلکیات:

ابھی تقریباً دو سو سال ہوئے کہ ارضیات اور فلکیات کے ماہرین طویل تجربات اور مشاہدات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سارے سیارے خواہ وہ سورج اور ستارے ہوں یا زمین اور چاند۔ یہ سب آپس میں ملے ہوئے تھے۔ پھر یہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے جب کہ قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ حقیقت بلا خوف تردید بیان

کر دی تھی۔ اسے قرآن کے معجزہ کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

۲ ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا ہے:

دوسری دلیل یہ دی کہ ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا ہے۔ یہ ایک عظیم انکشاف تھا۔ جو ایک اُمی کی زبان سے کروایا گیا اور آج دنیا بھر کے اہل علم تسلیم کرتے ہیں کہ تمام زندہ اشیاء کے وجود میں پانی کو بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔

پانی کے بغیر زندگی محال ہے:

پانی کے بغیر زندگی محال ہے۔ خواہ حیوان ہوں یا درخت اور پودے۔ سب پانی کے محتاج ہیں۔ آپ چاند کو دیکھ لیجیے وہ اپنی بناوٹ میں زمین کے مشابہ ہے۔ لیکن چونکہ وہاں پانی نہیں ہے۔ اس لیے اس کی سطح پر زندگی ناممکن ہے۔

۳ زمین پر پہاڑ بنائے:

تیسری دلیل یہ دی کہ ہم نے زمین پر پہاڑ بنائے تا کہ لوگوں (کے بوجھ) سے زمین ہلنے نہ لگے۔ اگر یہ پہاڑ نہ ہوتے تو زمین مسلسل زلزلوں اور اضطرابات کی زد میں رہتی اور زمین کی تہہ میں جو آگ بھڑک رہی ہے۔ اس سے حفاظت نہیں ہو سکتی تھی۔

زمین کبھی کبھی سانس لیتی ہے:

اب بھی دنیا میں کہیں کہیں ایسے آتش فشاں پہاڑ پائے جاتے ہیں۔ جن کے ذریعہ گویا کہ زمین کبھی کبھی سانس لیتی ہے اور اس میں بھڑکنے والی آگ باہر دکھائی دیتی ہے۔ اگر زمین کی جلد سخت نہ ہوتی اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ نہ ہوتا تو یہ آگ زندگی محال کر دیتی۔

۴ زمین میں کشادہ راستے:

چوتھی دلیل یہ دی کہ ہم نے زمین میں کشادہ راستے بنائے ہیں تا کہ لوگ ان پر چلیں۔ آپ ہموار میدانوں کو چھوڑ دیں۔ پہاڑی سلسلوں ہی کو دیکھ لیجیے جو ملک در ملک

چلے جاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان کشادہ وادیاں اور راستے رکھے ہیں۔ جن کی وجہ سے انسانوں کو اپنے اسفار میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

۵ آسمان کو محفوظ چھت بنایا:

پانچویں دلیل یہ دی ہے کہ ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا ہے۔ اس چھت میں لاکھوں ستارے' سورج اور چاند جو اپنے اپنے مدار میں انتہائی تیز رفتاری سے گھوم رہے ہیں نہ ان میں ٹکراؤ ہوتا ہے اور نہ ہی وہ خلط ملط ہوتے ہیں۔

کون ہے جو اس نظام کو سنبھالے ہوئے ہے:

اگر ایک ستارہ بھی اپنے مدار سے ہٹ جائے تو نظام عالم میں خلل واقع ہو جائے تو وہ کون ہے جو اس سارے نظام کو سنبھالے ہوئے ہے اور کسی کو بھی ایک مخصوص رفتار اور راستے سے ادھر ادھر نہیں ہونے دیتا۔ کیا لات وہبل؟ کیا عزیٰ اور منات؟

نہیں۔ رب العالمین کے سوا کوئی نہیں۔

۶ رات اور دن' سورج اور چاند' نجوم اور افلاک کی حرکت کا نظریہ:

چھٹی دلیل تکوینی دلائل میں سے یہ دی ہے کہ رات اور دن' سورج اور چاند کو اللہ نے بنایا ہے۔ یہ سب آسمان میں تیر رہے ہیں۔ جیسے مچھلی پانی میں تیرتی ہے۔ انہیں یکے بعد دیگرے آنے جانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اور یہ کبھی رکتے بھی نہیں۔ مسلسل چلتے رہتے ہیں۔ حرکت ہی میں ان کی زندگی ہے۔ (۳۰۔۳۳)

رات اور دن' سورج اور چاند' نجوم اور افلاک کی حرکت کا نظریہ قرآن نے اس وقت پیش کیا تھا۔ جب اس حوالے سے بڑے بڑے باخبر بھی بے خبر تھے۔ اس قرآنی نظریہ کی علم جدید تائید کر رہا ہے۔ سائنس دانوں نے تو رصدگاہوں اور جدید ترین مشینوں سے لیس لیبارٹریوں میں برسہا برس کی تحقیق کے بعد اس علمی حقیقت کو دریافت کیا ہے۔

بے خبروں کو باخبر:

مگر سوال یہ ہے کہ وہ نبی امی جسے لکھنا پڑھنا بھی نہیں آتا تھا۔ اس کے پاس وحی کے سوا کون سا راستہ تھا۔ جس کے ذریعے خبریں پا کر وہ پوری دنیا کو باخبر کر رہا تھا۔ کیا نبی امی (ﷺ) کی مبارک زبان سے ان حقائق کا بیان ہونا اس کی صداقت کی دلیل نہیں؟

یقیناً ہے مگر اس دلیل کو تسلیم کرنے کے لیے آنکھوں سے تعصب اور عناد کی پٹی اتارنا ضروری ہے۔

۶ ۱۷ انبیاء علیہم السلام کے قصے:

توحید، نبوت، معاد اور حساب و جزاء پر دلائل دینے کے بعد ۱۷ انبیاء علیہم السلام کے قصے ذکر کیے گئے ہیں: یعنی:

حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت داؤد، حصرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت اسماعیل، حضرت ادریس، حضرت ذوالکفل، حضرت یونس، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام (۴۸۔۹۱) ان تمام انبیاء کی دعوت ایک ہی تھی۔ وہ یہ کہ:

"جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہوگا تو اس کی کوشش رائیگاں نہ جائے گی۔" (۹۴)

ان سترہ انبیاء میں سے چھ کے قصے قدرے تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں:

۱ حضرت ابراہیم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہیں دعوت توحید اور تردید شرک کی وجہ سے دہکتی ہوئی آگ میں گرا دیا گیا۔ مگر اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی۔

۲ حضرت لوط:

آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام جنہیں ایک بدترین قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا

گیا۔

۳ حضرت نوح:

حضرت نوح علیہ السلام جنہیں ان کی طویل عمر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبر و تحمل کرنے کی وجہ سے شیخ الانبیاء بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے ۹۵۰ سال تک فریضہ دعوت سرانجام دیا۔

۴ حضرت داؤد و حضرت سلیمان:

حضرت داؤد اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ جو دونوں نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ انہیں روحانی اور مادی دونوں طرح کی نعمتوں سے خوب نوازا گیا تھا۔

۵ حضرت ایوب:

حضرت ایوب علیہ السلام جنہیں مصائب و آلام کے ذریعہ آزمایا گیا۔ انہوں نے ایسے صبر کا مظاہرہ فرمایا کہ ان کا صبر ضرب المثل بن گیا۔ ان مصائب و آلام میں وہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ ان کی توجہ نے رحمت باری تعالیٰ کو متوجہ کر ہی لیا۔ ان کی دعائیں قبول ہوئیں اور دور ابتلاء ختم ہوگیا۔

۶ حضرت یونس:

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا۔ اس کے پیٹ میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ ان کی پکار سنی گئی اور انہیں غم سے نجات مل گئی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والوں کو غم سے نجات مل ہی جاتی ہے۔

۷ یاجوج ماجوج:

یاجوج ماجوج کا ذکر سورۂ کہف میں ہو چکا ہے یہاں ان کا دوبارہ ذکر آیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے اتر رہے ہوں گے۔

۸ اصنام دوزخ کا ایندھن:

مشرکین اور ان کے اصنام قیامت کے دن دوزخ کا ایندھن بنیں گے اور کوئی بھی کسی کے کام نہیں آسکے گا۔

۹ آہ وزاری کی دعا:

انبیاء متقدمین کے قصص بیان کرنے کے بعد بتایا گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ دین اور دنیا میں سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ آپ (ﷺ) نے اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچادیا۔ مگر جب ہر قسم کے دلائل پیش کرنے کے بعد بھی لوگ نہ سمجھے تو آپ (ﷺ) نے اللہ سے دعا کی:

> ''اے میرے پروردگار! حق کے ساتھ فیصلہ کردے اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے۔ اسی سے ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو مدد مانگی جاتی ہے۔''

اللہ نے اپنے نبی (ﷺ) کی دعا قبول فرمائی اور غزوہ بدر کے موقع پر مشرکین پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوکر رہا۔

[ترتیبی نمبر۲۲] سورۃ الحج [نزولی نمبر۱۰۳]

مدنی سورت: سورۂ حج مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۷۸ آیات اور ۱۰ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زبان سے لوگوں پر حج کی فرضیت کا اعلان کروایا گیا ہے۔ اس لیے اسے سورۂ حج کہا جاتا ہے۔ آیات نمبر (۲۶ تا

(۴۹

مکی سورتیں:

قارئین کرام یہ بات تو بار بار پڑھ چکے ہیں کہ مکی سورتوں میں عام طور پر عقائد سے بحث ہوتی ہے۔

مدنی سورتیں:

جبکہ مدنی سورتوں میں مسائل واحکام زیر بحث آتے ہیں۔لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مدنی سورتوں میں عقائد ذکر نہیں کیے جاتے۔

عمومی اور کلی قاعدہ:

مذکورہ بالا اصول محض غالب مضمون کے اعتبار سے ہے۔عمومی اور کلی قاعدہ ہرگز نہیں۔

دونوں مضامین:

سورہ حج ہی کو لے لیجیے:

﴿۱﴾ یہ اگرچہ مدنی ہے اور اس میں ہجرت' جہاد' حج اور قربانی جیسے شرعی احکام بھی ہیں۔

﴿۲﴾ لیکن اس میں مکی سورتوں والے موضوعات زیادہ ہیں۔یعنی:

عقیدہ توحید' وعید و انذار' بعث و جزاء' جنت اور' دوزخ' قیامت کے مناظر اور ہولناکیاں۔

قیامت کے مناظر:

سورت کی ابتدا اس انداز سے ہوئی ہے کہ دل دہل جائیں گے اور جسم پر کپکپی طاری ہو جائے گی۔ارشاد ہوتا ہے:

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو! بے شک قیامت کا زلزلہ بڑا حادثہ ہے۔تم

اس دن دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی ہر عورت اپنے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے۔ حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے۔ لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔ (اسے دیکھ کر لوگوں کے ہوش وحواس اڑ جائیں گے)۔"

اس کے بعد جو اہم مضامین مذکور ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱ بعث ونشور:

قیامت کا ذکر کرنے کے بعد بعث ونشور یعنی دوبارہ زندہ ہونے پر دو وجہ سے استدلال کیا گیا ہے۔

پہلا استدلال: (انسان کی تخلیق کے مراحل):

پہلا استدلال انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل سے ہے۔ انسان اپنی پیدائش اور تکوین میں سات مراحل سے گزرتا ہے۔

۱ انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو بلاواسطہ مٹی سے پیدا کیا گیا۔ بالواسطہ ہر انسان کا مٹی سے تعلق ہے۔

۲ ہر انسان منی اور نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ منی خون سے، خون غذا سے اور غذا مٹی سے پیدا ہوتی ہے۔ مٹی اور نطفہ کے درمیان زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔

۳ تیسرے مرحلہ میں خون لوتھڑا بنتا ہے۔

۴ چوتھے مرحلہ میں بوٹی بنتی ہے۔ جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی ہوتی ہے۔

۵ پانچویں مرحلہ میں بچہ پیدا ہوتا ہے جو کہ حواس کے اعتبار سے کمزور ہوتا ہے۔

۶ چھٹے مرحلہ میں وہ جوان ہوجاتا ہے اور قوت وعقل کے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

۷ ساتویں مرحلہ میں یا تو وہ جوانی ہی میں انتقال کرجاتا ہے یا اتنا بوڑھا ہوجاتا ہے کہ اس پر بچپنے کا گمان ہوتا ہے۔

دوسری زندگی کا انکار:

وہ انسان جو خود ان مراحل سے گزرتا ہے۔ وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ اللہ دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ بالخصوص آج کا انسان جو کہ جانتا ہے کہ ایک نطفہ اور جرثومہ میں باری تعالیٰ نے تمام انسانی خواص چھپا رکھے ہیں۔ یہ معلومات رکھنے والا انسان کیسے فنا کے بعد دوسری زندگی کا انکار کر سکتا ہے۔

دوسرا استدلال:

دوسری دلیل بعث کے امکان پر یہ دی گئی ہے کہ مردہ زمین پر اللہ بارش برساتا ہے تو اس میں زندگی جاگ اٹھتی ہے اور طرح طرح کی چیزیں اگنے لگتی ہیں۔ جو رب مردہ زمین کو زندہ کر سکتا ہے۔ وہ مردہ انسانوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔

۲ ایمان اور دین کی کرنسی:

کچھ لوگ تو واضح طور پر گمراہ ہیں۔ (۸۔۱۰)

اور کچھ ایسے ہیں۔ جو مذبذب ہیں۔ اگر انہیں کچھ دنیوی فائدہ حاصل ہو تو عبادت میں لگے رہتے ہیں اور دین پر جمے رہتے ہیں اور اگر فائدہ کے بجائے کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑ جائے تو پیٹھ پھیر جاتے ہیں۔ (۱۱)

ان احمقوں نے گویا ایمان اور دین کو کرنسی سمجھ رکھا ہے۔ جس کے کھرا یا کھوٹا ہونے کا فیصلہ وہ دنیوی نفع اور نقصان کے اعتبار سے کرتے ہیں۔

۳ ملل اور مذاہب:

ملل اور مذاہب کا جائزہ لیا جائے تو انہیں چھ گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱ مسلمان:

مسلمان جو کہ حضرت محمد ﷺ کی اتباع کرتے ہیں قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور اصحاب قرآن ہیں۔

۲ یہودی:

یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتی اور اصحاب تورات ہیں۔

۳ عیسائی:

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی اور اصحاب انجیل ہیں۔

۴ صابی:

صابیٔ یہ فرقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ ستاروں کی عبادت کرتے تھے۔

۵ مجوس:

مجوس' یہ کسی آسمانی مذہب کے پیروکار نہیں تھے۔ سورج' چاند اور آگ کی پرستش کرتے تھے۔

۶ مشرک:

بتوں کی پوجا پاٹ کرنے والے۔

شیطانی فرقے:

ان میں سے پانچ فرقے شیطان کے ہیں۔

رحمانی فرقہ:

اور صرف پہلا فرقہ رحمٰن کا ہے۔

ان فرقوں کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کیا جائے گا۔ (۱۷)

۲ اللہ کے محارم کی تعظیم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے بیت اللہ کی تعمیر کی۔ اس کے بعد جبل

ابی قبیس پر کھڑے ہو کر حج کا اعلان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ اعلان ارض و سما میں رہنے والوں تک پہنچا دیا اور ہر کسی نے اسے سن لیا۔ حج اور شعائر حج کی مناسبت سے یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اللہ کے محارم کی تعظیم ایمان کی علامات میں سے ہے۔ جیسے نیکیوں کے کرنے میں اجر عظیم ہے۔ اسی طرح اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں اور اعمال سے بچنے میں بڑا ثواب ہے۔ (۳۰)

۵ مومنوں کی علامات:

حقیقی مومنوں کی چار علامات ہیں:

① اللہ کا خوف ② مصائب پر صبر ③ نماز کی پابندی ④ نیک مصارف میں خرچ کرنا۔ (۳۵)

۶ بندوں کا تقویٰ:

جانوروں کی قربانی کا حکم دینے کے بعد بتایا گیا ہے کہ ان کا خون اور گوشت اللہ تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ اللہ تک بندوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔ (۳۷)

جس کے دل میں تقویٰ ہو گا وہ گناہوں سے بچے گا اور نیک اعمال صرف اللہ کی رضا کے لیے کرے گا۔

۷ جہاد و قتال کی اجازت:

مناسک حج کا ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو جہاد و قتال کی اجازت دی گئی ہے۔ کیونکہ کفار مسلمانوں کو اللہ کے دین سے اور مکہ میں داخل ہونے سے روکتے تھے۔ ابتداء میں اگرچہ صبر عفو و درگزر کی تلقین کی جاتی رہی۔ لیکن جب مدینہ میں مسلمانوں کے قدم جم گئے اور ان کی طرف سے تحمل و برداشت کے رویہ کے باوجود مشرکین کی شرارتوں اور زیادتیوں کا سلسلہ جاری رہا تو اب انہیں سورۂ حج کی آیت (۳۹) کے ذریعہ قتال کی اجازت دے دی گئی۔

تقریباً ستر آیات کے بعد یہ پہلی آیت:

متعدد صحابہ اور تابعین کی رائے یہ ہے کہ تقریباً ستر آیات میں ہاتھ روک کر رکھنے کی تلقین کے بعد یہ پہلی آیت تھی۔ جس میں قتال کی اجازت دی گئی۔ (۳۹)

جہاد کی حکمت:

ساتھ ہی جہاد کی حکمت بھی بیان کردی گئی وہ یہ کہ اگر اللہ جہاد کی اجازت نہ دیتا تو پھر دشمن خودسر ہوجاتے اور اہل کفر مومنوں پر چھاجاتے۔ جس کی وجہ سے عبادت خانے ویران ہوجاتے۔ لیکن جب انہیں اینٹ کا جواب پتھر سے ملنے کا ڈر ہوگا تو وہ اس اقدام سے پہلے سو بار سوچیں گے۔

افسوس:

افسوس کہ آج کفار کو مسلمانوں کی طرف سے نہ اقدام کا ڈر ہے نہ دفاع کا یقین ہے۔ اس لیے وہ جنگلی درندوں کی طرح اسلامی ممالک میں دندناتے پھر رہے ہیں۔

۸ مقصد بعثت:

دوسرے انبیاء کی طرح حضور اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی دعوت کا پہنچا دینا تھا۔ (۴۹)

آپ اپنے مقصد بعثت کی تکمیل میں لگے رہے اور مشرکین تمسخر، انکار اور آپ کی دعوت میں شبہات پیدا کرنے کا کام کرتے رہے۔ ہر نبی کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا آیا ہے۔

دوسری طرف اللہ کا بھی دستور رہا ہے کہ وہ شیاطین کے پیدا کردہ وساوس اور شبہات کا ازالہ کرتا رہا ہے۔ (۵۲، ۵۳)

شیاطین کے طریقے:

آج بھی اہل مغرب زمانہ قدیم کے شیاطین کے طریقے کو زندہ رکھے ہوئے ہیں

اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلامی عقائد اور تعلیمات میں وسوسہ انگیزی کرتے رہتے ہیں۔

۹ تشریعی احکام پر سورۃ کا اختتام:

قدرت الٰہیہ کے دلائل بیان کرنے اور کفار کے معبودان باطلہ کی تردید کے بعد دوبارہ تشریعی احکام کی طرف کلام کا رخ مڑ جاتا ہے اور اہل ایمان کو جہاد فی سبیل اللہ، اقامت صلوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ انہی احکام پر سورۂ حج کا اختتام ہو جاتا ہے۔

فہرست پارہ ۱۸

پارہ ۱۸

[ترتیبی نمبر ۲۳] سورۂ مومنون [نزولی نمبر ۷۴]

پارہ کی ابتداء سورۃ المومنون سے ہو رہی ہے۔

مکی سورت: سورۃ المومنون مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۱۸ آیات اور ۶ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

سورۃ کی ابتدائی آیات میں مومنین کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ اسی وجہ سے اس سورت کا نام سورہ مومنون رکھ دیا گیا۔ (۱۔۱۱)

جنت الفردوس کے مستحقین کی صفات:

سورۃ کی ابتدائی نو آیات میں مومنین کی سات ایسی صفات ذکر کی گئی ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ جنت الفردوس کے مستحق ہوں گے۔ وہ سات صفات درج ذیل ہیں:

۱. سچا ایمان جو کہ ریا اور نفاق سے پاک ہو۔
۲. نماز میں خشوع یعنی اللہ کے سامنے عاجزی اور خوف کے ساتھ کھڑے ہوں۔
۳. لغو سے اعراض (ہر ایسے قول و فعل کو لغو کہا جاتا ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو)۔
۴. کامل طریقے سے زکوٰۃ کی ادائیگی۔ گویا وہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھتے ہیں۔
۵. وہ زنا اور فحش کاموں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھتے ہیں۔
۶. وہ امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں اور وعدے پورے کرتے ہیں۔
۷. نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وقت کا بھی لحاظ رکھتے ہیں اور ارکان و آداب

کی بھی رعایت کرتے ہیں۔

شکم مادر میں انسانی وجود کے مراحل:

مومنین کی صفات بیان کرنے کے بعد خود انسان کی زندگی اور اس کی تخلیق کے مختلف مراحل میں ایمان کے جو دلائل پائے جاتے ہیں۔ وہ ذکر کیے گئے ہیں:

قرآن نے شکم مادر میں انسانی وجود کے مراحل آج سے کئی سو سال پہلے اس وقت بیان کیے تھے۔ جبکہ عرب وعجم کے حکماء میں سے کوئی بھی ان مراحل کے بارے میں لب کشائی کی جرأت نہیں کر پاتا تھا۔ آج کی جدید سائنس اور میڈیکل تحقیقات بھی ان مراحل کی تصدیق کرتی ہیں۔

تکوینی دلائل:

انسان کے وجود میں دلائل ایمان بیان کرنے کے بعد تین قسم کے تکوینی دلائل بیان کیے گئے ہیں:

① ساتوں آسمانوں اور ان کے اندر جو عجیب مخلوقات ہیں ان کی تخلیق۔
② بارش کا برسانا اور اس کے ذریعے مختلف غلہ جات اور پھلوں کا اگانا۔
③ چوپاؤں اور ان کے اندر دودھ' گوشت' اون' سواری اور بار برداری جیسے منافع کا پیدا کرنا۔

بعض انبیاء کے قصص:

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اب سورت منتقل ہو جاتی ہے بعض انبیاء علیہم السلام کے قصص کی طرف۔

اس سلسلہ میں حضرت نوحؑ' حضرت ہودؑ' حضرت صالحؑ' حضرت موسیٰؑ' حضرت ہارون اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔ (۲۳۔۵۰)

مختلف فرقے اور گروہ:

ان تمام انبیاء کی ایک ہی دعوت' ایک ہی پروگرام اور ایک ہی مقصد تھا۔ یوں

محسوس ہوتا ہے کہ وہ سب کے سب ایک ہی زمانے اور ایک ہی ملک میں مبعوث ہوئے تھے۔لیکن ان انبیاء کے جانے کے بعد ان کے امتی مختلف فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ہر گروہ اپنے خیال میں مست اور خیالات پر خوش تھا۔

مسلمان ایک نہیں:

کیسے کہا جائے کہ آج مسلمان بھی اسی صورتحال سے دو چار ہیں۔قرآن بھی ایک نبی بھی ایک قبلہ بھی ایک۔لیکن مسلمان ایک نہیں۔ بھانت بھانت کی بولیاں تکفیر وتفسیق کے فتوے باہم جدل ونزاع۔

اختلافات کا حل:

ان اختلافات کے حل کی ایک ہی صورت ہے۔وہ یہ کہ ہر فرقہ کتاب وسنت کے سامنے گردن تسلیم خم کر دے۔

ایک طرف:

ایک طرف وہ لوگ ہیں۔ جو باہم جدل ونزاع میں مصروف ہیں اور ان کے دل غفلت اور جہالت میں پڑے ہوئے ہیں۔

دوسری طرف:

تو دوسری طرف اللہ کے وہ نیک بندے ہیں جو آپس میں محبت کرتے ہیں۔ان کے دل بیدار اور ہدایت کے نور سے منور ہیں۔

چار نمایاں صفات:

ان لوگوں کے اندر چار نمایاں صفات پائی جاتی ہیں۔

پہلی صفت:

یہ ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

دوسری صفت:

یہ ہے کہ وہ اللہ کی تکوینی اور تشریعی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

تیسری صفت:

یہ کہ وہ ریا سے بچتے ہیں اور ہر عمل خالص اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں۔

چوتھی صفت:

یہ کہ انہیں احسان کی صفت حاصل ہوتی ہے۔ یعنی نیک اعمال کرنے کے باوجود ڈرتے رہتے ہیں کہ پتہ نہیں ہمارے اللہ کے ہاں یہ قبول بھی ہو رہے ہیں یا نہیں۔ (۵۷۔۶۱)

حرماں نصیب:

ان مخلص مومنوں کے مقابلے میں وہ حرماں نصیب بھی ہیں۔ جو قرآن اور صاحب قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں۔

سرکشی کے اسباب:

ان کے استہزاء اور سرکشی کے تین بڑے اسباب قرآن نے بیان کیے ہیں:

۱ پہلا یہ کہ وہ عقلوں کو استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ قرآن میں غور وتدبر کیے بغیر استہزاء اور انکار کرنے لگتے ہیں۔

۲ دوسرا یہ کہ وہ محض ضد اور عناد کی بناء پر اللہ کے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ ورنہ ایسا نہیں کہ وہ آپ کو پہچانتے نہ ہوں۔ وہ آپ (ﷺ) کی صداقت و امانت' حسب نسب اور شخصیت کو خوب اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ محمد ﷺ ہرگز جھوٹ نہیں بول سکتے۔

۳ تیسرا سبب سوالیہ انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ کیا انہیں محمد ﷺ میں (معاذ اللہ) کوئی جنون کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔

حق کو خواہشات کے تابع:

یقیناً ان میں سے بعض آپ (ﷺ) کی طرف جنون کی نسبت کرتے تھے۔ لیکن

ان کی تکذیب کا اصلی سبب یہ نہیں ہے کہ وہ آپ (ﷺ) کو معاذ اللہ مجنون سمجھتے ہیں۔ بلکہ حقیقی سبب یہ ہے کہ وہ حق کو ناپسند کرتے ہیں اور حق کو اپنی خواہشات کے تابع دیکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اگر حق ان کی خواہشات کے تابع ہوتا تو نظام کائنات میں خلل واقع ہو جاتا۔ (۶۸۔۷۱)

قیامت کے دن:

توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کے بعد سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن انسان دو فریقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

۱ سعداء (نیک بخت):

سعداء (نیک بخت) کا اعمال نامہ بھاری ہوگا۔

۲ اشقیاء (بد بخت):

اور اشقیاء کا اعمال نامہ ہلکا ہوگا۔ وہاں تعلقات کام نہیں آئیں گے۔ کفار دنیا میں لوٹنے کی تمنا کریں گے۔ ظاہر ہے کہ ان کی تمنا پوری نہیں ہوگی۔

انہیں یاد کرایا جائے گا کہ وہ اہل ایمان کا دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے۔ آج ان کے لیے خسارہ کے سوا کچھ نہیں۔

ان سے سوال:

پھر ان سے پوچھا جائے گا:

> ”کہ تم زمین میں کتنے برس رہے۔ وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے۔ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ اللہ فرمائے گا کہ وہاں تم بہت ہی کم رہے۔ کاش تم جانتے ہوتے۔“

یعنی اگر تمہارے پاس کچھ عقل و فہم ہوتا تو تم جان لیتے کہ دنیا حقیر اور قلیل ہے۔

ان سے سوال کا مقصد:

ان سے اس سوال کا مقصد انہیں حسرت میں مبتلا کرنا اور آخرت کی لامحدود

زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کی حقارت کو بیان کرنا ہے۔ اس دن انہیں خود بھی دنیاوی زندگی کی خست اور محدودیت کا احساس ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کا صحابہ سے خطاب:

ابن کثیر میں ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ جب اہلِ جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل کردے گا تو

اہل جنت سے سوال:

کرے گا کہ اہل جنت! تم زمین پر کتنے سال رہے۔ وہ عرض کریں گے کہ ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہیں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ جو ملا۔ تم نے اس میں بہت اچھی تجارت کی کہ میری رحمت، میری رضا اور میری جنت کو خرید لیا۔ اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس میں رہو۔

اہل دوزخ سے سوال:

پھر اہل دوزخ سے سوال کیا جائے گا کہ تم دنیا میں کتنے سال رہے۔ وہ بھی وہی جواب دیں گے جو اہل جنت نے دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ تمہیں دنیا میں جو رہنے کا موقع ملا تو تم نے اس میں بہت بُری تجارت کی کہ میری آگ اور ناراضگی کو خرید لیا۔ اب تم دائمی طور پر اسی میں پڑے رہو۔"

مجھ سے یہ دعا مانگا کرو:

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے واسطہ سے گویا تمام انسانوں کو

سکھایا ہے کہ مجھ سے یہ دعا مانگا کرو:

"اے میرے رب! مجھے معاف فرما دے اور مجھ پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

[ترتیبی نمبر۲۴] سورۂ نور [نزولی نمبر۱۰۲]

مدنی سورت: سورۂ نور مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۶۴ آیات اور ۹ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

① اسے سورۂ نور ایک تو اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں "نور" کا لفظ آیا ہے:
"اللہ نور السموت والارض۔" (۳۵)

② دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں ایسے آداب وفضائل اور احکام وقواعد بیان کیے گئے ہیں جو اجتماعی زندگی کی راہ کو منور اور روشن کردیتے ہیں۔(۲۶ تا ۳۴)

عفت وعصمت:

اس سورت میں زیادہ تر ایسے احکام مذکور ہیں۔ جو عفت وعصمت سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسی لیے یہ سورت عورتوں کو سکھانے کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ اور اپنی عورتوں کو سورۃ النساء سکھاؤ"۔

سیدہ عائشہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ سورت خواتین کو سکھانے کی تاکید فرمائی ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے عفت، عصمت، گھریلو اور معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لیے جو احکام بیان کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

احکام و آداب

۱، ۲ پہلا اور دوسرا حکم:

زنا کی سزا اور زانیوں کا حکم بیان کرنے کے بارے میں ہے:

زانی غیر شادی شدہ:

زانی مرد اور عورت اگر غیر شادی شدہ ہوں تو ان کی سزا سو کوڑے ہیں جو کہ قرآن میں مذکور ہے۔

زانی شادی شدہ:

اور اگر شادی شدہ ہوں تو ان کی سزا رجم ہے جو کہ متواتر احادیث میں بیان ہوئی ہے۔

ایک عمومی رویہ:

زانیوں کے بارے میں ایک عمومی رویہ یہ بتایا گیا ہے کہ انہیں شریک زندگی بنانے کے لیے وہی لوگ آمادہ ہوتے ہیں جو خود بھی زانی اور بدکار ہوتے ہیں۔

۳ تیسرا حکم قذف کا ہے:

یعنی اگر کوئی شخص کسی عاقل بالغ پاکدامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو اسے اَسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔ (۴۔۵)

۴ چوتھا حکم لعان کا ہے جو کہ میاں بیوی کے ساتھ خاص ہے:

اگر شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے مگر اس کے پاس چار گواہ نہ ہوں تو وہ دونوں ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور پھر ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔

۵ پانچویں حکم کے طور پر قصہ افک بیان کیا گیا ہے:

افک کا معنی ہے جھوٹ اور بہتان۔ یہ حکم اس وقت نازل ہوا جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بعض منافقین نے بہتان لگایا۔ یہ بہت بڑا بہتان تھا۔ جو بہت بڑی ہستی یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور مسلمانوں کی روحانی ماں پر لگایا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے دس آیات میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات میں منافقوں کی مذمت ہے۔ مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ آئندہ کبھی اس قسم کی بہتان تراشی میں حصہ دار نہ بنیں اور حرم نبوت کی عفت وعصمت کا اعلان فرمایا گیا۔ تاریخ انسانی میں ایسا پہلی بار ہوا کہ کسی شخصیت کی پاکدامنی کا اعلان بذریعہ وحی کیا گیا۔

اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ (۱۱-۲۰)

۶ چھٹا حکم گھر میں داخل ہونے کی اجازت اور آداب کے بارے میں ہے:

فرمایا گیا ہے کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو۔ مستحب یہ ہے کہ اجازت سے قبل سلام کر لیا جائے۔ (۲۷-۲۸)

۷ نظریں جھکا کر:

ساتواں حکم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو یہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

عورتوں کو اپنے شوہروں، اپنے والد، سسر، حقیقی بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، عورتوں، لونڈیوں، ان طفیلی مردوں جو عورتوں کی طرف توجہ نہ رکھتے ہوں۔ اسی طرح ان بچوں کے سامنے جو خواتین کی پردے کی باتوں سے واقف نہ ہوں۔ اپنی زینت ظاہر کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ان کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی زینت ظاہر کرنے کی اجازت نہیں۔ (۳۱)

۸ حقوق زوجیت:

آٹھواں حکم یہ دیا گیا ہے کہ ایسے آزاد مرد اور عورتیں یا غلام جو حقوق زوجیت ادا

کر سکتے ہوں ان کا نکاح کروادو یونہی لونڈیوں کے نکاح کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔

اصل میں اسلام زنا کو کسی طور پر بھی برداشت نہیں کرتا اور زنا کا اس وقت تک سدباب نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ نکاح کو آسان نہ کیا جائے۔ اسلام نے نکاح کو آسان بھی کیا ہے اور اس کی ترغیب بھی دی ہے۔ (۳۲)

۹ لونڈی' غلام:

نواں حکم لونڈیوں اور غلاموں کے بارے میں ہے:

اسلام کی روشنی دنیا میں پھیلنے سے پہلے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کا رواج تھا اور اس لاوارث اور بے سہارا طبقے پر بے پناہ ظلم کیا جاتا تھا۔

اسلام نے اس رواج میں انقلابی اصلاحات کیں۔ ان پر ظلم کا دروازہ قطعی طور پر بند کردیا۔

1. دوسرے انسانوں کی طرح ان کے لیے بھی حقوق مقرر کیے۔
2. انہیں آزاد کرنا اللہ کی رضا کا سبب بتایا۔
3. مختلف گناہوں کے کفارہ کے طور پر بھی انہیں آزاد کرنے کا حکم دیا۔
4. ایک اہم ہدایت یہ کی کہ جو غلام یا لونڈی کچھ روپیہ پیسہ ادا کر کے آزادی حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ ان کے ساتھ یہ معاہدہ کرلیا کرو اس معاہدے کو اصطلاح میں مکاتبت کہا جاتا ہے۔

۱۰ حرام ذریعہ معاش:

دسواں حکم اصل میں زمانہ جاہلیت کے ایک قطعی حرام ذریعہ معاش کی تردید کے لیے ہے۔ نزول قرآن سے قبل بعض ظلم پیشہ اور حریص لوگوں نے لونڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جنہیں اجرت کے بدلے زنا پر مجبور کرتے تھے۔

عبد اللہ بن ابی جیسا ''چوہدری'' جسے آنحضور ﷺ کے ہجرت مدینہ سے پہلے مدینہ کا ''بے تاج بادشاہ'' بنانے کی تیاریاں مکمل ہوچکی تھیں۔ اس نے بھی ایسی لونڈیاں

پال رکھی تھیں۔

ناجائز اور حرام:

یہاں ایسا کرنے سے منع کیا گیا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ بخوشی زنا پر آمادہ ہوں تو پھر جائز ہے۔ ناجائز اور حرام تو دونوں صورتوں میں ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ جب وہ لونڈی ہونے کے باوجود اس فعل سے نفرت کرتی ہے تو تم جو کہ آزاد ہو۔ تمہیں تو بطریق اولیٰ اس سے نفرت کرنی چاہیے۔ (۳۳)

عقیدہ وایمان اور نور حق:

یہ دس احکام و آداب بیان کرنے کے بعد عقیدہ وایمان اور نور حق کا بیان ہے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مخلوق کو ہدایت دیتا ہے۔ بات کو واضح کرنے کے لیے یہاں تین مثالیں ذکر کی گئی ہیں اور یہ قرآن کا ایک خاص انداز ہے کہ وہ معانی کی وضاحت کے لیے حسی مثالیں پیش کرتا ہے۔

پہلی مثال اہل یقین وایمان کے لیے ہے جبکہ دوسری اور تیسری مثال اہل باطل کے لیے ہے۔

۱ پہلی مثال:

پہلی مثال میں مومن کے دل میں جو نور ہوتا ہے۔ اسے چراغ کے نور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ جو صاف شفاف شیشے سے بنی ہوئی کسی قندیل میں ہو اور اس قندیل کو کسی طاقچے میں رکھ دیا جائے۔ تاکہ اس کا نور اس معین جہت ہی میں رہے۔ جہاں اس کی ضرورت ہے۔ اس چراغ میں جو تیل استعمال ہوا ہے۔ وہ تیل زیتون کے مخصوص درخت سے حاصل شدہ ہے۔ اس تیل میں ایسی چمک ہے کہ بغیر آگ دکھائے ہی چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ (۳۵)

یہی حال مومن کے دل کا ہے کہ وہ حصول علم سے قبل ہی ہدایت پر عمل پیرا ہوتا ہے پھر جب علم آجائے تو نور علیٰ نور کی صورت ہو جاتی ہے۔

یحییٰ بن سلام کا قول:

یحییٰ بن سلام رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

''مومن کا دل حق کو بیان کیے جانے سے پہلے ہی حق کو پہچان رہا ہوتا ہے۔
کیونکہ اس کا دل پہلے ہی سے حق کے موافق ہوتا ہے۔''

۲ دوسری مثال:

اہل باطل کے لیے جو دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ ① ان میں سے پہلی مثال ان کے اعمال کی ہے۔ جنہیں وہ اچھا سمجھتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

کہ ان کے اعمال کی مثال سراب جیسی ہے۔ جیسے پیاسا شخص دور سے سراب کو پانی سمجھ بیٹھتا ہے لیکن جب قریب آتا ہے تو وہاں پانی کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا۔

یہی حال کافر کا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو نافع سمجھتا ہے۔ لیکن جب موت کے بعد اللہ کے سامنے پیش ہوگا تو وہاں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اس کے اعمال غبار بن کر اڑ چکے ہوں گے۔ (۳۹)

۳ تیسری مثال:

② دوسری مثال میں ان کے عقائد کو سمندر کی تہ بہ تہ تاریکیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ جہاں انسان کو اور تو اور اپنا ہاتھ تک دکھائی نہیں دیتا۔ یہی حال کافر کا ہے جو کفر اور ضلالت کی تاریکیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔ (۴۰)

عالم بالا اور عالم اسفل:

اہل حق اور اہل باطل کی مثالیں بیان کرنے کے بعد عالم بالا اور عالم اسفل میں رات اور دن کے ہیر پھیر' بارش برسانے' ارض وسما کی تخلیق' پرندوں کی اڑان اور مختلف قسم کے چوپاؤں کو پیدا کرنے کی صورت میں اللہ کے وجود اور توحید کے جو دلائل ہیں۔ ان کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ (۴۱۔۴۵)

تقابلی تذکرہ:

دلائل توحید کے بعد منافقین اور مومنین دو گروہوں کا تقابلی تذکرہ ہے۔

منافق:

منافق ایمان اور اطاعت کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔لیکن جب عملی زندگی میں کوئی ایسا مرحلہ پیش آتا ہے جہاں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی بات ماننے میں ان کا ذاتی نقصان ہوتا ہے تو وہ اعراض کرتے ہیں۔

مومن:

جب کہ مومن ہر حال میں اطاعت پر آمادہ رہتے ہیں۔ سچے مومنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ انہیں زمین پر خلافت عطا کرے گا۔ اللہ جل شانہ نے اپنا یہ وعدہ پورا کر دکھایا۔

مسلمانوں کو جزیرۃ العرب میں غلبہ حاصل ہوا۔ مشرق و مغرب کے ممالک ان کے زیر نگیں آ گئے اور انہوں نے فارس اور روم جیسی مضبوط سلطنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ (۴۷۔۵۵)

اجتماعی اور معاشرتی زندگی:

توحید کے دلائل، منافقوں اور مومنوں کے تقابل اور وعدہ خلافت کے بعد اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے تین مزید احکام بیان کیے گئے ہیں۔

① (پہلا حکم):

چھوٹے بچوں اور گھر میں رہنے والے غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں ہے کہ وہ نماز فجر سے پہلے، دوپہر کے قیلولہ کے وقت اور نماز عشاء کے بعد اگر تمہارے خلوت والے کمرے میں داخل ہوں تو اجازت لے کر داخل ہوں۔

کیونکہ ان تینوں اوقات میں عام طور پر عمومی لباس اتار کر نیند کا لباس پہن لیا

جاتا ہے۔

۱۲ (دوسرا حکم):

یہ ہے کہ بچے جب بالغ ہو جائیں تو دوسرے بالغ افراد کی طرح ان پر لازم ہے کہ وہ جب بھی گھر میں آئیں تو اجازت لے کر یا کسی بھی طریقے سے اپنی آمد کی اطلاع دے کر آئیں۔

مثال کے طور پر کھانس کر یا پاؤں کی آہٹ پیدا کر کے۔

۱۳ (تیسرا حکم):

ان عورتوں کے بارے میں ہے جو بہت بوڑھی ہو جائیں اور نکاح کی عمر سے گزر جائیں کہ وہ اگر پردہ کے ظاہری کپڑے اتار دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

گزشتہ دس احکام کے ساتھ ملا کر کل تیرہ احکام و آداب مذکور ہو چکے ہیں۔

۱۴ چودھواں ادب یہ بتایا گیا ہے کہ جب تم گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کیا کرو۔

۱۵ پندرھواں ادب یہ ہے کہ جب تم کسی اجتماعی مشورہ وغیرہ کے سلسلہ میں مجلس میں بیٹھے ہو تو اجازت کے بغیر مجلس سے نہ اٹھا کرو۔

۱۶ سولہواں ادب یہ ہے کہ اللہ کے رسول (ﷺ) کو ایسے نہ پکارا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

سورت کا اختتام:

اس بات پر ہوا ہے کہ یہ ساری کائنات اللہ کی قدرت اور علم کے ماتحت ہے۔ اللہ مخلوق کے حالات اور اعمال جانتا ہے۔ قیامت کے دن ہر کسی کو اس کے اعمال کے بارے میں بتا دیا جائے گا۔

فہرست پارہ ۱۹

پارہ ۱۹

[ترتیبی نمبر ۲۵] سورۃ الفرقان [نزولی نمبر ۴۲]

مکی سورت: سورۂ فرقان مکی ہے۔

آیات: اس میں ۷۷ آیات اور ٦ رکوع ہیں۔

اس سورت کے پہلے دو رکوع اٹھارھویں پارہ کے آخر میں گزر چکے ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورت کی ابتداء قرآن عظیم کے ذکر سے ہوئی ہے۔ اس لیے اس سورت کا نام سورۂ فرقان ہے۔ آیت نمبر۱۔

مشرکین کے اعتراضات:

جس کے بارے میں مشرکین مختلف قسم کے اعتراضات اٹھاتے اور اس کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔

① ایک گروہ اسے گزشتہ قوموں کے قصے اور کہانیاں قرار دیتا تھا۔

② دوسرا گروہ اسے حضرت محمد ﷺ کا افتراء اور ایسی تخلیق کہتا تھا۔ جس میں اہل کتاب نے آپ کے ساتھ تعاون کیا تھا۔

③ تیسرے گروہ کے خیال میں یہ واضح جادو تھا۔ (۱۔٦)

صاحب قرآن کا تذکرہ:

قرآن کے بعد صاحب قرآن یعنی حضور پاک ﷺ کا تذکرہ ہے۔ ضدی اور معاند لوگ آپ کی تکذیب کرتے تھے۔

❶ ان کا خیال تھا کہ رسول بشر نہیں بلکہ فرشتہ ہوتا ہے۔

۵ اور اگر بالفرض انسانوں میں سے کسی کو نبوت و رسالت ملے بھی تو وہ دنیاوی اعتبار سے خوشحال اور سر برآوردہ لوگوں کو ملتی ہے۔ کسی غریب اور یتیم کو ہرگز نہیں مل سکتی۔ (۷۔۹)

باطل دعاوی کی تردید:

اللہ تعالیٰ نے ان کی خام خیالیوں اور باطل دعاوی کی تردید واضح دلائل سے کی ہے۔

لایعنی مطالبات:

انیسویں پارہ کا آغاز بھی مشرکین کے دعاوی، اعتراضات اور لایعنی قسم کے مطالبات سے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ بعض اوقات کہتے تھے کہ:

۱ ''ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے جاتے۔

۲ (ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ) ہم اپنے پروردگار کو دیکھ لیں۔'' (۲۱)

ان مطالبات کا جواب:

اس کے جواب میں فرمایا گیا:

فرشتوں کو یہ اس وقت دیکھ پائیں گے۔ جب وہ ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے آئیں گے اور جب یہ فرشتوں کو دیکھ لیں گے تو ان کے لیے کوئی خوشخبری نہیں ہوگی۔

ندامت کی وجہ سے:

چونکہ قبولیت اعمال کی بنیادی شرط یعنی ایمان سے یہ خالی ہیں۔ اس لیے قیامت کے دن ان کے اعمال بھی کسی کام نہیں آئیں گے اور وہ خاک بن کر اڑ جائیں گے۔ وہ دن ان کے لیے بڑا سخت ثابت ہوگا۔ یہ ندامت کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے اور کہیں گے کہ

''اے کاش! ہم نے پیغمبر کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔''

اللہ کے رسول کی اللہ کے حضور شکایت:

اس دن اللہ کا رسول (ﷺ) اللہ کے حضور شکایت کرے گا کہ:

''اے میرے رب! میری قوم نے قرآن چھوڑ دیا تھا۔''

قرآن چھوڑنے کی صورتیں:

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کو چھوڑنے کی کئی صورتیں ہیں:

1. پہلی یہ کہ نہ قرآن کو سنے، نہ اس پر ایمان لائے۔
2. دوسری یہ کہ پڑھتا بھی ہو اور ایمان بھی رکھتا ہو لیکن اس پر عمل نہ کرتا ہو۔
3. تیسری یہ کہ زندگی کے معاملات اور تنازعات میں اسے حکم نہ بنائے۔
4. چوتھی یہ کہ اس کے معانی میں غور و تدبر نہ کرے۔
5. پانچویں یہ کہ قلبی امراض میں اس سے شفا حاصل نہ کرے۔

اپنے بارے میں، پوری امت کے بارے میں بے لاگ فیصلہ:

میرے محترم قارئین!

اگلی سطریں پڑھنے سے پہلے کچھ دیر کے لیے رک جایئے اور چند لمحوں کے لیے پہلے اپنے بارے میں اور پھر پوری امت کے بارے میں بے لاگ فیصلہ کیجیے کہ آج ہم کس کس انداز میں قرآن کو چھوڑ چکے ہیں اور یہ بھی سوچیے کہ جب ہم مہلک روحانی اور اخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہونے کے باوجود نہ پرہیز کرتے ہیں اور نہ وہ آسمانی دوا استعمال کرتے ہیں۔ جس میں یقینی شفا ہے تو اس کا نتیجہ مزید بیماریوں میں مبتلا ہونے اور ہلاکت کے سوا کوئی نکل سکتا ہے۔

یقیناً نہیں اور ہرگز نہیں۔

قرآن یکبارگی کیوں نہیں نازل ہو جاتا:

مشرکین یہ اعتراض بھی اٹھاتے تھے کہ جیسے تورات اور انجیل یکبارگی نازل

ہوگئیں۔ یونہی قرآن بھی یکبار کیوں نہیں نازل ہو جاتا۔

تدریجاً نازل ہونے میں کئی حکمتیں:

ظاہر ہے کہ تدریجاً قرآن نازل ہونے میں کئی حکمتیں پوشیدہ تھیں مثلاً:

۞اس کا حفظ کرنا ۞اس کے معانی کا سمجھنا ۞احکام کا ضبط کرنا ۞اور عمل کرنا آسان تھا۔

ایک مخفی حکمت:

لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے صرف ایک حکمت بیان کی ہے۔ وہ یہ کہ:

تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ (ﷺ) کا قلب مبارک نور قرآن سے منور ہوتا رہے۔ اس کے حقائق اور علوم سے آپ کی روح کو غذا اور دل کو تقویت حاصل ہو۔

تیز بارش کی مثال:

جاننے والے جانتے ہیں کہ یکایک برسنے والی تیز بارش کھیتی کو تباہ کر دیتی ہے۔ لیکن مناسب وقت تک بتدریج برس کر زمین کے سوتوں میں جذب ہونے والی بارش سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کو تسلی:

ان اعتراضات کے بعد رسول اکرم ﷺ کو تسلی دینے کے لیے حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت نوح' حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام کی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں اللہ کی قدرت و وحدانیت کے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ (۴۵۔۴۹)

عباد الرحمٰن کی صفات:

اس سورت کے آخر میں "عباد الرحمٰن" (رحمٰن کے مخصوص بندوں) کی تیرہ

صفات ذکر کی گئی ہیں:

❶ تواضع ❷ جاہلوں سے اعراض ❸ راتوں کو نماز و عبادت ❹ جہنم کے عذاب سے خوف ❺ خرچ کرنے میں اعتدال ❻ نہ فضول خرچی اور نہ ہی بخل ❼ شرک سے مکمل اجتناب ❽ قتل ناحق سے بچ کر رہنا ❾ زنا اور بدکاری سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا ❿ جھوٹی گواہی سے احتراز ⓫ گانے بجانے اور برائی کی مجالس سے پہلوتہی ⓬ اللہ کی کتاب سن کر متاثر ہونا اور اس سے فائدہ اٹھانا ⓭ اللہ تعالیٰ سے نیک بیوی بچوں کی دعا اور یہ دعا کہ ہمیں ہادی اور مہدی بنا دیا جائے۔ (۶۳۔۷۴)

عباد الرحمٰن میں شامل:

آیئے قارئین! اگلی سورت کے مطالعہ سے قبل ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرلیں کہ:

اے رحیم و کریم! تو محض اپنے فضل و کرم سے یہ تیرہ صفات ہمارے اندر پیدا فرما کر ہمیں بھی ''عباد الرحمٰن'' میں شامل فرمالے۔ آمین۔

[ترتیبی نمبر ۲۶] سورۃ الشعراء [نزولی نمبر ۴۷]

مکی سورت: سورۂ شعراء مکی ہے۔

آیات: اس میں ۲۲۷ آیات اور ۱۱ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ○ آیت نمبر ۲۲۴ سے ماخوذ ہے۔ (اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں)۔

سورت کی ابتداء:

سورت کی ابتداء حروف مقطعات میں سے ''طٰسٓمٓ'' کے ساتھ ہوئی ہے۔

عمومی اسلوب:

عمومی اسلوب کے مطابق اس کے فوراً بعد بندوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان جو کہ قرآن کی صورت میں ہے اس کا ذکر ہے۔

احساس ذمہ داری:

قرآن کے بارے میں ایک احساس ذمہ داری تو رسول اکرم ﷺ کا تھا۔ جو کہ اس کے علوم و معارف اور احکام بندوں تک پہنچانے میں اپنی جان کو ہلکان کیے ہوئے تھے اور آپ کے دل میں انسانیت کی ہدایت کا ایسا درد تھا۔ جو لگتا تھا کہ آپ (ﷺ) کی جان ہی لے لے گا۔ (۲۔۳)

مخالفین کا رویہ:

دوسرا رویہ مخالفین کا تھا۔ جن کے سامنے نصیحت اور ہدایت کی جو بھی بات آتی تھی۔ اس سے اعراض کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ (۵۔۶)

انبیاء کے قصے:

اس کے بعد اس سورت میں متعدد انبیائے کرام علیہم السلام کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔

❶ حضرت موسیٰ کا قصہ:

ان قصوں کی ابتداء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے ہوتی ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرما کر فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا۔ آپ حکم باری تعالیٰ کی تعمیل میں خدائی کے اس جھوٹے دعوے دار کے دربار میں پہنچے۔

فرعون اور آپ کے درمیان گفتگو:

اس موقع پر فرعون اور آپ کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ اس کی چند جھلکیاں اللہ تعالیٰ نے سورۂ شعراء میں ذکر فرمائی ہیں:

فرعون:

فرعون نے سب سے پہلے اپنے احسانات ذکر کیے کہ میں نے تمہاری تربیت کی تھی۔

حضرت موسیٰ:

آپ نے فرمایا تمہیں احسان جتلانے کا کیسے حق پہنچتا ہے جبکہ تم نے میری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔

فرعون:

اس نے قتل کا واقعہ یاد دلایا۔ جو اتفاقاً آپ کے ہاتھوں ہو گیا تھا۔

حضرت موسیٰ:

آپ نے جواب دیا کہ میں نے عمداً قتل نہیں کیا تھا بلکہ غلطی اور خطا سے مجھ سے یہ فعل سرزد ہو گیا تھا۔

فرعون:

فرعون نے تکبر اور استہزاء کے ساتھ سوال کیا:

''یہ رب العالمین کیا چیز ہے؟''

حضرت موسیٰ:

آپ نے فرمایا:

''رب العالمین'' وہ ہے۔ جس نے ارض وسما کو پیدا کیا ہے۔ ان دونوں میں اسی کا حکم چلتا ہے۔ تمہیں بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور تمہارے آباء کو بھی اسی نے پیدا کیا تھا۔

وہی مشرق سے سورج کو طلوع کرتا اور مغرب میں غروب کرتا ہے۔

فرعون:

فرعون اول بکواس بکتا رہا۔ لیکن آپ نے ''رب العالمین'' کی تعریف اور تعارف

تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔ پھر وہ دھمکیوں پر اتر آیا۔

حضرت موسیٰ:

آپ نے اسے معجزہ دکھانے کی پیشکش کی۔

معجزہ نمبر ۱:

اس کے کہنے پر آپ نے لاٹھی زمین پر ڈال دی جو کہ اژدھا بن گئی۔

معجزہ نمبر ۱:

ہاتھ کو کپڑے سے باہر نکالا تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگا۔ اس کی چمک سے فرعون اور درباریوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

اس معجزہ کو اس نے سحر پر محمول کیا۔

مصری جادوگر:

آپ کو نیچا دکھانے کے لیے مصر سے نامی گرامی ساحروں کو جمع کر لیا۔

جادوگروں کا مقابلہ:

مصریوں کے سالانہ جشن اور عید کے دن ایک بڑے میدان میں لاکھوں کے مجمع کے سامنے مقابلے کا آغاز ہوا۔

ساحروں کی ڈالی ہوئی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتے ہوئے سانپ محسوس ہونے لگے۔

حضرت موسیٰ کی لاٹھی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ سارے سانپوں کو ہڑپ کر گئی۔ میدان صاف ہو گیا۔

جادوگر ایمان لے آئے:

ساحر حقیقت سمجھ گئے۔ فوراً ''رب العالمین'' کے سامنے سجدے میں گر کر انہوں

نے ایمان قبول کرلیا اور

فرعون کی دھمکیاں:

فرعون کی مار دھاڑ کی دھمکیوں کے باوجود ایمان پر جمے رہے۔

بنی اسرائیل کا مصر سے فرار:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو رات کی تاریکی میں مصر سے لے کر نکل گئے۔

فرعون کا تعاقب:

صبح ہوئی تو فرعون نے لاکھوں کا لشکر لے کر تعاقب کیا۔ بالآخر دریا کے کنارے بنی اسرائیل کو جالیا۔

فرعون لشکر سمیت غرق:

دریا میں راستے بن گئے۔ جن سے گزر کر بنی اسرائیل نجات پاگئے اور فرعون لاؤ لشکر سمیت غرق ہوگیا۔

اس قصہ سے سبق:

اس قصہ سے سبق ملا کہ بالآخر اہل حق کامیاب ہوتے ہیں اور ظالموں کا مقدر ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ (۱۰-۶۸)

۲ حضرت ابراہیم کا قصہ:

دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان ہوا ہے۔

والد اور قوم بت پرست:

جن کے والد آزر اور قوم بتوں کی عبادت کرتی تھی۔ آپ نے ان کو بڑی حکمت کے ساتھ ایمان وتوحید کی دعوت دی۔

اللہ کی پانچ صفات:

اس پر پانچ دلائل اور اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان کیں:

① وہ میرا خالق وہادی ہے۔
② وہ رازق ہے۔
③ وہ بیماریوں سے شفا دیتا ہے۔
④ وہی موت دے گا۔ وہی زندہ کرے گا۔
⑤ وہ دنیا وآخرت میں گناہ معاف کرنے والا ہے۔

پانچ دعائیں:

ان پانچ صفات کے مقابلے میں پانچ دعائیں بھی کیں۔ جو کہ کمال ایمان اور صدق یقین کی نشاندہی کرتی ہیں۔

Ⅰ اے اللہ مجھے فہم وعلم عطا فرما۔
Ⅱ لوگوں میں میرا اچھا ذکر جاری فرما۔
Ⅲ مجھے جنت میں جگہ عنایت فرما۔
Ⅳ میرے والد کو معاف کردے۔
(یہ دعا اس وقت کی تھی جب کہ والد کا کفر پر اصرار آپ کے سامنے واضح نہیں ہوا تھا)
Ⅴ مجھے آخرت میں رسوا نہ فرمانا۔

اس قصہ سے سبق:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ انسان کو ہر حال میں اللہ ہی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ (۶۹۔۱۰۴)

③ حضرت نوح کا قصہ:

تیسرا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے۔ جنہوں نے اپنی قوم کو ساڑھے نوسو سال

ایمان کی دعوت دی۔

پوری قوم کو غرق کر دیا گیا:

لیکن انہوں نے حضرت نوح کی دعوت کو ٹھکرا دیا' رد کر دیا۔ چنانچہ ان سب کو غرق کر دیا گیا۔

اس قصہ سے سبق:

اس قصہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہدایت اسی کو ملتی ہے۔ جسے اللہ چاہے۔ (۱۰۵۔ ۱۲۲)

۴ حضرت ہود کا قصہ:

چوتھا قصہ حضرت ہود علیہ السلام کا ہے۔ یہ قوم عاد کے نبی تھے۔

دنیا کی ایک نمایاں قوم:

یہ لوگ جسمانی قوت' عمر کی طوالت اور خوشحالی کے اعتبار سے دنیا کی ایک نمایاں قوم تھے۔ انہوں نے بغیر ضرورت کے بڑے بڑے محلات تعمیر کر رکھے تھے۔

انہوں نے بھی ایمان کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ چنانچہ ان پر بھی اللہ کا عذاب آ کر رہا۔

اس قصہ سے نصیحت:

ان کے قصہ سے یہ نصیحت ملی کہ فضول خرچی' نمود و نمائش' بلاضرورت تعمیرات اور تکبر کا انجام کبھی بھی اچھا نہیں ہوتا۔ (۱۲۳۔ ۱۴۰)

۵ حضرت صالح کا قصہ:

پانچواں قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔

مادی وسائل کی فراوانی:

ان کی قوم کو مادی وسائل' رزق کی فراوانی اور امن و تحفظ حاصل تھا۔ سرسبز باغات

اور بارونق زمینوں میں آباد تھے۔

لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا شکر نہ کیا۔ چنانچہ ان کو زلزلہ کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا۔

اس قصہ سے سبق:

یہ ملتا ہے کہ ہر ناشکری قوم کا انجام یہی ہوتا ہے۔ (۱۴۱۔۱۵۹)

۶ حضرت لوط کا قصہ:

چھٹا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے۔

شہوت پرستی:

جن کی قوم فسق و فجور شہوت پرستی اور بدکاری میں حد سے بڑھ گئی تھی۔ وہ ایسا عمل کرتے تھے۔ جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ جس سے حیوان بھی نفرت کرتے ہیں۔

آسمان سے پتھروں کی بارش:

ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسی اور ان کا نام ونشان مٹ گیا۔

اللہ تعالیٰ دوسرے قصوں کی طرح اس قصہ کے آخر میں بھی فرماتے ہیں:

''بے شک اس میں نشانی ہے۔ ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔''

اس قصہ سے عبرت:

نشانی اور عبرت یہی ہے کہ نفسانی خواہشات کی تکمیل میں حد سے تجاوز کرنے والی قوم اور فرد کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ (۱۶۰۔۱۷۵)

۷ حضرت شعیب کا قصہ:

ساتواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے۔

قوم پر اللہ کی نعمتیں:

ان کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے مختلف نعمتیں عطا فرمائی تھیں:

① گھنے جنگلات تھے ② ثمر بار باغات ③ اور میٹھے پانی کے چشمے تھے۔

حقوق العباد:

لیکن یہ اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے مختلف معاصی میں سے ایک بڑی معصیت یہ تھی کہ وہ حقوق العباد کی ادائیگی میں ڈنڈی مارتے تھے۔

بادلوں سے آگ، زمین پر زلزلہ:

جب سمجھانے کے باوجود باز نہ آئے تو اللہ نے ان کو عذاب دینے کا فیصلہ کیا۔ کئی دن تک سخت گرمی رہی۔ پھر بادل چھا گئے۔ یہ لوگ ٹھنڈک کے حصول کے لیے بادل کے نیچے جمع ہو گئے۔

بادلوں سے آگ برسنے لگی۔ زمین پر زلزلہ طاری ہو گیا اور یہ دیکھتے ہی دیکھتے کوئلہ بن کر رہ گئے۔ (۱۷۶۔۱۹۱)

اس قصہ سے سبق:

قوم شعیب کا واقعہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ حقوق العباد غصب کرنا اللہ کے عذاب اور غضب کو دعوت دینے والا عمل ہے۔

سورت کی ابتداء:

جیسے اس سورت کی ابتداء قرآن عظیم کے ذکر سے ہوئی تھی۔

سورت کا اختتام:

اسی طرح اس کا اختتام بھی قرآن کریم کے حوالے سے مشرکین کے باطل اعتراضات کی تردید سے ہو رہا ہے۔ (۲۲۱۔۲۲۷)

[ترتیبی نمبر ۲۷] سورۃ النمل [نزولی نمبر ۴۸]

مکی سورت: سورۂ نمل مکی ہے۔

آیات: اس میں ۹۳ آیات اور ۷ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

نمل چیونٹی کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس سورت میں چیونٹی کا ذکر ہوا ہے۔ اس لیے اس کا نام نمل ہے۔ آیت نمبر: (۱۸)

سورۂ نمل کی خصوصیت:

سورۂ نمل کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ ان تینوں سورتوں میں سے ایک ہے۔ جو جس ترتیب سے نازل ہوئیں۔ اسی ترتیب سے قرآن کریم میں موجود ہیں۔ یعنی شعراء، نمل اور قصص۔

سورت کا آغاز:

- اس کا آغاز حروف مقطعات میں سے (طٰس) سے ہو رہا ہے۔
- حروف مقطعات والی دوسری سورتوں کی طرح اس کی ابتدا بھی قرآن کریم کی عظمت اور تعارف سے ہو رہی ہے۔

بتایا گیا ہے کہ یہ ان لوگوں کے لیے کتاب ہدایت ہے۔ جو اہل ایمان ہیں۔ (۱۔۳)

انبیاء کے قصص:

اس کے بعد حضرت موسیٰ، حضرت صالح اور حضرت لوط علیہم السلام کے قصے اجمالی طور پر۔

اور حضرت داؤد اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ قدرے تفصیل سے

بیان ہوا ہے۔

① حضرت سلیمان:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ نے انسانوں، جنوں اور پرندوں کو مسخر کیا تھا اور وہ پرندوں کی زبان بھی جانتے تھے۔ ان کے جو حالات اللہ نے ذکر فرمائے ہیں۔ ان کی چند جھلکیاں درج ذیل ہیں:

چیونٹیوں کی وادی:

ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام کا گزر اپنے لشکر کے ساتھ چیونٹیوں کی وادی کے پاس ہوا تو انہوں نے سنا کہ:

> ''ایک چیونٹی دوسری چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی کہ جلدی سے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ! کہیں (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں روند نہ ڈالے۔''

آپ نے اس کا کلام سن لیا۔ آپ مسکرائے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ تو نے مجھے بہت سی نعمتیں عطا کی ہیں۔ جن میں سے ایک نعمت پرندوں اور حیوانوں کی بولی بھی سمجھنا ہے۔ (۱۸ تا ۱۹)

ہدہد:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں مستقل حاضر باش پرندوں میں سے ایک پرندہ ہدہد بھی تھا۔

اس نے ایک دن آپ کو ملکہ سبا اور اس کی قوم کے بارے میں اطلاع دی کہ وہ سورج کی عبادت کرتے ہیں۔

ملکہ سبا:

آپ نے خط بھیج کر ملکہ سبا کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کے لیے کہا۔ ملکہ سبا کو اپنے مادی اسباب پر بڑا ناز تھا۔ لیکن جب اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے محلات اور

ان کا جدید ترین ساز وسامان دیکھا تو اسے اپنی قوت و طاقت ہیچ محسوس ہوئی۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کرلیا۔ (۲۰۔۴۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اختصار کے ساتھ حضرت صالح اور حضرت لوط علیہما السلام کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

۲ حضرت صالح:

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو ایمان کی دعوت دی تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ یعنی مومن اور کافر۔

کافروں کے نو سردار:

کافروں میں نو لیڈر قسم کے سردار تھے۔ جنہوں نے آپس میں قسمیں کھا کر یہ طے کیا تھا کہ ہم رات کو اچانک حملہ کرکے اللہ کے نبی کو قتل کردیں گے۔ لیکن اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے ہی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی لپیٹ میں آگئے اور ان کا نام لینے والا بھی کوئی باقی نہ رہا۔ (۴۵۔۵۳)

۳ حضرت لوط:

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی آنکھوں کے سامنے ایسا اندھیرا چھایا اور ان کے دل ایسے تاریک ہوگئے۔

بدترین بدکاری:

کہ وہ دنیا کی بدترین بدکاری کو اچھا سمجھنے لگے اور ان کی نظر میں وہ شخص مجرم ٹھہرتا جو اس برائی سے انہیں منع کرتا اور جو سر سے پاؤں تک اس گناہ کی نجاست میں غرق ہوتا۔ اسے وہ سمجھ دار خیال کرتے۔

دقیانوسی:

بالکل وہی صورت تھی۔ جو آج کل ہمیں درپیش ہے۔ نیکی کی راہ پر چلنے والوں کو

دقیانوس اور نامعلوم کیا کچھ کہا جاتا ہے۔

روشن خیال:

جبکہ برائی کا ساتھ دینے والوں کو ترقی پسند اور روشن خیال سمجھا جاتا ہے۔

پتھروں کی بارش:

جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو ان کی بستیوں کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش بھی شروع ہوگئی۔ یوں وہ دنیا بھر کے لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بن گئے۔ (۵۴۔۵۹)

فہرست پارہ ۲۰

پارہ ۲۰

دلائل اور براھین:

بیسویں پارہ کی ابتداء میں قدرت اور وحدانیت کے پانچ دلائل اور براہین ذکر کیے گئے ہیں اور پانچوں استفہامیہ انداز میں مذکور ہیں۔

۱ برہان اول:

کیا وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور آسمان سے بارش برسا کر خوبصورت اور تروتازہ باغات لہلہائے ہیں۔ وہ بہتر ہے یا جنہیں یہ شریک ٹھہراتے ہیں وہ بہتر ہیں؟ (۶۰)

۲ برہان ثانی:

وہ محسن حقیقی جس نے انسان کے لیے زمین کو باعث قرار بنایا ہے۔ اس کے سینے میں نہریں جاری کی ہیں۔ اس کی پشت پر بھاری پہاڑ رکھ دیے ہیں اور میٹھے اور کھاری پانی کو خلط ملط ہونے سے بچانے کے لیے ان کے درمیان رکاوٹیں کھڑی کردی ہیں۔
کیا اس محسن اور قادر ذات کو بتوں کی مثل ٹھہرانا کسی صورت بھی قرین انصاف ہے؟ (۶۱)

۳ برہان ثالث:

مجبوری' مظلومیت' بیماری اور تکلیف کے وقت کسے پکارا جاتا ہے؟
رب العالمین کو یا بے جان اصنام کو؟ (۶۲)

۴ برہان رابع:

بروبحر کی تاریکیوں میں راستہ کون دکھاتا ہے؟ بارش برسنے سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں کون چلاتا ہے؟

رب کریم یا ہاتھوں سے گھڑی ہوئی مورتیاں؟ (۶۳)

۵ برہان خامس:

انسان کو ابتداء میں کس نے پیدا کیا تھا؟ اور دوبارہ کون پیدا کرے گا؟

رب العالمین کے سوا کون ہے جس کا نام تم پیش کرسکو؟ (۶۴)

کائناتی مناظر سے دلائل:

قرآن کا عمومی اسلوب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت پر کائناتی مناظر اور نفس انسانی کے حقائق سے استدلال کرتا ہے۔ یوں وہ پوری کائنات کو بحث و مناظرہ کا میدان بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ مخالف بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جو یہ سارے کام کر سکے۔ (۶۰۔۶۴)

دوسری زندگی کا مسئلہ:

عقیدۂ توحید کے بعد دوسرا بنیادی مسئلہ جو مشرکین کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ وہ دوسری زندگی کا مسئلہ تھا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہم اور ہمارے آباء مٹی ہو جائیں گے تو ہمیں دوبارہ پیدا کر دیا جائے گا۔ (۶۷)

اعتراض کا جواب:

ان کے لچر اور کھوکھلے اعتراض کے جواب میں اللہ جل شانہ نے اپنے نبی (ﷺ) کو تسلی بھی دی اور مشرکین کو وعید بھی سنائی کہ جو کچھ پہلے مجرمون کے ساتھ ہوا، وہ تمہارے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔ زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ اس کے بعد قیامت کے بعض مناظر بیان کیے گئے ہیں۔ (۸۳)

حضرت اسرافیل کا صور پھونکنا:

اور بتایا گیا ہے کہ یہ جہان بس اس وقت تک باقی ہے جب تک صور نہیں پھونک دیا جاتا۔

۱ پہلی بار:

حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی بار صور پھونکیں گے تو ارض وسما کی ساری مخلوق پر خوف اور ہیبت طاری ہو جائے گی۔

۲ دوسری بار:

دوسری بار صور پھونکیں گے تو کائنات کی ہر چیز کو موت آ جائے گی۔

۳ تیسری بار:

جب تیسری بار صور پھونکیں گے تو سب قبروں سے زندہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

سورت کی ابتدا:

جیسے اس سورت کی ابتداء عظمت قرآن کے بیان سے ہوئی تھی۔

سورت کا اختتام:

یونہی اس کے اختتام پر بتایا جارہا ہے کہ انسان کی سعادت یہ ہے کہ وہ اس کتاب مقدس کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھام لے۔

[ترتیبی نمبر ۲۸] سورۃ القصص [نزولی نمبر ۴۹]

مکی سورت: سورۂ قصص مکی ہے۔

آیات: اس میں ۸۸ آیات اور ۹ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس میں تین نامور شخصیات کا تذکرہ ہے۔ یعنی ① حضرت موسیٰ ② فرعون ③ قارون۔ (۳ تا ۴۲، ۷۶ تا ۸۲)

ان تینوں قصوں کی مناسبت سے سورۃ کا نام سورۂ قصص رکھ دیا گیا۔

اس سورت کا زیادہ تر حصہ فرعون کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو معاملہ پیش آیا۔اس کے بیان پر مشتمل ہے۔

حروف مقطعات سے ابتداء:

اس سورت کی ابتداء حروف مقطعات میں سے ''طسم'' کے ساتھ ہوئی ہے۔

اوران حروف کے متصل بعد قرآن کریم کی حقانیت کا بیان ہے۔

① حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ:

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا آغاز ہوتا ہے۔سورۂ قصص بتاتی ہے:

① کہ فرعون مصر میں بڑا بن بیٹھا تھا۔

② تکبر اور جور و جفا میں حد سے آگے بڑھ گیا تھا۔

③ اس نے آج کے سامراج اور استعمار کی طرح مصر والوں کو مختلف گروہوں اور طبقات میں تقسیم کر رکھا تھا۔تاکہ اس کے اقتدار کو عوام کی منظم اجتماعی طاقت سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

④ بنی اسرائیل جو مصر کی بہت بڑی اقلیت بن چکے تھے۔اس کے ظلم وستم کا خصوصی ہدف تھے۔

اللہ کا ارادہ:

پھر اللہ نے کمزوروں کو اٹھانے اور زیردستوں کو بالادست کرنے کا ارادہ کرلیا۔

① انہی حالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

② آپ کی والدہ پریشان ہوگئیں۔کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ فرعون کے کارندوں کو اگر خبر ہوگئی تو وہ نومولود کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

③ حکیم وخبیر رب نے ان کی رہنمائی کی۔انہوں نے صندوق بنایا۔اس میں اپنے لخت جگر کو لٹا کر نیل کی لہروں کے حوالے کر دیا۔

④ پانی کے دوش پر تیرتے ہوئے صندوق کو فرعون کی خادماؤں میں سے ایک نے

اٹھا کر اس کی اہلیہ حضرت آسیہ (رضی اللہ عنہا) کی گود میں لا ڈالا۔

☒ فرعون اس معصوم بچے کو بھی ذبح کرنا چاہتا تھا۔ لیکن رب العالمین کا فیصلہ کچھ اور تھا اور یقیناً ہوتا وہی ہے جو رب کا فیصلہ ہوتا ہے۔ انسان کی تدبیریں' سازشیں' منصوبے اور پروگرام دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

☒ آسیہ (رضی اللہ عنہا) نے کچھ اس انداز سے بات کی کہ اس شخص کا دل بھی پسیج گیا جس کے سینے میں لگتا تھا کہ دل نہیں پتھر کا ٹکڑا ہے۔

☒ ادھر فرطِ غم کی وجہ سے بچے کی والدہ کا یہ حال ہوگیا کہ کسی پل سکون وقرار نہیں۔ تصور ہی تصور میں صندوق کو فرعونیوں کے ہاتھ لگتے اور بچے کے گلے سے خون کا فوارہ پھوٹتے دیکھتی ہیں۔

یہ سوچنا تمہارا نہیں ہمارا کام ہے:

لیکن رحیم وکریم اللہ نے اس کے اڑتے ہوئے دل کو قرار عطا فرمایا اور وعدہ کیا کہ بچے کو تمہاری ہی گود میں واپس لوٹا دیا جائے گا۔

یہ معجزہ کیسے ظاہر ہوگا؟ یہ ناممکن کیسے ممکن بنے گا؟ یہ سوچنا تمہارا نہیں ہمارا کام ہے۔

☒ بھوکے بچے کو کئی دایوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی لیکن وہ کسی کا بھی دودھ پینے پر راضی نہ ہوا۔

☒ آپ کی بہن اجنبی بن کر یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ اسی کے مشورہ پر بے قرار ماں کو بلایا گیا۔

☒ اور بطور دایہ کے بچے کو اسی کی گود میں ڈال دیا گیا۔ جو گود اس کے لیے تڑپ رہی تھی۔

☒ فرعون نے اپنے خیال میں ایسا انتظام کیا تھا کہ کوئی اسرائیلی بچہ اپنی ماں کا دودھ بھی نہ پی سکے۔ اس سے پہلے ہی اسے تہ تیغ کردیا جائے۔

اللہ کا فیصلہ:

اور اللہ کا فیصلہ یہ تھا کہ وہ بچہ جسے اپنے وقت کے سب سے بڑے ظالم اقتدار کے لیے خطرہ بنتا تھا۔ اس کی پرورش اسی اقتدار کے زیر سایہ اور صاحب اقتدار کے نان نفقہ سے ہو۔

قبطی کا خون:

پھر وہی ہو کر رہا جو سچے رب کا فیصلہ تھا۔ خدائی کے جھوٹے دعوے دار کی ہر تدبیر ناکام ہو کر رہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جوانی کی حدود میں قدم رکھا تو آپ کے ہاتھوں قبطی کا خون ہو گیا۔

مصر سے مدین:

ایک مرد وفا کے مشورہ پر آپ مصر سے نکل گئے اور مدین کی راہ لی۔

یہاں نہ جان نہ پہچان' نہ ٹھکانہ نہ ذریعہ معاش' دعا کے لیے اسی کے سامنے ہاتھ اٹھا دیے جس نے زہریلے سانپ اور آدم خور بھیڑیے کے ہاتھوں پرورش کروائی تھی۔

تیری عطا کا فقیر اور محتاج:

کہا تو بس یہ کہ:

''یا رب! میں تیری عطا کا فقیر اور محتاج ہوں۔''

آپ کی یہ دعا دریا بہ کوزہ کی مثال تھی۔ اس میں وہ سب کچھ آ گیا۔ جس کا انسان محتاج ہو سکتا ہے اور انسان کس چیز کا محتاج نہیں؟

① اگر روٹی کا محتاج ہے تو بھوک کا بھی تو محتاج ہے۔

② سائے کا محتاج ہے تو دھوپ کا بھی محتاج ہے۔

③ بیداری کا محتاج ہے تو نیند کا بھی محتاج ہے۔

دو باحیا اور پردہ دار بچیاں:

ایک درخت کے سائے تلے بیٹھے تھے کہ دو باحیا اور پردہ دار بچیاں بکریوں کو

ہنکاتے ہوئے آ گئیں۔ان کی بکریوں کو ازراہ احسان کنوئیں سے پانی کھینچ کر پلا دیا۔

حضرت شعیب کے پاس:

بچیاں سمجھ دار تھیں۔ اپنے والد حضرت شعیب علیہ السلام کے سامنے جا کر اس اجنبی مسافر کی قوت و طاقت اور امانت و دیانت کی تعریف کی۔انہی میں سے ایک بچی کے ذریعہ بلائے گئے۔

① نہ صرف باعزت و راحت ٹھکانہ میسر آ گیا۔

② بلکہ چند شرائط کے تحت رشتہ کی بھی پیشکش ہو گئی۔

مصر واپسی اور نبوت:

شادی کے بعد اہلیہ کو ساتھ لیے مصر واپس جا رہے تھے کہ ٹھٹھرتے ہوئے جنگل میں آگ بھڑکتے ہوئے دیکھی۔ آگ لینے کے لیے آگے بڑھے تو نبوت سے نواز دیے گئے۔

عصا اور ید بیضا کا معجزہ:

نبوت عطا کرنے والے نے عصا اور ید بیضا کا معجزہ دے کر اسی کے سامنے کلمہ حق کہنے کا حکم دیا۔ جس نے اللہ کی زمین اللہ کے بندوں پر تنگ کر رکھی تھی اور جو اپنے سوا کسی کو بڑا ماننے کے لیے تیار نہ تھا۔

طوفانی موجوں کے حوالے:

کلمہ حق کہہ دیا گیا۔ فرعون نے نہ ماننا تھا نہ مانا۔ اللہ نے اسے اٹھایا اور فوج کے پروں سمیت مادی ترقی کے اس سلوگن کو دریا کی طوفانی موجوں کے حوالے کر دیا......

رہے نام اللہ کا!

نمایاں کردار:

یہ قصہ جس کے نمایاں کردار تین ہیں:

①حضرت موسیٰ علیہ السلام ②بنی اسرائیل اور ③اور فرعون۔ جس کا کچھ حصہ یہاں اور بقیہ جزئیات پورے قرآن میں مذکور ہیں۔

اس قصہ سے بصیرتیں اور عبرتیں:

اس قصہ سے مجموعی طور پر جو بصیرتیں اور عبرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ وہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ نے ''قصص القرآن'' میں ذکر فرمائی ہیں۔ ہم ان کا خلاصہ اپنے الفاظ میں افادۂ عام کے لیے تحریر کیے دیتے ہیں:

۱. اگر انسان مصائب و آلام پر صبر کرے تو دنیا اور آخرت میں اس کے اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔
۲. جو شخص اپنے معاملات میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات ضرور آسان کر دیتا ہے۔
۳. جس کا معاملہ حق کے ساتھ عشق تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے لیے باطل کی بڑی سے بڑی طاقت بھی ہیچ ہو کر رہ جاتی ہے۔
۴. اگر کوئی بندہ حق کا پرچم لے کر پوری استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جائے تو دشمنوں ہی کے گروہ سے اس کے حمایتی پیدا کر دیے جاتے ہیں۔
۵. جس کے دل میں ایمان پیوست ہو جائے۔ وہ ایمان کی خاطر سب کچھ یہاں تک کہ نقد جان بھی لٹانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔
۶. غلامی کا سب سے بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہمت اور عزم کی روح سے انسان محروم ہو جاتا ہے۔
(اسی لیے بنی اسرائیل نے ارض مقدس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا)۔
۷. وراثت زمین اسی قوم کا حق ہے۔ جو میدان جدوجہد میں ثابت قدم رہتی ہے۔
۸. باطل کی طاقت کتنی ہی زبردست کیوں نہ ہو۔ بالآخر اس کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

۹ اللہ کی عادت یہ ہے کہ جن قوموں کو ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ایک دن آتا ہے کہ اللہ انہیں کو زمین کا وارث بنا دیتا ہے۔

۱۰ جو شخص یا جماعت جان بوجھ کر قبول حق سے سرکشی کرے۔ اللہ اس سے قبول حق کی استعداد چھین لیتا ہے۔
(فرعون اور اس کے حواریوں کے ساتھ یہی ہوا)۔

۱۱ یہ بہت بڑی گمراہی ہے کہ انسان کو حق کی اتباع کی بدولت کامیابی حاصل ہو جائے تو وہ خود ہی حق سے روگردانی شروع کر دے۔
(بنی اسرائیل نے یہی کچھ کیا)

۱۲ ایک بہت بڑی ضلالت یہ ہے کہ انسان حق کی اتباع کی بجائے حق کو اپنی خواہشات کے تابع کرنا شروع کر دے۔
(یوم السبت میں شکار کی ممانعت کے باوجود اسرائیلی حیلہ بازی کرتے رہے)۔

۱۳ کوئی حق کو قبول کرے یا نہ کرے۔ داعی کا فرض ہے کہ وہ فریضہ دعوت ادا کرتا رہے۔
(بعض اہل حق سبت کی بے حرمتی سے آخر وقت تک منع کرتے رہے)۔

۱۴ ظالم حکمران قوم کی بدعملیوں کے نتیجے میں اس پر مسلط کیے جاتے ہیں۔

۱۵ اپنی قوم کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

مختلف آیات میں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور فرعون کا انجام بیان کرنے کے بعد:

- مختلف آیات میں اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے۔ (۴۷)
- اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کی تعریف کی گئی ہے۔ (۵۲-۵۵)
- مشرکین کی جہالتوں اور حماقتوں کا ذکر ہے۔ (۵۷)
- دنیائے فانی کے مال و متاع سے دھوکہ کھانے سے بچنے کی تلقین ہے۔ (۶۰-۶۱)

- قیامت کے مناظر میں سے بعض مناظر کی منظر کشی ہے۔ (۶۲۔۶۶)
- اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اختیار کا بیان ہے۔ (۶۸)

دنیا کا سب سے بڑا سرمایہ دار:

ان مضامین کے بعد فرعون جیسے ایک دوسرے متکبر اور سرکش انسان کا تذکرہ ہے۔ اس کا نام قارون تھا۔

خاندانی اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قرابت دار تھا۔ اکثر علماء نے اسے آپ کا چچا زاد قرار دیا ہے۔ اپنے وقت کا ہی نہیں شاید آج کے بین الاقوامی سرمایہ داروں میں سے بھی سب سے بڑا سرمایہ دار۔ اس کے خزانے نہیں خزانوں کی چابیاں اٹھانے کے لیے طاقتور مردوں کی ایک بڑی جماعت کی ضرورت پیش آتی تھی۔ دولت کی بہتات نے اسے خودسر اور مغرور بنا دیا تھا۔

مال و دولت پر مت اتراؤ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے سمجھایا کہ مال و دولت پر مت اتراؤ۔ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ نے جو کچھ دیا ہے۔ اسے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے خرچ کرو۔ جیسے اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے۔ اسی طرح تم بھی اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان کرو۔ نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ ہی روپیہ پیسہ ناجائز مصارف میں خرچ کرو۔

مال میری دانش کے زور پر ملا:

لیکن یہ ساری فہمائش اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی اور اس نے وہی جواب دیا۔ جو ہر احمق مغرور سرمایہ دار دیا کرتا ہے۔ اس نے کہا:

"مجھے یہ مال میری دانش کے زور پر ملا ہے"۔ (۷۸)

عذاب الٰہی کی زندہ گرفت:

حب دنیا میں ڈوبے ہوئے لوگ جب قارون کی شان و شوکت دیکھتے تھے تو ان

کے منہ میں پانی آ جاتا تھا اور وہ اسی جیسا بننے کی تمنا کرتے تھے۔

لیکن پھر یوں ہوا کہ اللہ نے اسے اس کے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ عذاب الٰہی کی اس زندہ گرفت نے دنیا پرستوں کی آنکھیں کھول دیں اور انہوں نے اعتراف کیا کہ:

''اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔''

قرآن کی ایک نصیحت:

قارون کے واقعہ کے اختتام پر قرآن ایک ایسی نصیحت کرتا ہے۔ جو ہر مسلمان کو اپنے پلے باندھ لینی چاہیے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو ملک میں بڑا بننے اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام تو پرہیز گاروں ہی کا ہے۔'' (۸۳)

بڑا بننے کی بیماری:

آج بڑا بننے کی بیماری عوام میں نہیں بلکہ خواص میں بھی عام ہو چکی ہے۔ جو لوگ اس بیماری میں مبتلا ہیں۔ انہیں یہ آیت ہر وقت سامنے رکھنی چاہیے۔

بادشاہ اور سرمایہ دار کا عبرت ناک انجام:

اس سورت کی آخری آیت میں ہے کہ:

''اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔''

فرعون جیسے بادشاہ اور قارون جیسے سرمایہ دار کا عبرت ناک انجام اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ:

''اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔''

[ترتیبی نمبر ۲۹] سورۃ العنکبوت [نزولی نمبر ۸۵]

مکی سورت: سورۂ عنکبوت مکی ہے۔

آیات: اس میں ۶۹ آیات اور ۷ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۴۱ میں مکڑی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ عنکبوت کہا جاتا ہے۔

سورت کا موضوع:

اس سورت کا موضوع ''سنت ابتلاء'' ہے۔

سنت ابتلاء:

یعنی اس زندگی میں ابتلائیں اور آزمائشیں ضرور آتی ہیں۔ مکی زندگی میں مسلمانوں کو طرح طرح کے مظالم اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ جب جور و جفا کے بادل پیہم برس کر بھی نہ تھمتے تو بتقضائے بشریت بعض لوگ گھبرا اٹھتے تھے۔

اللہ کی پرانی سنت اور دستور:

انہیں سمجھانے کے لیے فرمایا گیا کہ ایمان والوں کو آزمانا اللہ تعالیٰ کی پرانی سنت اور دستور ہے۔ تاکہ سچے اور جھوٹے' مومن اور منافق میں امتیاز ہوجائے۔ صاحب ایمان بڑے بڑے حوادث کے سامنے استقامت دکھاتا ہے۔ جبکہ زبانی کلامی ایمان کے دعوے کرنے والوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور ان میں سے بعض دینوی تکلیفوں سے بچنے کے لیے مرتد ہوجاتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے جب انہیں

اللہ کی راہ میں کوئی ایذا پہنچتی ہے تو لوگوں کی ایذا کو یوں سمجھتے ہیں۔ جیسے اللہ کا عذاب۔

اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے مدد پہنچے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔ کیا اللہ نہیں جانتا جو کچھ اہل عالم کے سینوں میں ہے۔'' (۱۰)

انجام کار اہل حق غالب:

ایمان والوں میں سے سب سے زیادہ اور سخت آزمائشیں اللہ کے نبیوں پر آئیں۔ اس لیے اس سورت میں حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کے قصے اجمالی طور پر ذکر کیے گئے ہیں۔ تاکہ ایمان والے جان لیں کہ اہل حق پر ابتلائیں تو آتی ہیں۔ لیکن یہ ابتلائیں دائمی نہیں ہوتیں۔ انجام کار اہل حق کو غلبہ نصیب ہوتا ہے اور ان کے مخالفین کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

مشرکین کے بت مکڑی کا جالا:

سورت کے اختتام پر مشرکین کے بتوں کو ''عنکبوت'' (مکڑی) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

جیسا کہ اس کا جالا ازحد کمزور ہوتا ہے۔ نہ سردی سے بچا سکتا ہے۔ نہ گرمی سے اور نہ ہی تیز ہواؤں کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ یونہی مشرکوں کے بت کمزور ہیں نہ انہیں نقصان سے بچا سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

❁......❁......❁

فہرست پارہ ۲۱

پارہ ۲۱

سورۂ عنکبوت کا جو حصہ اکیسویں پارہ میں ہے۔ اس کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

۱ تلاوت اور نماز کی پابندی کا حکم:

اکیسویں پارہ کی پہلی آیت جو کہ حقیقت میں عنکبوت کی آیت ۴۵ ہے۔ اس میں کتاب اللہ کی تلاوت اور نماز کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔

نماز کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ یہ بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ (۴۵)

شرائط و آداب کا لحاظ:

حقیقت وہی ہے جو حکیم و خبیر ذات نے بیان فرمائی ہے۔ جب شرائط و آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز ادا کی جاتی ہے تو اس کے ثمرات و نتائج ضرور حاصل ہوتے ہیں پھر وہ نمازی اور معاصی کے درمیان رکاوٹ بن جاتی ہے۔

نماز میں تین صفات:

امام ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز میں تین صفات پائی جاتی ہیں۔

① اخلاص ② خشیت اور ③ ذکر اللہ۔

۱ اخلاص:

اخلاص نمازی کو نیکی پر آمادہ کرتا ہے۔

۲ خشیت:

خشیت اسے برائیوں سے روکتی ہے۔

۳ ذکر اللہ:

اور ذکر اللہ جو کہ قرآن ہے۔ وہ اسے نیکی کا حکم بھی دیتا ہے اور منکرات سے

روکنا بھی ہے۔

حقیقت میں نماز ہی نہیں:

جس نماز کے اندر ان تینوں میں سے کوئی صفت بھی نہ پائی جائے۔ وہ حقیقت میں نماز ہی نہیں۔

اپنی نمازوں کا جائزہ:

کوئی حرج نہیں اگر ہم کچھ دیر کے لیے رک کر اپنی نمازوں کا جائزہ لے لیں۔ اس جائزہ سے ہمارے لیے یہ سمجھنا آسان ہوجائے گا کہ ہماری نمازیں بے جان کیوں ہیں اور مسجدیں نمازیوں سے بھری ہونے کے باوجود گھروں اور بازاروں میں گناہوں کا سیلاب کیوں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

نماز مسجد تک محدود:

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں۔ جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں' ظلم اور لوٹ کھسوٹ کا بازار بھی گرم رکھتے ہیں۔ بے پردگی' بدنظری اور فحاشی میں بھی ملوث ہیں۔ ان کی گھر' بازار اور دکان کی زندگی دیکھ کر پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ نمازی ہیں۔ اصل میں وہ نماز اور اس کے اثرات کو مسجد تک محدود رکھتے ہیں۔

اپنی زندگی کو نماز سے الگ تھلگ:

اور اپنی انفرادی' معاشرتی' اجتماعی' تجارتی' سیاسی اور اخلاقی زندگی کو نماز سے بالکل الگ تھلگ رکھتے ہیں۔

٢ حضور ﷺ کی صداقت کی علامات:

حضور اکرم ﷺ کی صداقت کی علامات میں سے ایک واضح علامت یہ ذکر کی گئی ہے کہ آپ (ﷺ) اُمی ہیں۔

نہ پڑھنا جانتے ہیں اور نہ لکھنا جانتے ہیں۔ اگر لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو باطل پرست شک کرتے کہ شاید آپ (ﷺ) نے پہلی کتابوں سے یہ علوم حاصل کر لیے ہیں۔

صداقت کی اس واضح اور زندہ دلیل کے باوجود منکرین اعتراض کرتے تھے کہ ہم جن معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ آپ (ﷺ) کے ہاتھوں کیوں نہیں ظاہر ہوتے۔

اللہ کا جواب:

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ:

کیا قرآن کا معجزہ ان کے لیے کافی نہیں ہے؟ جس کی نظیر پیش کرنے سے ان کے فصحاء اور بلغاء عاجز آ گئے ہیں۔ (۵۱)

ان کی جہالت کا حال:

قرآن تو معجزوں کا معجزہ ہے۔ اس کی موجودگی میں کسی دوسرے معجزہ کا مطالبہ عناد اور جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ ان کی جہالت کا تو یہ حال ہے کہ بسا اوقات وہ خود عذاب کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں۔ (۵۳۔۵۴)

قرآن کے سائنسی انکشافات:

قرآن کل کا بھی معجزہ تھا۔ آج بھی معجزہ ہے۔ لیکن قرآن نے جو علمی اور سائنسی انکشافات کیے تھے۔ عرب کے بدو اور عجم کے دانشور ان کے سمجھنے سے قاصر تھے۔ مگر آج کا انسان انہیں آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

قرآن کی اعجازی شان:

اس لیے ناچیز کی رائے یہ ہے کہ انسانی معلومات اور تحقیقات میں جوں جوں اضافہ ہوتا جائے گا۔ قرآن کریم کی اعجازی شان اتنی ہی نمایاں ہوتی جائے گی۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کا معجزہ ہونا کل کے مقابلے میں آج زیادہ واضح

ہے اور آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

ہوسکتا ہے کل کے عربوں کو تو قرآن کا معجزہ ہونا آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہو۔ مگر عجمیوں کو کچھ مشکل پیش آتی ہو۔ مگر اشاعت علم کے اس دور میں کیا عرب اور کیا عجم، کیا ہندی اور کیا یورپی ہر شخص اس کے اعجاز کا اعتراف کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ وہ اسے پڑھے اور اس میں غور وتدبر کرے۔

ہجرت میں فقر سے ڈر:

معاندین کا حال بیان کرنے کے بعد متقین کا تذکرہ کیا گیا ہے اور انہیں رب العزت نے ہجرت اور دین کی راہ میں آنے والے مصائب پر صبر کی تلقین کی ہے۔ (۵۶۔۵۹)

جو لوگ ترک وطن کرتے ہیں۔ انہیں معاشی ضروریات کی فکر یقیناً لاحق ہوتی ہے کہ پردیس میں گھر کا چولہا کیسے جلے گا۔ اس لیے تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا:

کہ جو اللہ کمزور جانوروں کو رزق دیتا ہے۔ وہی تمہیں بھی دے گا۔ اس لیے ہجرت کی صورت میں تمہیں فقر سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

آخری آیت میں پوری سورت کا خلاصہ:

کہا جاسکتا ہے کہ اس سورت کی آخری آیت میں پوری سورت کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے بیان کردیا ہے:

"جو لوگ ہمارے لیے مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم انہیں ضرور اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور بے شک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔"

جو لوگ اللہ کو راضی کرنے کے لیے اپنے نفس و شیطان اور دشمنان دین کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں سعادت کی راہ تک پہنچنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔

[ترتیبی نمبر۳۰] سورۃ الروم [نزولی نمبر۸۴]

مکی سورت: سورہ روم مکی ہے۔

آیات: اس میں ۶۰ آیات اور ۶ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر۳ میں رومیوں کے غالب ہونے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے اس سورت کا نام سورۂ روم رکھ دیا گیا۔

قرآن کی ایک پیشین گوئی:

قرآن کریم کے وجوہ اعجاز میں سے ایک اہم وجہ اس کی پیشین گوئیاں بھی ہیں اور اس سورت کے شروع میں ایک پیشین گوئی ہی مذکور ہے۔ جو بعد میں حرف بحرف سچی ثابت ہوئی۔ یہ پیشین گوئی رومیوں کے غالب آنے کے بارے میں تھی۔

پیشین گوئی کا پورا ہو جانا:

اس پیشین گوئی کا پورا ہو جانا انتہائی غیر معمولی اور غیر عادی واقعہ تھا۔ کیونکہ جس وقت قرآن نے یہ خبر دی تھی۔ اس وقت ایرانی رومیوں پر پوری طرح چھائے ہوئے تھے۔ رومی مقبوضات اور نو آبادیاں یکے بعد دیگرے ایرانیوں کے ہاتھ آتے جا رہے تھے اور اس وقت رومی سلطنت زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی۔ سرحدی حالات کے علاوہ اندرونی حالات بھی انتہائی ابتر تھے۔ پورے یورپ میں غدر مچا ہوا تھا۔ رومیوں کا بادشاہ ہرقل زوال کی تیز آندھیوں کے سامنے بے بس ہو کر ہر ذلت اور پسپائی سے سمجھوتہ کر چکا تھا۔

نو سال کے اندر رومی ایرانیوں پر غالب:

(۱) چونکہ ایرانی مشرک اور آتش پرست جبکہ رومی خدا پرست تھے۔ اس لیے

مشرکین مکہ اپنے ہم مذہبوں کے غلبہ کی خبریں سن کر خوشی سے بغلیں بجاتے تھے۔

- ان مخدوش حالات میں قرآن نے پیش گوئی کی کہ نو سال کے اندر رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے۔ یقیناً مشرکین نے قرآن کے اس اعلان اور اطلاع کا خوب مذاق اڑایا ہوگا۔
- لیکن ٹھیک نو سال کے اندر قرآن مجید کی یہ عظیم الشان پیش گوئی پوری ہو کر رہی۔ رومیوں نے ایرانیوں کے جاہ و جلال کو اپنے پیروں تلے روند ڈالا اور سلطنت ایران کے قلب میں رومی جھنڈا نصب کر دیا۔

مذکورہ پیش گوئی کے علاوہ جو اہم مضامین سورۂ روم میں بیان ہوئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

❶ حزب الرحمٰن، حزب الشیطان:

سورۂ روم اس معرکہ کی حقیقت بتاتی ہے جو حزب الرحمٰن (رحمٰن کی جماعت) اور حزب الشیطان (شیطان کی جماعت) کے درمیان قدیم زمانہ سے جاری ہے۔

کفر و ایمان اور حق و باطل کے درمیان یہ معرکہ اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک کہ فیصلہ کا دن نہیں آ جاتا۔ اس دن نہ صرف یہ کہ معرکہ ختم ہو جائے گا۔ بلکہ دونوں جماعتوں کو بھی الگ الگ ٹھکانوں پر پہنچا دیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”جس دن قیامت برپا ہوگی۔ وہ الگ الگ فرقے ہو جائیں گے۔“

① اہل ایمان کو جنت میں جگہ دی جائے گی۔

② اور کافر کو عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔

❷ اللہ کے وجود اور عظمت و جلال کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں اپنے وجود اور عظمت و جلال کے سات دلائل ذکر فرمائے ہیں:

① اللہ تعالیٰ ایک چیز کو اس کی ضد سے پیدا کرتا ہے۔
زندہ اور مردہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن وہ اپنی قدرت کاملہ سے نطفہ سے زندہ انسان' انڈے سے بچہ' بیج سے درخت اور اس کے برعکس بھی پیدا کرتا ہے۔(۱۹)

② اس نے انسان کو بے جان مٹی سے پیدا کیا۔
[۱] انسان سے مراد یا تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ جو مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔
[۲] یا ہر انسان کیونکہ اس کی غذائی اور جسمانی ضروریات مٹی ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔(۲۰)

③ میاں بیوی کے درمیان ایسی محبت پیدا کر دیتا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے جسم کا حصہ ہیں۔ حالانکہ بعض اوقات شادی سے پہلے ان کا آپس میں کوئی تعارف ہی نہیں ہوتا۔

④ اس نے ارض و سما کو اور جو کچھ ان کے اندر ہے پیدا کیا۔ اور انسانوں کی زبانیں اور رنگ مختلف بنائے۔ کسی کی زبان عربی ہے۔ کسی کی فارسی اور انگریزی' کوئی فرانسیسی بولتا ہے اور کوئی اردو اور جاپانی' کسی کا رنگ کالا ہے اور کسی کا سرخ ہے۔(۲۲)

⑤ وہ رات اور دن میں نیند کے ذریعے انسان کو سکون عطا کرتا ہے۔
انسان کا جسم ایک ایسی مشین ہے۔ جسے اگر مشاغل کے ہجوم میں وقفہ اور سکون نہ ملے تو یہ مشین خراب ہو جاتی ہے۔(۲۳)

⑥ آسمان پر بجلی چمکتی ہے۔
[۱] جس سے دل میں خوف بھی پیدا ہوتا ہے اور امید بھی۔
[۲] پھر بارش برستی ہے تو مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔(۲۴)

۵ ارض وسماء کا مستحکم نظام وجود باری تعالیٰ کی زندہ دلیل ہے:

۱ آسمان کی چھت کسی ستون کے بغیر کھڑی ہے اور اس کے مدار میں ستارے دوڑ رہے ہیں۔ مگر نہ اضطراب ہے نہ شور۔

۲ یونہی زمین مسلسل حرکت کر رہی ہے۔ مگر اس کے سینے پر بسنے والوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

۳ اہل حق غالب یا مغلوب:

یہ سورت بتاتی ہے کہ ہر زمانے میں اللہ کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ حق کو باطل پر غلبہ عطا کرتا ہے۔ (۴۷)

اگر کہیں اہل حق مغلوب ہوں تو انہیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔

۱ کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ انہوں نے باطل کے طور طریقے اپنا لیے ہوں۔

۲ یا باطل پرستوں نے حق کے بعض اصول اختیار کر لیے ہوں۔

۴ اس سورت میں متعدد ایسے تکوینی دلائل اور مشاہد مذکور ہیں۔ جو اللہ کی عظمت وقدرت کی گواہی دیتے ہیں۔ (۱۹۔۲۷ اور ۴۶۔۵۰)

کفار مکہ مُردوں کی مانند:

سورت کے اختتام پر ان کفار مکہ کا ذکر ہے۔ جو مُردوں کی طرح تھے۔

نہ تو آیاتِ الٰہیہ کو سنتے تھے' نہ دیکھتے تھے' نہ ان میں غور وفکر کرتے اور نہ ہی اثر قبول کرتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"اور ہم نے لوگوں کو سمجھانے کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے اور اگر تم ان کے سامنے کوئی نشانی پیش کرو تو یہ کافر کہہ دیں گے کہ تم تو جھوٹے ہو۔" (۵۸)

[ترتیبی نمبر ۳۱] سورۂ لقمان [نزولی نمبر ۵۷]

مکی سورت: سورۂ لقمان مکی ہے۔

آیات: اس میں ۳۴ آیات اور ۴ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورت میں خاص طور پر حضرت لقمان کا قصہ بیان ہوا ہے۔ جو اگرچہ نبی تو نہ تھے۔ مگر اللہ نے حکمت و دانائی انہیں وافر عطا فرمائی تھی۔ اسی وجہ سے سورت کا نام سورۂ لقمان ہے۔ (۱۲ تا ۱۹)

دائمی معجزہ (قرآن):

اس سورت کی ابتداء نبی کریم ﷺ کے دائمی معجزہ یعنی قرآن کی عظمت کے بیان سے ہوئی ہے۔

ہدایت کا ربانی دستور:

جو کہ ہدایت کا ربانی دستور ہے۔ اس کے بارے میں انسان دو فریقوں میں تقسیم ہو گئے:

ایک فریق مومنین کا ہے۔ جو اس صحیفہ ہدایت کی ہر بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

دوسرا فریق کافروں کا ہے۔ جو اس کی آیات سن کر بربناء تکبر منہ موڑ لیتے ہیں گویا کہ انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ (۲۔۷)

قدرت اور وحدانیت کے دلائل:

اس کے بعد باری تعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت کے چار دلائل ذکر فرمائے ہیں:

① فلکیات کی دنیا:

پہلی دلیل یہ کہ اس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے پیدا کیا ہے حالانکہ ان میں:

- ① روشن ستارے بھی ہیں۔
- ② شمس وقمر بھی ہیں۔
- ③ سیارے اور کہکشائیں بھی ہیں۔
- ④ فلکیات کی دنیا اتنی وسیع ہے کہ یہ زمین جس پر ہم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کی حیثیت اس کے مقابلے میں وہی ہے۔ جو ایک ذرے کی پوری کائنات کے مقابلے میں حیثیت ہے۔

② پہاڑ:

دوسری دلیل وہ پہاڑ ہیں۔ جنہیں زمین کا توازن برقرار رکھنے کے لیے اللہ نے گاڑ رکھا ہے۔

اگر پہاڑ نہ ہوتے تو یہ زمین ہوا اور پانی کی وجہ سے ادھر ادھر حرکت کرتی رہتی۔

③ زمینی، فضائی اور سمندری جانور:

تیسری دلیل بے شمار قسم کے حیوانات، مویشی، چوپائے اور حشرات ہیں۔ ان کے علاوہ فضاؤں اور سمندر میں رہنے والے ہزاروں قسم کے جاندار ہیں۔ جن کی شکلیں، رنگتیں اور خصوصیات تک اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

انسان کے عجز کا تو یہ حال ہے کہ وہ مکھی اور چیونٹی تک کی مثال نہیں بنا سکتا۔ چہ جائیکہ صاحب فہم و ذکا، بولتا چلتا انسان بنا سکے۔

④ آسمان سے بارش:

چوتھی دلیل یہ کہ وہ آسمان سے بارش برساتا ہے۔ جس کے ذریعے ہر قسم کی نفیس

چیزیں اگاتا ہے۔(۱۰)

آسمان سے بارش کا برسنا تکوینی عجائب میں سے ایک بڑا عجوبہ اور دلائل قدرت میں سے ایک بڑی دلیل ہے۔ مگر انسان اس پر غور ہی نہیں کرتا۔

II وہ پانی جس سے سمندر' دریا اور نہریں بھری ہوئی ہیں۔ یہ سب آسمان ہی سے برستا ہے۔

III پھر اس پانی سے جو پھل' پھول' غلہ جات' جڑی بوٹیاں اور درخت اگتے ہیں۔ ان کی تفصیل بیان کرنے کے لیے ہزاروں صفحات یقیناً کم ہوں گے۔

اس کے علاوہ سورہ لقمان میں جو اہم مضامین مذکور ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱ حضرت لقمان کی حکمت و دانائی:

حضرت لقمان جو کہ نبی تو نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت و دانائی سے نوازا تھا۔

① ان کے اقوال عبرت و نصیحت کا خزانہ ہوتے تھے۔
② ان کا کلام در افشانی۔
③ ان کی خاموشی تفکر۔
④ اور ان کے ارشادات موعظت ہوتے تھے۔
⑤ اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ پانچ وصیتیں ذکر فرمائی ہیں۔ جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ یہ بڑی قیمتی اور جامع نصیحتیں ہیں۔ جو کہ عقیدہ' عبادت' سلوک اور اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں۔

۱ پہلی وصیت:

یہ ہے کہ اے بیٹا!

① اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے اور اس کا انجام تباہ کن ہے۔

◈ اس کے بعد خود اللہ تبارک وتعالیٰ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں۔

۲ دوسری وصیت:

آخرت کے بارے میں ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

۱ گناہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۲ اور کیسی پوشیدہ جگہ پر کیوں نہ کیا گیا ہو۔

اللہ اسے قیامت کے دن لے آئے گا۔

۳ تیسری وصیت:

اللہ کی طرف توجہ کے بارے میں ہے۔ اللہ کی طرف توجہ کی کئی صورتیں بیان فرمائیں:

۱ یعنی نماز کو کامل طریقے سے ادا کرو۔

۲ لوگوں کو ہر خیر کی دعوت دو۔

۳ ہر شر سے منع کرو۔

۴ اور مصائب وابتلا پر صبر کرو۔

۴ چوتھی وصیت:

میں اپنے بیٹے کو تکبر اور فخر سے منع فرمایا۔

۵ پانچویں وصیت:

میں بیٹے کو اخلاق کریمہ کی طرف متوجہ کیا:

۱ یعنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔

۲ اور بولتے وقت اپنی آواز دھیمی رکھو۔ (۱۲۔۱۹)

۴ شرک پر اصرار:

مشرکین کی تردید ہے کہ وہ توحید کے دلائل کا مشاہدہ کرنے کے باوجود شرک پر اصرار کرتے ہیں۔

اللہ کے خالق ہونے کا اقرار:

حالانکہ اگر خود ان سے سوال کیا جائے کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟

تو وہ بھی اللہ کے خالق ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

غیب کی چابیاں:

سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے پاس ہے۔

۱ قیامت کب آئے گی؟
۲ بارش کہاں اور کتنی برسے گی؟
۳ شکم مادر میں بچہ کن اوصاف کا حامل ہے؟
۴ انسان کل کیا کرے گا؟
۵ موت کب اور کس جگہ آئے گی؟

ان پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ ان پانچ مغیبات کو رسول اللہ ﷺ نے غیب کی چابیاں قرار دیا ہے۔

[ترتیبی نمبر ۳۲] سورۃ السجدہ [نزولی نمبر ۷۵]

مکی سورت: سورۂ سجدہ مکی ہے۔

آیات: اس میں ۳۰ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱۵ میں ایمان والوں کی تعریف ہے کہ جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اس سورت کا نام ہی سورۂ سجدہ پڑ گیا۔

اہم مضامین درج ذیل ہیں۔

۱ قرآن کی حقانیت:

سورت کی ابتداء میں قرآن کی حقانیت کا بیان ہے:

۱ جس کا اعجاز واضح ہے۔
۲ اس کی صداقت کے دلائل روشن ہیں۔
۳ اس کا انداز بیان انسانی کلام سے بالکل الگ ہے۔

لیکن اس کے باوجود کفار مکہ حضور اکرم ﷺ پر تہمت لگاتے تھے کہ آپ (ﷺ) نے یہ کلام خود گھڑ لیا ہے۔ (۱۔۳)

۲ قدرت کے دلائل:

یہ سورت اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کے دلائل بیان کرتی ہے۔

۱ یعنی آسمان اور زمین کو اسی نے پیدا کیا۔
۲ ہر کام کی تدبیر وہی کرتا ہے۔
۳ پانی کے ایک حقیر قطرے سے انسان کو اسی نے تخلیق کیا۔ (۵۔۹)

انسانی تخلیق کے مراحل:

شاید انسان اپنی تخلیق کے مراحل کے بارے میں غور و فکر ہی نہیں کرتا۔

- اس نے کیسے مٹی سے پانی'
- نطفہ سے لوتھڑا'

(۳) لوتھڑا سے بوٹی،

(۴) اور بوٹی سے ہڈی تک کے مراحل طے کیے۔

(۵) پھر کیسے انتہائی پرکشش صورت اور متناسب قد وقامت والا انسان بن گیا۔

(۳) مجرموں کا حال:

یہ سورت مجرموں اور مومنوں دونوں کا حال بتلاتی ہے۔

(۱) کہ مجرم قیامت کے دن سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔

(۲) ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔

(۳) وہ آرزو کریں گے کہ کاش!

ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم نیک اعمال کریں۔

مومنین کا حال:

دوسری طرف مومنین کے بارے میں بتلایا گیا:

(۱) کہ وہ دنیا میں اللہ کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔

(۲) راتوں کو ان کے پہلو بستر سے جدا رہتے ہیں۔

(۳) وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے بھی ہیں۔

(۴) اور اس کی رحمت کی امید بھی رکھتے ہیں۔

(۵) علاوہ ازیں اللہ کے دیے ہوئے اموال کو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا۔

”کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لیے (آخرت میں) آنکھوں کی کیسی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ یہ ان اعمال کا صلہ ہے۔ جو وہ کرتے تھے۔“ (۱۲۔۱۷)

(۶) انہوں نے ریا اور دکھاوے کے بغیر چھپ چھپ کر اعمال کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی نعمتیں چھپا رکھی ہیں۔ جو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہیں آئیں۔

جنت کی نعمتوں کی حقیقت:

ویسے بھی جنت کی نعمتوں کی صحیح حقیقت کسی کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی۔ دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے ساتھ صرف لفظوں میں مشترک ہیں۔ حقیقت کے اعتبار سے ان کے درمیان زمین و آسمان سے بھی کہیں زیادہ فرق ہے۔

حضرت محمد اور حضرت موسیٰ کی رسالت میں مشابہت:

سورت کے اختتام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دیے جانے کا ذکر ہے جو کہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

[ترتیبی نمبر۳۳] سورۃ الاحزاب [نزولی نمبر۹۰]

مدنی سورت: سورہ احزاب مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۷۳ آیات اور ۹ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

جس لشکر نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس میں مختلف جماعتیں اور قبائل شریک تھے۔ چونکہ اس سورت میں غزوۂ احزاب کو خاص اہمیت ہے۔ اس لیے اس سورت کا نام سورۂ احزاب رکھ دیا گیا۔ (۲۲ تا ۲۷)

سورت کے موضوعات:

اس سورت میں تین موضوعات سے بحث کی گئی ہے۔ یعنی:

① اجتماعی آداب ② تشریعی احکام ③ اور بعض غزوات کا بیان مثلاً غزوۂ احزاب، غزوۂ بنی قریظہ ④ اور ان دونوں غزوات میں منافقین کا کردار اور ان کی

حالت۔

اس سورت کے اہم مضامین میں درج ذیل ہیں:

۱ نبی کی امت کو چار امور کا حکم:

پہلی دو آیتوں میں اپنے نبی کے واسطہ سے نبی کی امت کو ایسے چار امور کا حکم دیا گیا ہے۔ جو کہ حقیقت میں فلاح اور سعادت کے عناصر ہیں:

۱ پہلا یہ کہ اللہ سے ڈرتے رہیں۔

۲ دوسرا یہ کہ کافروں اور منافقوں کی آراء کا اتباع نہ کریں۔

۳ تیسرا یہ کہ وحی الٰہی کی اتباع کرتے رہیں۔

۴ چوتھا یہ کہ اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کریں۔

ایک نکتہ قابل توجہ:

یہاں یہ نکتہ ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن میں کہیں بھی ہمارے آقا ﷺ کو ''یا محمد'' کہہ کر نہیں پکارا۔ یہاں بھی ''یا ایھا النبی'' کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔

جبکہ دوسرے انبیاء کو:

① یا آدم ② یا موسیٰ ③ یا عیسیٰ ④ اور یا زکریا کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔

۲ جاہلانہ خیالات اور تصورات کی تردید:

زمانہ جاہلیت کے بعض معتقدات اور عادات کی تردید کی گئی ہے۔ جن میں سے بعض عقلی اعتبار سے باطل تھیں اور بعض شرعی اعتبار سے قبیح تھیں۔ یہاں آیت نمبر ۴ میں تین جاہلانہ خیالات اور تصورات کی تردید کی گئی ہے۔

۱ سینے میں دو دل:

ان کا یہ خیال تھا کہ بعض لوگوں کے سینے میں دو دل ہوتے ہیں۔ اس خیال کے رد میں فرمایا گیا کہ:

"اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے۔"

دل تو بس ایک ہی ہوتا ہے۔

- یا اس میں ایمان ہوگا یا کفر ہوگا۔
- ایک ہی دل میں کفر اور ایمان دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔
- اس سے ان منافقین کی بھی تردید ہوگئی۔ جنہوں نے کفر اور ایمان کے درمیان ایک تیسرا درجہ نفاق کا بھی تجویز کر رکھا تھا۔

۲ جاہلی ظہار:

جاہلی ظہار یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو "انت علی کظهر امی" (تم میرے اوپر ایسے ہو جیسے میری ماں کی پشت) کہہ دیتا تو ان الفاظ کے کہنے سے اس کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جاتی تھی۔

لیکن قرآن نے بتایا کہ کفارہ دینے سے بیوی حلال ہو جائے گی۔

۳ منہ بولے بیٹے کا حکم:

اسلام سے قبل منہ بولے بیٹے کا حکم حقیقی بیٹے جیسا ہوتا تھا۔

قرآن نے اس غلط تصور کی تردید کی۔ (۴)

۴ روحانی باپ، روحانی مائیں:

جب متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) کے تصور کی تردید ہوگئی اور بتایا گیا:

1. کہ حضور اکرم (ﷺ) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حقیقی والد کا حکم نہیں رکھتے۔
2. تو پھر یہ اعلان کیا گیا کہ آپ ﷺ کی ابوت ساری امت کے لیے عام ہے۔
3. اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ساری امت کی روحانی مائیں ہیں۔
4. ان کا ادب و احترام واجب ہے اور ان کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔

- اس کے بعد ۱۹ آیات میں غزوہ احزاب اور غزوہ بنی قریظہ کی تفصیل ہے:

غزوۂ احزاب:

1. غزوہ احزاب شوال ۵ ہجری میں ہوا۔
2. جب مشرکین کے دس یا پندرہ ہزار جنگجوؤں نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔
3. یہ جنگجو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔

◆ یہود بنی نضیر ◆ اور یہود بنی قریظہ

4. جن کے ساتھ مسلمانوں کا صلح کا اور ایک دوسرے کے دشمن کے ساتھ تعاون نہ کرنے کا معاہدہ تھا۔
5. انہوں نے اس معاہدہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی اور ابوسفیان کے ساتھ تعاون کیا۔
6. مسلمان صرف تین ہزار تھے۔
7. حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے مدینہ کے شمال مغرب میں جہاں سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ تھا۔ خندق کھودی گئی۔ اسی لیے اسے غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے۔

اور غزوہ احزاب اس لیے کہتے ہیں کیونکہ جس لشکر نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس میں مختلف جماعتیں اور قبائل شریک تھے۔

8. ان جنگجوؤں نے تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ کیے رکھا۔
9. پھر نعیم بن مسعود غطفانی کی کوششوں سے یہود اور قریش اور غطفانی لشکر کے درمیان پھوٹ پڑ گئی۔
10. اللہ کی طرف سے انہی دنوں طوفانی آندھی آ گئی۔ جس کی زد میں آ کر ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ جانور بدک گئے۔
11. ان کے عزائم پست ہوگئے۔ پھر قریش اور غطفان اور دوسرے قبائل اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے بغیر راہ فرار اختیار کر گئے۔

غزوہ بنی قریظہ:

ابوسفیان اور اس کے حمایتیوں کے چلے جانے کے بعد مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کرلیا اور انہیں ان کی عہد شکنی کی عبرتناک سزا دی۔

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں ان دونوں غزوات کا حال اور منظر بیان کیا ہے۔

مزید فتوحات کی بشارت:

اور مسلمانوں کو بشارت سنائی ہے کہ عنقریب انہیں مزید فتوحات حاصل ہوں گی۔

فارس اور روم:

چنانچہ مسلمانوں نے نہ صرف فارس اور روم بلکہ بیسیوں ملک اور سینکڑوں شہر فتح کیے۔

(اور ان شاء اللہ قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط اور دل میں ایمان راسخ ہو جانے کے بعد پورے عالم کو فتح کریں گے)۔

رب تعالیٰ کی پیشین گوئی:

یوں رب تعالیٰ کی یہ پیشینگوئی پوری ہو کر رہے گی کہ میں نے اپنے آخری رسول (ﷺ) کو اس لیے بھیجا ہے کہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کردوں۔

یہ غلبہ یقینی ہے اور کسی صاحب ایمان کو اس میں شک نہیں ہونا چاہیے۔

بظاہر حالات مخالف:

بظاہر حالات مخالف ہیں۔ لیکن جب اس پیشینگوئی کے پورا ہونے کا وقت آئے گا تو حالات بھی موافق ہو جائیں گے اور وہ افراد بھی مہیا ہو جائیں گے۔ جو اپنے اخلاق واعمال کے اعتبار سے پہلی صدی کے مسلمانوں کی یاد تازہ کردیں گے۔

فاتح عالم:

اس میں شک نہیں کہ موجودہ دور کے مسلمان ایمان، اعمال، اخلاق، معاملات اور

کردار کے اعتبار سے "فاتح عالم" بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

لیکن کیا اسلام اور قرآن بھی یہ صلاحیت نہیں رکھتے۔ رب کعبہ کی قسم! ان کے اندر عالم کو اور فاتحین عالم کو فتح کرنے کی پوری پوری صلاحیت ہے اور کون و مکان کے مالک کی قسم! دنیا یہ نظارہ بہت جلد دیکھے گی۔

❀......❀......❀

فہرست پارہ ۲۲

پارہ ۲۲

اکیسویں پارہ کی آخری چند آیات میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب تھا۔ چونکہ اس خطاب کا کچھ حصہ بائیسویں پارہ کے شروع میں بھی آیا ہے۔ اس لیے کل کے ''خلاصۃ القرآن'' میں اسے چھیڑا نہیں گیا تھا۔ خیال یہ تھا کہ اسے اکٹھا ہی ذکر کیا جائے۔

ازواج مطہرات کی درخواست:

ان آیات کا پس منظر احادیث میں یہ بیان ہوا ہے:

کہ جب فتوحات کا دور شروع ہوا تو ازواج مطہرات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے وظیفہ اور نفقہ میں کچھ اضافہ کر دیا جائے۔

اللہ کی طرف سے جواب:

اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں انہیں دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے:

1. یا تو وہ خوشحالی کی زندگی گزارنے کے لیے جدائی اختیار کر لیں۔
2. اور یا پھر تنگی ترشی کے ساتھ گزر بسر کریں اور اپنی نظر آخرت کی خوش عیشی پر رکھیں۔

آخرت کو ترجیح:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اختیار دیا تو ان سب نے آخرت ہی کو ترجیح دی۔

ازواج مطہرات کی فضیلت اور احکام:

اس موقع پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں سات احکام دیے گئے:

① پہلا یہ کہ مردوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے لوچ دار لہجہ اختیار نہ کریں۔
② دوسرا یہ کہ بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں کیونکہ مسلمان عورت کا اصل اور محفوظ ٹھکانہ گھر ہے۔
③ تیسرا یہ کہ زمانہ جاہلیت کی خواتین کی طرح اپنی زینت اور ستر کا اظہار کرتے ہوئے باہر نہ نکلیں۔
④ چوتھا یہ کہ نماز کی پابندی کریں۔
⑤ پانچواں یہ کہ زکوۃ دیا کریں۔
⑥ چھٹا یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔
⑦ ساتواں یہ کہ قرآنی آیات کی تلاوت اور احادیث کا مذاکرہ کیا کریں۔

اس کے علاوہ جو اہم مضامین سورۂ احزاب کے اس حصہ میں بیان ہوئے ہیں جو بائیسویں پارہ میں آیا ہے۔ درج ذیل ہیں:

❶ تشخص اور پہچان پیدا کرنے والی صفات:

مسلمان کی شخصیت کو معاشرہ میں نمایاں اور امتیازی حیثیت دینے اور اس کا تشخص اور پہچان پیدا کرنے والی دس صفات ہیں۔ یہ صفات مرد میں ہوں یا عورت میں۔ اسے مغفرت اور اجر عظیم کا مستحق بنا دیتی ہیں۔

❶ اسلام ❷ ایمان ❸ قنوت (دائمی اطاعت) ❹ صدق ❺ صبر ❻ خشوع ❼ صدقہ ❽ روزے ❾ شرمگاہ کی حفاظت ❿ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا۔ (۳۵)

❷ ① منہ بولے بیٹے کی بیوی (مطلقہ) سے شادی:

سورۂ احزاب اس مشہور واقعہ کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کو مخالفین نے سخت تنقید اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا تھا۔ ہوا یوں کہ جب آپ (ﷺ) کے متبنّٰی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور آپ (ﷺ) کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے درمیان نباہ نہ ہوسکا اور ان کے درمیان جدائی واقع ہوگئی۔

۱ تو اللہ کے حکم سے خود آپ (ﷺ) نے حضرت زینب سے نکاح کرلیا۔
۲ اس پر بڑا شور اٹھا کہ محمد (ﷺ) نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی جبکہ جاہلی تصور میں یہ نکاح حرام تھا۔
۳ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح خود ہم نے کروایا تاکہ آیندہ متبنّٰی کی مطلقہ بیوی کے ساتھ نکاح کرنے میں مسلمانوں کے لیے کوئی حرج باقی نہ رہے۔ (۳۷)

۲ حضور کی کثرت ازدواج:

یہاں ضمنی طور پر یہ بات بھی جان لی جائے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے مخالفین نے ہمارے آقا ﷺ کی کثرت ازدواج میں معاذ اللہ شہوت پرستی کے عنصر کو بنیادی وجہ قرار دینے کی ناکام اور ناپاک کوشش کی ہے۔ یہاں اگر دو بنیادی نکتوں کو ملحوظ رکھا جائے تو اعتراضات کی لغویت ظاہر ہوجاتی ہے۔

- پہلا نکتہ یہ کہ آپ ﷺ نے اپنی بھرپور جوانی ایک ایسی خاتون کے ساتھ گزار دی۔ جو عمر میں آپ ﷺ سے تقریباً دوگنی تھیں۔ جب تک وہ زندہ رہیں۔ آپ ﷺ نے کسی دوسری خاتون کو اپنے عقد میں قبول نہیں کیا۔
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ جتنی خواتین سے بھی آپ ﷺ نے شادیاں کی ہیں۔ وہ بڑھاپے کی حدود میں قدم رکھنے یعنی پچاس سال کی عمر کے بعد کی ہیں۔
- دوسرا نکتہ یہ کہ سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آپ ﷺ کی کوئی بیوی بھی کنواری نہیں تھی۔

اگر معاذ اللہ کثرت ازدواج سے آپ ﷺ کا مقصد شہوت پرستی ہوتا تو آپ ﷺ یہ شادیاں جوانی میں اور باکرہ لڑکیوں سے کرتے۔

حقیقت تعدد ازدواج:

حقیقت یہ ہے کہ تعدد ازدواج میں تعلیمی، تشریعی، اجتماعی اور سیاسی حکمتیں پوشیدہ

تھیں۔ مگر یہ ''خلاصہ'' ہمیں ان کی تفصیل میں جانے کی اجازت نہیں دیتا۔

۳ نبی کریم ﷺ کے امتیازی اوصاف:

نبی کریم ﷺ کی صورت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمت عظمیٰ عطا فرمائی ہے۔ اللہ جل شانہ نے اس کی یاد دہانی بھی کرائی ہے اور آپ ﷺ کے پانچ امتیازی اوصاف ذکر فرمائے ہیں:

۱ آپ ﷺ اپنی امت پر اور دوسری امتوں پر بھی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ کیونکہ پوری دنیا کے انسان آپ ﷺ کی امت میں شامل ہیں:
(۱) جنہوں نے ایمان قبول کرلیا۔ وہ ''امت اجابت'' میں شامل ہیں۔
(۲) اور جنہوں نے ایمان قبول نہ کیا۔ وہ ''امت دعوت'' میں داخل ہیں۔

۲ اہل ایمان کو آپ ﷺ سعادت اور جنت کی بشارت دینے والے ہیں۔

۳ کفار اور فجار کو اللہ کے عذاب اور ہلاکت سے ڈرانا آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے۔

۴ آپ ﷺ نیکی، اصلاح، اخلاق حسنہ اور استقامت کی دعوت دینے والے ہیں۔
◇۱ آپ ﷺ کی دعوت نہ دنیا کی دعوت تھی۔ ◇۲ نہ اقتدار کی ◇۳ نہ مال غنیمت جمع کرنے کی ◇۴ نہ ہی قومیت اور عصبیت کی۔ ◇۵ بلکہ آپ ﷺ کی دعوت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھی جس کا مقصد صلاح اور اصلاح کے سوا کچھ نہ تھا۔
اس میں کیا شک ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اعمال میں سب سے افضل عمل دعوت ہی ہے۔ خود رب تعالیٰ فرماتے ہیں:
''اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں''۔ (فصلت)

۵ آپ ﷺ سراج منیر ہیں۔ آپ ﷺ کے پرنور وجود سے ظلمتیں دور ہوئیں اور شبہات کا ازالہ ہوا۔ (۴۵۔۴۷)

اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا ﷺ کو چمکتے ہوئے سورج کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کے ذریعہ شرک و ضلال کی گمراہیوں کو دور کیا اور گمراہوں کو ہدایت دی۔

جیسے جب سورج روشن ہوجاتا ہے تو رات کی تاریکی کافور ہوجاتی ہے اور منزل تک پہنچنا آسان ہوجاتا ہے۔

۴ تین آداب:

سورۂ احزاب وہ آداب بھی بیان کرتی ہے جن آداب سے زمانۂ جاہلیت میں لوگ ناآشنا تھے۔ یہاں ان میں سے تین آداب مذکور ہیں۔

1. پہلا یہ کہ کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔
2. دوسرا یہ کہ اگر کھانے کی دعوت میں تمہیں بلایا گیا ہو تو کھانے سے فارغ ہو کر اٹھ جایا کرو۔ باتوں میں مشغول ہو کر صاحب خانہ کا وقت مت ضائع کیا کرو۔
3. تیسرا یہ کہ غیر محرم خواتین سے کوئی چیز مانگنے کی ضرورت پیش آئے تو پس پردہ مانگا کرو بلا حجاب ان کے سامنے نہ آیا کرو۔

البتہ اپنے محارم کے سامنے عورت کو بے پردہ آنے کی بھی اجازت ہے۔(۵۳۔۵۵)

۵ درود و سلام بھیجنے کا حکم:

ازواج مطہرات کی حرمت بیان کرنے کے بعد اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کی عظمت و تکریم بیان فرمائی ہے اور اہل ایمان کو آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

آپ ﷺ پر درود و سلام حقیقت میں خود ہمارے لیے عزت و تکریم' ذریعہ رفع درجات اور کفارۂ سیئات ہے۔

چہرۂ انور پر خوشی کے آثار:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کہ ایک دن حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار تھے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! آج ہم چہرۂ انور پر خوشی کے (غیر معمولی) آثار دیکھ رہے ہیں۔

کیا آپ اس بات سے خوش نہیں:

آپ نے فرمایا آج میرے پاس فرشتہ آیا تھا۔

اس نے کہا:

اے محمد (ﷺ)! کیا آپ اس بات سے خوش نہیں ہیں کہ اللہ عزوجل کہتا ہے:

① ''آپ ﷺ کی امت میں سے جو کوئی آپ ﷺ پر ایک بار درود بھیجے گا۔ میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا۔

② اور جو کوئی ایک بار سلام بھیجے گا۔ میں اس پر دس بار سلامتی نازل کروں گا۔''

ہاں میں خوش ہوں!

میں نے فرشتے کو جواب دیا کہ:

''ہاں! میں خوش ہوں۔'' (مسند احمد' نسائی)

۶ ہر مسلمان خاتون کو پردہ کا حکم:

پہلے امہات المومنین پر حجاب کی فرضیت کا حکم نازل ہوا۔ پھر عمومی طور پر ہر مسلمان خاتون کو پردہ کا حکم دیا گیا۔ خواہ وہ بیوی ہو یا بیٹی' بہن ہو یا ماں' حجاب عورت کی عزت و عصمت کا محافظ اور باعث تکریم و تشریف ہے۔

حجاب شرعی میں چند شرائط:

حجاب شرعی میں چند شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

١ حجاب ایسا ہو کہ پورے بدن کو چھپا لے۔

٢ وہ حجاب فی نفسہ پرکشش اور نگاہوں کو متوجہ کرنے والا نہ ہو۔

۳ حجاب ایسا باریک نہ ہو۔ جس سے جسم کی رنگت جھلکے اور نظر آئے۔
۴ کشادہ ہو۔ ایسا تنگ نہ ہو۔ جو فتنہ کا باعث بننے والے اعضاء کو ظاہر کرے۔
۵ ایسا معطر نہ ہو جس کی خوشبو دوسروں تک پہنچے۔
۶ بناوٹ میں مردوں کے لباس سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔
۷ ایسا لباس نہ ہو۔ جو کافر اور مشرک عورتوں کی پہچان بن چکا ہے۔
۸ شہرت کا لباس نہ ہو کہ جسے محض شہرت کے لیے پہنا جائے۔ حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔

امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار:

سورت کے اختتام پر فرائض و واجبات اور شرعی احکام کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ یہ احکام اس امانت کا حصہ ہیں۔ جو اللہ نے بندوں کو سونپی ہے۔ آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کردیا تھا کیونکہ ان کے اندر یہ بوجھ اٹھانے کی صلاحیت نہ تھی۔

بوجھ اٹھا تو لیا مگر حق ادا نہ کرسکا:

لیکن چونکہ انسان کو اللہ نے عقل و فکر اور خیر و شر کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے تو اس نے بوجھ کو اٹھا تو لیا مگر اس کا حق ادا نہ کرسکا۔

[ترتیبی نمبر ۳۴] سورۂ سبا [نزولی نمبر ۵۸]

مکی سورت: سورۂ سبا مکی ہے۔

آیات: اس میں ۵۴ آیات اور ۶ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورت میں ایک اہم قصہ اہل سبا کا بیان ہوا ہے۔ اسی وجہ سے اس سورت کا

نام سورۂ سبا رکھ دیا گیا۔ (۱۵ تا ۲۱)

خصوصیت:

سورہ سبا ان پانچ سورتوں میں سے ایک ہے۔ جو الحمد للہ سے شروع ہوتی ہیں۔

اللہ کی حمد وثنا:

اس سورت کی ابتداء اللہ عزوجل کی حمد وثنا سے ہوتی ہے۔

① وہ اللہ جس نے ساری مخلوق کو پیدا کیا۔

② کائنات کے لیے مستحکم نظام قائم کیا۔

③ نظام عالم کی تدبیر کی۔

④ اسے ہر چیز کی خبر ہے۔

⑤ اور اس کا کوئی عمل بھی حکمت سے خالی نہیں۔

دوسری زندگی کا انکار:

اس کے بعد مشرکین کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ حساب و جزاء اور مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے:

”کہ آپ اپنے رب کی قسم کھا کر کہیں کہ قیامت آ کر رہے گی۔ نیکوکاروں کو جزا اور بدکاروں کو سزا ضرور ملے گی۔“ (۲)

اس کے علاوہ جو اہم مضامین سورۂ سبا میں مذکور ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

❶ شاکر اور کافر کا تقابل:

حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام اور اہل سبا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا تذکرہ فرما کر گویا شاکر اور کافر کا تقابل اور موازنہ کیا ہے۔ اول الذکر دونوں اللہ کے نبی اور شاکر بندے تھے۔

حضرت داؤد:

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے:

- حد اعجاز تک پہنچا ہوا صوتی جمال عطا فرمایا تھا۔
- وہ جب اللہ کی تسبیح کرتے تھے تو پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ہم نوا بن جاتے تھے۔
- وہ جب زبور پڑھتے تو جو جانور ان کی قرأت سنتا تھا۔ اس پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔
- اللہ نے ان کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا۔ وہ اسے جس طرف چاہتے موڑ لیتے اور جو کچھ چاہتے اس سے بنا لیتے۔
- انہوں نے ''کارخانہ'' بنا رکھا تھا۔ جس میں لوہے کی مضبوط زرہیں بنتی تھیں۔ اسے دنیا کی پہلی ''اسٹیل مل'' بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

حضرت سلیمان:

جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر خصوصی انعامات کیے تھے۔ یونہی حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی خوب نوازا تھا۔

① انہیں اللہ نے پرندوں کی بولی سکھائی تھی۔

② ان کے لیے تانبا بہتے ہوئے چشمے کی شکل اختیار کر جاتا۔ اس سے جو چاہتے بسہولت بنا لیتے۔

③ جنات ان کے تابع تھے۔ ان سے آپ تعمیرات اور حمل ونقل کے مشکل ترین کام لیتے تھے۔

④ ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا۔

⑤ آج کل جیسے ہوائی جہاز ہوتے ہیں۔ یونہی آپ کا ہوائی تخت تھا جو دو ماہ کی مسافت دن کے تھوڑے سے حصے میں طے کر لیتا تھا۔

محیر العقول نعمتیں:

اللہ تعالیٰ کی ان محیر العقول نعمتوں کے باوجود دونوں باپ بیٹا فخر و غرور کا شکار نہ ہوئے اور ذکر و شکر سے ایک لحظہ کے لیے بھی غافل نہ ہوئے۔

جب کہ عموی صورت انسان کی یہ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے شکر کرنے والے بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

اہل سبا کا قصہ:

دوسرا قصہ جو یہاں بیان ہوا ہے۔ وہ اہل سبا کا ہے۔ پہلا قصہ اگر اہل شکر و ایمان کے لیے روشن مینار تھا۔

تو دوسرا قصہ اہل کفر وطغیان کی تاریک جھلک ہے۔

اہل سبا پر نعمتوں کی فراوانی:

① اہل سبا کو رزق کی فراوانی۔
② صحت افزا آب و ہوا۔
③ زرخیز زمین۔
④ اور پھل دار باغات جیسی نعمتیں عطا کی گئی تھیں۔
⑤ طویل مسافت تک دو رویہ باغات چلے جاتے تھے۔
⑥ نہ گرمی اور دھوپ ستاتی۔
⑦ اور نہ ہی بھوک پریشان کرتی۔
⑧ پانی ذخیرہ کرنے کے لیے ایک ڈیم بھی تھا۔ جسے ''سد مآرب'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

نعمتوں کی ناشکری:

لیکن انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا۔ بلکہ ناشکری پر اتر آئے۔ پھر وہی ہوا

جو ہر ناشکری قوم کے ساتھ ہوتا ہے۔

اللہ کا عذاب:

بند ٹوٹ کر عذاب کی صورت اختیار کرگیا اور اس کے پانی نے تباہی مچادی۔ باغات اور بستیاں خس و خاشاک بن کر بہہ گئیں۔

جہاں پھل اور پھول تھے۔ وہاں جھاڑ جھنکار کے سوا کچھ بھی نہ بچا اور اہل سبا کا ذکر صرف داستانوں میں رہ گیا۔ (۱۵۔۲۱)

۴ عقلی اور نقلی دلائل سے تردید اور توہین:

اس سورت میں مسلسل مشرکین کے عقائد و نظریات کی عقلی اور نقلی دلائل سے تردید اور توہین ہے۔

- کبھی ان سے کہا گیا کہ بلاؤ ان کو جنہیں تم اللہ کے سوا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہو۔ دیکھتے ہیں کہ وہ تمہیں کیا فائدہ پہنچاتے ہیں۔
- کبھی تلقین کے اسلوب میں ان سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا۔
  1. کہ بتاؤ تمہیں آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟
  2. کبھی یہ سوال کیا گیا کہ جنہیں تم اللہ کے ساتھ عبادت میں شریک سمجھتے ہو۔ ذرا انہیں سامنے تو لاؤ تاکہ میں دیکھوں کہ ان کے اندر کون سی ایسی صفت پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ عبادت کے مستحق بن گئے ہیں۔ (۲۲۔۲۷)

کفر کی بنیادی وجہ:

آگے چل کر سورۂ سبا میں کفار اور مشرکین کی سرکشی اور کفر کی بنیادی وجہ ثروت و غنا کو بتایا ہے۔ انہیں اس پر اتنا ناز تھا کہ ان کا خیال تھا کہ ہمارے جیسے اصحاب مال و اولاد کو نہ دنیا میں عذاب ہوسکتا ہے نہ آخرت میں عذاب ہوگا۔

قرآن کے الفاظ میں:

''وہ کہتے تھے ہم اموال اور اولاد کے اعتبار سے تم سے زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔'' (۳۵)

آخرت کو دنیا پر قیاس:

وہ آخرت کے معاملے کو بھی دنیا پر قیاس کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی وسعت اور خوشحالی عطا فرمائی ہے۔ یہی معاملہ ان کے ساتھ آخرت میں بھی کیا جائے گا۔

قرآن کا جواب:

انہیں جواب دیا گیا:

''فرما دیجیے! کہ میرا رب جس کے لیے چاہے۔ روزی کشادہ کر دیتا اور تنگ بھی کر دیتا ہے۔ اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (۳۶)

ثروت وغنا پر فخر وغرور:

ثروت وغنا پر فخر وغرور ہی انہیں رسول اکرم ﷺ کے استہزاء اور تحقیر پر آمادہ کرتا تھا۔ اور وہ آپ (ﷺ) کو مجنون اور دیوانہ کہنے سے باز نہیں آتے تھے۔ اس لیے اللہ نے فرمایا:

''آپ (ﷺ) ان سے فرما دیجیے! میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں تم اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے مستعد ہو جاؤ۔ پھر غور وفکر کرو۔ (تم یقیناً اس نتیجے پر پہنچو گے کہ) تمہارے ساتھی (یعنی حضور اکرم ﷺ) کو کوئی جنون نہیں۔ وہ تم کو سخت عذاب کے آنے سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔'' (۴۶)

چاہت کے درمیان پردہ:

آخری آیت میں بتایا گیا کہ وہ آخرت میں ایمان قبول کرنا چاہیں گے لیکن ان

کی چاہت اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ وہ ایمان سے محروم ہی رہیں گے۔ (۵۴)

[ترتیبی نمبر ۳۵] سورۂ فاطر [نزولی نمبر ۴۳]

مکی سورت: سورۂ فاطر مکی ہے۔

آیات: اس میں ۴۵ آیات اور ۵ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ

لفظ فاطر پہلی آیت میں ہے جس کا معنی ہے پیدا کرنے والا۔ فاطر السموت والارض آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا۔ پس اللہ پاک کی اسی صفت کی وجہ سے سورۃ کا نام بھی فاطر ہے۔

خصوصیت:

الحمد للہ سے شروع ہونے والی یہ پانچویں سورت ہے۔

سورۃ میں:

اس سورت میں:

1. توحید باری تعالیٰ کی دعوت'
2. اس کے وجود پر دلائل'
3. شرک کی بنیادوں کا انہدام'
4. اور دین حق پر قائم رہنے کی تاکید ہے۔

سورت کی ابتداء میں:

اس سورت کی ابتداء میں اس خالق اور مبدء ہستی کا ذکر خیر ہے۔

(۱) جس نے عالم کون و مکان کو

۲ انسانوں
۳ فرشتوں
۴ اور جنات کو پیدا کیا۔

انسانی نظروں کو ان تکوینی آیات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ جو اس کتاب جہان کے ہر ورق پر پھیلی ہوئی ہیں۔

مرنے کے بعد کی زندگی پر حسی دلائل:

مرنے کے بعد کی زندگی پر ایسے حسی اور بدیہی دلائل ذکر کیے ہیں جو ہر شہری اور دیہاتی کی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ بتایا گیا کہ:

۱ وہ اللہ بارش سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔
۲ شب و روز کو یکے بعد دیگرے لاتا ہے۔
۴ جو انسان کو تخلیق کے مختلف مراحل سے گزارتا ہے۔
۵ وہ مردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ کرسکتا ہے۔(۹)

ایمان اور کفر کے درمیان حسی مثالوں سے فرق:

یہ سورت ایمان اور ہدایت' کفر اور ضلالت کے درمیان بھی حسی مثالوں کے ذریعے فرق کرتی ہے۔ یہ سورت بتاتی ہے:

۱ کہ جیسے بینا اور نابینا'
۲ زندہ اور مردہ'
۳ ظلمت اور نور'
۴ دھوپ اور چھاؤں مساوی نہیں ہوسکتے۔

یونہی مومن اور کافر بھی برابر نہیں ہوسکتے۔(۱۹۔۲۲)

قدرت کی بے شمار نشانیاں:

اس کے بعد دوبارہ وحدانیت اور قدرت کے دلائل سے یہ سورت بحث کرتی

ہے۔

- رنگا رنگ اور متنوع پھولوں'
- سفید' سرخ اور سیاہ پہاڑوں'
- مختلف رنگوں' زبانوں اور مزاجوں والے انسانوں'
- اور ہزاروں قسم کے پرندوں' مچھلیوں' حشرات اور چوپاؤں میں اس کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔

خشیت اور خوف رکھنے والا:

لیکن ان نشانیوں کو دیکھ کر صرف انہی کے دل میں خشیت پیدا ہوتی ہے۔

① جو علم رکھتے ہیں۔
② جو گہرائی میں جا کر سوچ سکتے ہیں۔
③ اور جو حقائق پر پڑے ہوئے پردے اٹھا سکتے ہیں۔

کیونکہ جس کے دل میں جتنی معرفت ہوگی۔ اتنی ہی خشیت اور عظمت ہوگی۔ اسی لیے ہمارے آقا ﷺ کے دل میں سارے انسانوں سے زیادہ خشیت تھی۔

آقا کا فرمان:

جیسا کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا:

''اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ دل میں اللہ کی خشیت اور خوف رکھنے والا ہوں''۔

دین اور کائناتی علم رکھنے والے علماء:

اہل علم کہتے ہیں:

''کہ اس آیت کریمہ میں ''علماء'' سے مراد صرف دین اور شریعت کے علماء نہیں ہیں۔ بلکہ کائناتی علم رکھنے والے علماء بھی شامل ہیں۔''

یعنی طب' فلکیات' نباتات' فضا اور ارضیات کا علم رکھنے والے بھی اس میں

آ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی جب صحیح نہج پر کائنات کے اسرار پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ نظر انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کے اعتراف پر مجبور کر دیتی ہے اور یہی اعتراف آخر میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور عظمت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

کتاب منظور سے کتاب مسطور:

پھر سورت کا رخ:

① کتاب منظور (دکھائی دینے والی کتاب کائنات) سے

② کتاب مسطور (لکھی ہوئی کتاب یعنی قرآن) کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔ جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔ (۲۹۔۳۰)

امت محمدیہ کی فضیلت:

ان کی تعریف کے بعد عمومی طور پر امت محمدیہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ جس پر اللہ نے یہ کتاب مجید نازل فرمائی۔

نزول قرآن کے بعد:

لیکن نزول قرآن کے بعد یہ امت تین گروہوں میں تقسیم ہوگئی:

۱ ظالم:

یہ وہ گناہ گار مسلمان ہیں۔ جن کے گناہ ان کی نیکیوں سے زیادہ ہیں۔

۲ مقتصد:

یعنی میانہ رو جن کی حسنات اور سیئات مساوی ہیں۔

۳ سابق:

یعنی وہ سچے مومن جو طاعت و عبادت میں دوسروں سے سبقت لے گئے۔

تینوں کا آخری اور دائمی ٹھکانہ:

لیکن ان تینوں کا آخری اور دائمی ٹھکانہ بہرحال جنت ہی ہے۔

کوئی براہ راست جنت میں جائے گا اور کوئی اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتنے کے بعد جائے گا۔

اللہ کا حلم:

سورت کے اختتام پر اللہ کے حلم اور بردباری کا ذکر ہے کہ وہ گناہوں پر نقد اور فوری سزا نہیں دیتا۔

اگر ایسا ہوتا تو زمین پر انسان تو انسان کوئی حیوان اور چرند پرند بھی زندہ نہ رہ سکتا۔ اس نے جزا سزا کے لیے ایک وقت معین کر رکھا ہے۔ وہ وقت جب آ جائے گا تو پھر کامل نظام عدل حرکت میں آ جائے گا۔

[ترتیبی نمبر۳۶] سورۂ یٰسین [نزولی نمبر۴۱]

مکی سورت: سورۂ یٰسین مکی ہے۔

آیات: اس میں ۸۳ آیات اور ۵ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ کو یٰسین کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔ جیسے طٰہٰ ہے۔ یہ دونوں اسمائے گرامی ہیں ہمارے آقا ﷺ کے۔ اسی مناسبت سے سورۂ یٰسین کہا جاتا ہے۔ (آیت نمبر۱)۔

جان کنی کی آسانی:

ہمارے مسلمان بھائی اس سورت کو جان کنی کی آسانی کے لیے تو پڑھتے ہیں۔ لیکن اس پر عمل کرنے والے کم ہیں۔

اصل فضیلت' ثواب اور قرب:

جبکہ اصل فضیلت و ثواب اور اللہ کا قرب اس کے مشمولات پر عمل کرنے ہی سے

حاصل ہوسکتا ہے۔

رسالت کی سچائی پر قرآن کی قسم:

اس سورت کی ابتداء میں ہمارے آقا ﷺ کی رسالت کی سچائی پر قرآن کی قسم کھائی ہے۔(۲۔۴)

کفار قریش کا کفر و ضلال:

پھر ان کفار قریش کا تذکرہ ہے۔ جو کفر و ضلال میں بہت آگے نکل گئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ اللہ کے عذاب کے مستحق ہوگئے۔

تین انبیاء:

اس کے بعد اس بستی والوں کا ذکر ہے۔ جنہوں نے یکے بعد دیگرے تین انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا۔

ایک حق پرست ناصح:

اور جب انہی میں سے ایک حق پرست ناصح انہیں سمجھانے لگا تو انہوں نے اسے شہید کردیا۔(۱۳۔۲۱)

ناصح کی گفتگو:

اس ناصح کی گفتگو کا کچھ حصہ پارہ ۲۳ کی ابتداء میں ہے۔ جس کا خلاصہ انشاء اللہ وہیں پیش کیا جائے گا۔

فہرست پارہ ۲۳

پارہ ۲۳

تین انبیاء کو جھٹلایا گیا:

بائیسویں پارہ کے آخر میں ان انبیاء کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ جنہیں اللہ نے ایک بستی والوں کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔ مگر وہ ہدایت کی راہ پر چلنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

حبیب النجار:

جب بستی والوں نے تینوں انبیاء کو جھٹلایا تو بستی والوں میں سے ایک شخص جس کا نام مفسرین نے "حبیب النجار" لکھا ہے۔ وہ دوڑتا ہوا آیا تا کہ انبیاء کو ضرر پہنچانے کی صورت میں اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے اور انہیں انبیاء کی اتباع کی تلقین کرے۔

حبیب النجار شہید:

جب اس نے انہیں سمجھایا اور سب کے سامنے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا تو وہ سب اس پر پل پڑے اور انہوں نے اسے شہید کر دیا۔

کاش! میری قوم جان لیتی:

شہادت کے بعد اسے جنت میں داخل ہونے کا شرف ملا۔ جب اس نے اپنی آنکھوں سے اللہ کی ان نعمتوں کا مشاہدہ کر لیا جو اللہ نے اہل ایمان کے لیے تیار کی ہیں تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔

"اے کاش! میری قوم جان لیتی۔ جو میرے رب نے میری مغفرت کر دی ہے اور مجھے اہل کرامت وسعادت میں سے ٹھہرایا ہے۔" (۲۷)

اپنی قوم کا خیر خواہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

وہ مؤمن شخص زندگی میں بھی اپنی قوم کا خیر خواہ رہا اور مرنے کے بعد بھی۔

اللہ کا بندوں پر افسوس:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ بندوں پر افسوس کا اظہار فرماتے ہیں:

"کہ ان کے پاس جو بھی رسول آتا ہے اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔" (۳۰)

مذکورہ بالا امور کے علاوہ سورۂ یٰسین کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

① تکوینی دلائل:

اللہ تعالیٰ کے وجود، توحید اور قدرت کے تکوینی دلائل جو قرآن میں بار بار مذکور ہوئے ہیں۔ ان میں سے تین قسم کے دلائل یہاں ذکر کیے گئے ہیں:

① مردہ زمین جسے بارش سے زندہ کر دیا جاتا ہے،
② لیل و نہار اور شمس و قمر،
③ کشتیاں اور جہاز جو سمندر میں چلتے ہیں۔

ایک حقیقت کا اعلان:

ان دلائل کے ضمن میں سورۂ یٰسین ایک ایسی حقیقت کا اعلان کرتی ہے۔ جس سے نزول قرآن کے زمانے کے بڑے بڑے اہل علم بھی ناواقف تھے۔

آیت ۳۶ میں ارشاد ہوتا ہے:

"وہ اللہ پاک ہے۔ جس نے زمین کی نباتات کے اور خود ان کے اور جن چیزوں کی ان کو خبر نہیں۔ سب کے جوڑے بنائے۔" (۳۶)

زوجیت کے متعلق قدیم زمانے کے انسانوں کا خیال:

قدیم زمانے کے انسانوں کا خیال اور تحقیق یہ تھی کہ جوڑا جوڑا صرف انسان اور حیوان ہی ہوتے ہیں۔

زوجیت کے متعلق موجودہ دور کے سائنس دانوں کی تحقیق:

جب کہ موجودہ دور کے سائنس دانوں نے طویل تحقیق اور مغز ماری کے بعد

ثابت کیا ہے کہ ''زوجیت'' (جوڑا جوڑا) نہ صرف انسانوں بلکہ نباتات، جمادات اور تمام کائنات میں پائی جاتی ہے۔

ایٹم میں بھی زوجیت:

یہاں تک کہ ''ایٹم'' جو کہ مادہ کے اجزاء میں سے سب سے چھوٹا جز ہے۔ وہ بھی دو مختلف اجزاء یعنی الیکٹران اور پروٹان سے مرکب ہوتا ہے اور یہ دونوں جزء نر اور مادہ کے مشابہ ہیں۔

صدیوں پہلے علمی اور سائنسی تحقیق:

سورۂ یٰسین کے علاوہ سورۂ ذاریات میں بھی اس علمی اور سائنسی تحقیق کی صدیوں پہلے نشاندہی کردی گئی تھی۔ وہاں فرمایا گیا:

''اور ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا بنایا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو''۔ (۵۱/۴۹)

۲ صور پھونکے جانے کا تذکرہ:

اس کے بعد سورۂ یٰسین قیامت کی ہولناکیوں اور صور پھونکے جانے کا تذکرہ کرتی ہے۔

۱ جس وقت پہلی بار صور پھونکا جائے گا۔ لوگ اپنے معمولات کی ادائیگی اور خرید و فروخت میں مشغول ہوں گے۔ صور اسرافیل کی آواز سن کر ان پر خوف اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہوجائے گی۔

''اسے نفخہ فزع'' بھی کہا جاتا ہے۔

۲ دوسری بار کے صور سے حی و قیوم کے سوا سب کو موت آجائے گی اور کوئی ذی روح زندہ نہیں رہے گا۔

۳ تیسری بار جب صور پھونکا جائے گا تو سب قبروں سے جی اٹھیں گے اور حاکم حقیقی کے سامنے پیش ہوجائیں گے۔

مؤمنین متقین:

وہاں کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ مؤمنین متقین کو جنت اور جنت کی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔

مجرم:

جبکہ مجرم جو کہ دنیا میں صلحاء کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے۔ انہیں الگ کردیا جائے گا۔

اعضاء ان کے خلاف:

پھر ان کے مونہوں پر مہر لگادی جائے گی اور ان کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ (۴۹۔۶۶)

کن فیکون:

چونکہ اس سورت میں زیادہ تر بحث بعث بعد الموت کے حوالے سے ہے۔ اس لیے اس کا اختتام بھی اس پر ہورہا ہے۔ فرمایا گیا:

''کیا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے پیدا کردے؟ کیوں نہیں۔ وہی ہے جو خوب پیدا کرنے اور علم رکھنے والا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرمادیتا ہے کہ ہوجا! تو وہ ہوجاتی ہے۔'' (۸۱۔۸۲)

[ترتیبی نمبر ۳۷] سورۃ الصافات [نزولی نمبر ۵۶]

مکی سورت: سورہ صافات مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۸۲ آیات اور ۵ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں اللہ تعالیٰ صف باندھنے والوں کی قسم کھا رہے ہیں۔ صافات کے معنی صف باندھنے والے۔

صف باندھنے والوں سے مراد یا تو مجاہد ہیں۔ جو میدان جنگ میں صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں یا نمازی یا فرشتے۔ اسی نسبت سے سورۃ کا نام صافات ہے۔

سورت کی ابتداء:

سورت کی ابتداء ہوتی ہے۔ ان ملائکہ کے ذکر سے۔ جو عبادت اور تسبیح وتحمید میں مصروف رہتے ہیں۔

شہاب ثاقب:

اس کے بعد جنات کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ جب وہ چوری چھپے ملأ اعلیٰ کی خبریں سننے کی کوشش کرتے ہیں تو شہاب ثاقب ان کا تعاقب کرتے ہیں اور انہیں مار بھگاتے ہیں۔

عقیدے کا مذاق:

سورۂ صافات بعث اور حساب وجزاء کے مسئلہ سے بحث کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ بعث بعد الموت کے بارے میں مشرکین کا مؤقف بڑا عجیب ہے۔ وہ اس عقیدے کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ ہڈیوں کے چورا چورا ہونے اور خاک میں مل جانے کے بعد انسان دوبارہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے۔

اللہ فرماتے ہیں:

جو کام انہیں مشکل بلکہ ناممکن محسوس ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام تیسری بار صور پھونکیں گے تو یہ سب اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے۔ (۱۹)

اپنی گمراہی کا مورد الزام:

پھر وہ بڑی حسرت اور ندامت کے ساتھ کہیں گے کہ یہ ہے اعمال کی جزا کا دن۔ جس کا ہم مذاق اڑایا کرتے تھے۔ پھر انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ وہاں آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے کو اپنی گمراہی کا مورد الزام ٹھہرائیں گے۔ (۲۰۔۳۵)

جنتیوں کا آپس میں مکالمہ:

دوزخیوں کی باہمی لعن طعن کے علاوہ یہ سورت جنتیوں کا آپس میں مکالمہ بھی ہم کو سناتی ہے۔

جب انہیں ہر طرح کی نعمتوں سے تہال کر دیا جائے گا اور وہ عزت وراحت کے تخت پر شاہزادوں سے کروڑوں گنا زیادہ خوش بیٹھے ہوں گے تو اپنے ماضی کو یاد کریں گے۔

ایک ہم نشین:

ان میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ہم نشین ہوا کرتا تھا۔ جو مجھ سے کہا کرتا تھا کہ بڑی عجیب بات ہے کہ تم آخرت کی زندگی پر ایمان رکھتے ہو۔

بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں تو ہمیں دوبارہ زندہ کر دیا جائے؟ ہم سے زندگی بھر کے اعمال کا حساب لیا جائے اور پھر کسی کو جزا اور کسی کو سزا دی جائے؟ یہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ نجانے تم کیوں ایسی ''خلاف عقل'' باتوں پر یقین رکھتے ہو۔

عقل پرست دوست:

پھر وہ اپنے ساتھیوں سے پوچھے گا کہ کیا تم اسے دیکھنا چاہتے ہو؟ اتنے میں وہ خود جھانک کر دیکھے گا تو اپنے اس ''عقل پرست'' اور منکر آخرت دوست کو دوزخ کے وسط میں جلتا ہوا دیکھے گا تو اس سے کہے گا:

"اللہ کی قسم! تو تو مجھے بھی ہلاک کر چکا تھا اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو عذاب میں حاضر کیے گئے ہیں۔" (۵۶۔۵۷)

انبیاء کے قصص:

اس کے بعد یہ سورت بعض انبیائے کرام علیہم السلام کے قصص سے بحث کرتی ہے:

❶ شیخ الانبیاء کا قصہ:

ان میں سے پہلا قصہ شیخ الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام کا ہے۔ جن کی قوم نے انہیں جھٹلایا تو جھٹلانے والوں کو غرق کر دیا گیا۔

❷ حضرت خلیل کا قصہ:

دوسرا قصہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا ہے جو کہ دو مرحلوں میں بیان ہوا ہے۔

[1] پہلے مرحلہ میں ان کی دعوت توحید کا بیان ہے:

1. کہ انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم کو کیسے ایمان کی دعوت دی۔
2. کیسے ان کے سالانہ جشن میں شرکت سے معذوری ظاہر کی۔
3. کیسے ان کے بتوں سے دو دو ہاتھ کیے۔
4. مشرکوں نے انہیں زندہ جلا ڈالنے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی۔
5. اور کیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔ (۸۳۔۹۸)

[2] ذبح وفدا:

دوسرے مرحلہ میں "ذبح وفدا" والا مشہور واقعہ بیان ہوا ہے۔ یہ واقعہ سورۂ صافات ہی میں مذکور ہے۔ باوجودیکہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر حضرت خلیل علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ لیکن یہ واقعہ "صافات" کے علاوہ کسی دوسری سورت میں مذکور نہیں ہے۔

زہرہ گداز اور جاں گسل:

یوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی اللہ کی رضا کی خاطر ابتلاؤں اور

آزمائشوں میں گزری لیکن یہ ابتلا ان سب ابتلاؤں سے زیادہ زہرہ گداز اور جاں گسل تھی:

① آپ کو خواب میں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا'
② آپ تسلیم ورضا کا پیکر بن کر فوراً تیار ہو گئے'
③ بیٹے کو خواب سنایا تو وہ بھی پیکر تسلیم تھا'
④ آپ بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑ کر ذبح کرنے لگے'
⑤ فوراً اللہ کی طرف سے وحی آئی:

''اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا''،

⑥ بے شک یہ بہت سخت اور کٹھن آزمائش تھی۔ اب لڑکے کو چھوڑ دو۔ اور تمہارے پاس جو یہ مینڈھا کھڑا ہے۔ اس کو بیٹے کے بدلے میں ذبح کر دو۔
⑦ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح نوازتے ہیں۔ (۱۱۰)

③ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون:

تیسرا واقعہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا ہے۔

④ حضرت الیاس:

چوتھا قصہ حضرت الیاس علیہ السلام کا ہے:

① جنہیں شام میں ایک ایسی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ جو ''بعل'' نامی بت کی عبادت کرتی تھی'
② اس بت کے نام پر ''بعلبک'' نامی ایک شہر آباد تھا'
③ جس کے آثار آج بھی دمشق کے مغرب میں ملتے ہیں۔

⑤ حضرت لوط:

پانچواں قصہ حضرت خلیل علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کا ہے۔

① جنہیں اردن کے اطراف میں ''سدوم'' والوں کو اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے

بھیجا گیا تھا'

۲ مگر وہ بدترین قسم کی شہوت پرستی اور کفر میں مبتلا ہو کر اندھے بہرے ہو چکے تھے'

۳ پیغام ہدایت سننے کے لیے آمادہ نہ ہوئے اور بالآخر عبرتناک عذاب کی لپیٹ میں آ کر رہے۔

۶ حضرت یونس:

چھٹا قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہے:

۱ جنہیں مچھلی کے پیٹ میں بھی کچھ عرصہ رہنا پڑا'

۲ جن کی قوم کو عذاب کے آثار دیکھ کر توبہ کا شرف حاصل ہوا۔

وہی غالب اور منصور ہیں:

انبیاء کے ان قصص کے اختتام پر ارشاد ہوتا ہے:

"اور اپنے پیغام پہنچانے والے بندوں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ وہی غالب اور منصور ہیں اور ہمارا لشکر غالب آ کر رہے گا۔" (۱۷۱-۱۷۳)

معاندین سے اعراض:

سورت کے آخر میں آپ ﷺ کو معاندین سے اعراض کرنے کا حکم ہے۔ اور اللہ کی حمد و تسبیح کا بیان ہے۔

[ترتیبی نمبر ۳۸] سورۂ ص [نزولی نمبر ۳۸]

مکی سورت: سورۂ ص مکی ہے۔

آیات: اس میں ۸۸ آیات اور ۵ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

یہ سورت حرف ص سے شروع ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے اس سورت کا نام سورۂ ص

رکھ دیا گیا۔ آیت نمبر۱

سورت کی ابتداء:

سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کی قسم کھائی ہے:

① یہ قسم یا تو قرآن کے معجزہ ہونے پر ہے۔

② یا رسول اکرم ﷺ کی صداقت پر۔

اس سورت کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

❶ ایک انسان نبی بن کر:

اللہ کی وحدانیت اور اس کی عظمت کے تکوینی آثار کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے:

کہ مشرکین تکبر، حماقت اور جہالت میں مبتلا ہیں۔ انہیں اس پر تعجب ہوتا ہے کہ انہیں سمجھانے اور ڈرانے کے لیے انہی میں سے ایک انسان نبی بن کر آیا ہے۔

پورے نظام کے لیے ایک اللہ ہی کافی ہے:

اور یہ کہ ہم نے تو مختلف شعبوں کے لیے مختلف خدا تجویز کر رکھے ہیں۔ جبکہ اس نبی کا خیال ہے کہ تمام انسانوں اور موت و حیات کے پورے نظام کے لیے ایک اللہ ہی کافی ہے۔

❷ تکذیب اور سرکشی کی وجہ:

کفار قریش کی احمقانہ اور جاہلانہ سوچ بتانے کے بعد سورۂ ص امم سابقہ کے متکبرین اور مشرکین کا انجام بتاتی ہے جو تکذیب اور سرکشی کی وجہ سے عذاب الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔ (۱۲۔۱۴)

❸ حضرت داؤد کو یاد کرنے کا حکم:

گزشتہ قوموں کے متکبرین اور مکذبین کا انجام بتاتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کو

ایک طرف صبر کرنے کی تلقین ہے تو دوسری طرف حضرت داؤد علیہ السلام کو یاد کرنے کا حکم ہے:

۱ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی، دینی اور دنیاوی قوت سے نوازا تھا،
۲ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے،
۳ نصف شب سوتے اور نصف شب عبادت کرتے تھے،
۴ وسیع سلطنت کے بادشاہ بھی تھے،
۵ اور جلیل القدر نبی بھی تھے،
۶ انہیں ذکر کرنے والا دل،
۷ شکر کرنے والی زبان،
۸ اور سحر طاری کر دینے والی آواز عطا ہوئی تھی،
۹ وہ جب زبور کی تلاوت کرتے تھے تو پرندے فضا میں رک جاتے تھے،
۱۰ حمد باری تعالیٰ میں رطب اللسان ہوتے تھے تو پہاڑ بھی مصروف حمد ہو جاتے تھے۔

۴ حضرت سلیمان کا ذکر خیر:

حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ ساتھ ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کا بھی ذکر خیر کیا گیا ہے۔

۱ ان کی سلطنت وسائل و اسباب کے اعتبار سے اپنے والد کی سلطنت سے بھی زیادہ شان و شوکت کی حامل تھی،
۲ ان کے لیے ہوا اور جنات مسخر کر دیے گئے تھے۔

۵ حضرت ایوب کا قصہ:

سورۂ ص میں تیسرا قصہ حضرت ایوب علیہ السلام کا بیان ہوا ہے۔

۱ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھے،

- ان کے پاس ثروت وغنا کی بہتات تھی،
- باغات اور حویلیاں تھیں،
- زرعی زمینیں اور ڈھور ڈنگر تھے،
- ۵ نوکر چاکر اور کئی بیٹے تھے۔

اللہ کی طرف سے آزمائش:

اللہ کی طرف سے آزمائش آئی تو سب کچھ جاتا رہا۔

1. اولاد ہلاک ہوگئی،
2. مال مویشی مر گئے،
3. باغات اجڑ گئے،
4. حویلیاں زمین بوس ہوگئیں،
5. عزیز و اقارب نے تیور بدل لیے،
6. ثروت وغنا کی جگہ فقر و فاقہ نے ڈیرے ڈال لیے،
7. خود تکلیف دہ بیماری میں مبتلا ہوگئے،
8. بعض تفاسیر میں ہے کہ یہ ابتلاء ۱۸ سال تک رہا۔

صبر و شکر کا دامن:

مگر حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی روش نہ بدلی اور صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ بالآخر آزمائش کا دور ختم ہوا اور اللہ نے پہلے سے بھی زیادہ نواز دیا۔

۶ چھ انبیاء:

حضرت ایوب علیہ السلام کے علاوہ سورۂ ص ① حضرت ابراہیم ② حضرت اسحٰق ③ حضرت یعقوب ④ حضرت اسمٰعیل ⑤ حضرت یسع ⑥ اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا اجمالی ذکر اور اللہ کی طرف سے ان سب کی تعریف بیان کرتی ہے۔

۷ حضرت آدم و ابلیس کا قصہ:

آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ابلیس کے ساتھ قدرے تفصیل سے مذکور ہے۔

۸ دعوت کی حقیقت و مقصد:

سورت کے اختتام پر اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی دعوت کی حقیقت اور مقصد بیان فرما دیں:

”اے پیغمبر! کہہ دو کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں ہوں۔ یہ قرآن تو اہل عالم کے لیے نصیحت ہے اور تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہو جائے گا۔“ (۸۶۔۸۸)

[ترتیبی نمبر ۳۹] سورۃ الزمر [نزولی نمبر ۵۹]

مکی سورت: سورۂ زمر مکی ہے۔

آیات: اس میں ۷۵ آیات اور ۸ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۷۱ میں ہے اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا اور آیت نمبر ۷۳ میں ہے اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا یعنی گروہ در گروہ۔ اسی لفظ (کلمہ) کی نسبت سے سورۃ کا نام زمر ہے۔

سورۃ کا موضوع و محور:

اس سورت کا اصل موضوع اور محور عقیدہ توحید ہے کیونکہ اللہ کی وحدانیت کا اعتقاد ہی اصل ایمان ہے۔

سورت کی ابتداء:

اس سورت کی ابتداء خاتم الانبیاء ﷺ کے عظیم معجزہ قرآن کریم کے تذکرہ سے

ہوتی ہے۔

بتایا گیا کہ یہ کتاب اس اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو غالب اور حکمت والا ہے۔

تمام مسلمانوں کو حکم:

پھر رسول اکرم ﷺ کے واسطہ سے گویا تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ عبادت کو اللہ کے لیے خالص رکھیں۔ اس میں ریا وغیرہ کی ملاوٹ ہرگز نہ ہونے دیں۔

وحدانیت پر تکوینی دلائل:

اگلی آیات میں انداز بدل بدل کر رب العالمین کی وحدانیت پر تکوینی دلائل اور براہین قائم کیے گئے ہیں اور شرک کی پرزور تردید کی گئی ہے۔

ایک قابل غور نکتہ:

یہاں ایک قابل غور نکتہ یہ ہے کہ شکم مادر میں انسان کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

''کہ اللہ تمہیں ماں کے پیٹ میں تین تاریکیوں میں پیدا فرماتا ہے۔'' (۶)

قرآن کا علمی اعجاز:

یہ قرآن کا علمی اعجاز ہے کہ وہ ایک ایسی طبی حقیقت کا صدیوں پہلے اعلان کر چکا ہے۔ جس حقیقت کا حکماء اور ڈاکٹروں کو بیسویں صدی میں علم ہوا ہے۔

ڈاکٹروں کی تحقیق:

ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ بظاہر دیکھنے میں وہ ایک ہی پردہ معلوم ہوتا ہے۔ جس میں ''جنین'' رہ رہا ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ تین پردے ہوتے ہیں۔

قرآن نے ان تین پردوں کو تین تاریکیاں اس لیے قرار دیا ہے کیونکہ وہ پردے بچے کو روشنی سے بچائے رکھتے ہیں۔

مشرک کی مثال:

توحید کا اثبات اور شرک کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے موحد اور مشرک کی مثال بیان کی ہے:

مشرک کی مثال اس غلام جیسی ہے جس میں کئی شریک ہوں اور مزاج کے اعتبار سے بھی وہ تمام شرکاء ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں نہ آپس میں اتفاق نہ محبت اور یگانگت۔

ان میں سے ایک غلام کو دائیں بھیجتا ہے تو دوسرا بائیں جانب جانے کا حکم دیتا ہے ایک کھڑا ہونے کا تو دوسرا بیٹھنے کا حکم صادر کرتا ہے۔

وہ حیران ہے کہ کس کی مانے اور کس کی نہ مانے۔

موحد کی مثال:

اور موحد کی مثال اس غلام جیسی ہے۔ جس کا مالک ایک ہو اس کے اخلاق بھی اچھے ہوں اور وہ اپنے غلام کے جذبات کا بھی لحاظ رکھتا ہو۔ (۲۹)

مالک کی خدمت میں اخلاص:

یقیناً یہ غلام اخلاص کے ساتھ اس کی خدمت کرے گا اور اسے اپنے مالک سے بھلائی اور احسان ہی کی امید رہے گی۔ پھر جب مالک رب العالمین ہو اور بندہ اسی کا ہو کر رہ جائے تو اس کے قلبی سکون اور رافت و راحت پر یقیناً بادشاہی قربان کی جاسکتی ہے۔

فہرست پارہ ۲۴

پارہ ۲۴

سورۂ زمر کا جو حصہ چوبیسویں پارہ میں آیا ہے۔اس کے مضامین کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

۱ انسانوں کے دو فریق:

قرآن دنیا کے سارے انسانوں کو دو فریقوں میں تقسیم کرتا ہے:

① ایک فریق کافروں کا ہے۔ جو اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور قرآن اور رسول (ﷺ) کی تکذیب کرتے ہیں۔ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

② دوسرا فریق انبیاء علیہم السلام اور ان کی اتباع کرنے والوں کا ہے۔ان کی جزاء جنت ہے۔(۳۲۔۳۴)

۲ رحمت اور توبہ کا دروازہ کھلا ہے:

بندوں پر اللہ کی خصوصی رحمت اور اس کے فضل واحسان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ خطا کاروں، مجرموں اور کافروں کے لیے رحمت اور توبہ کا دروازہ کھلا رکھتا ہے اور انہیں خود توبہ اور رجوع الی اللہ کی دعوت دیتا رہتا ہے۔ وہ گناہ گاروں کو مایوس نہیں کرتا۔ بلکہ ان کے دل میں امید کا چراغ روشن کرتا ہے۔اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے۔

”فرما دیجیے۔اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے۔تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ بے شک اللہ سارے گناہ معاف کر دے گا۔ یقیناً وہ بے حد بخشنے والا' انتہائی مہربان ہے۔“

ارشاد ہوتا ہے:

”اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے سامنے جھک جاؤ۔قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے پھر تمہاری مدد نہیں کی جا سکے گی۔“(۵۳۔۵۵)

۳ قیامت کے مناظر:

بندوں کو توبہ اور انابت کی دعوت دینے کے بعد یہ سورت قیامت کے مختلف مناظر بیان کرتی ہے:

۱ اللہ پر جھوٹ بولنے والے:

جب اللہ پر جھوٹ بولنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ صور پھونکا جائے گا۔ سب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔ زندگی کا حساب ہوگا۔ پھر کافروں کو کھینچ کھینچ کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔

۲ اہل تقویٰ:

اور اہل تقویٰ کو جنت میں داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی۔ فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے انہیں سلام کہیں گے اور وہ اللہ کی حمد کرتے ہوئے اپنے مسکن میں تشریف فرما ہوں گے۔ (۶۰۔۷۳)

[ترتیبی نمبر ۴۰] سورۂ غافر (مؤمن) [نزولی نمبر ۶۰]

مکی سورت: سورۂ غافر مکی ہے۔

آیات: ۸۵ آیات اور ۹ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

سورۂ غافر کو سورۂ مؤمن بھی کہا جاتا ہے۔

۱ غافر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آیت نمبر ۳ کے شروع میں غَافِرِ الذَّنْبِ آیا ہے۔ غافر کہتے ہیں بخشش کرنے والے کو، مغفرت کرنے والے کو۔ یہ اللہ کی صفت ہے۔

۲ دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک بندہ مومن کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی کے تذکرہ کی وجہ سے اس سورت کا دوسرا نام سورۂ مومن بھی ہے۔ (۲۸۔۴۵)

سورت کا موضوع:

اس کے مطالعہ سے انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس سورت کا موضوع ''حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کے درمیان معرکہ'' کا بیان ہے۔

سورت کی ابتداء:

اس سورت کی ابتداء آنحضور ﷺ کے دائمی معجزہ قرآن کے تذکرہ سے ہوتی ہے۔

تازہ اور زندہ کلام:

جو کئی صدیاں گزرنے کے باوجود آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت کا گواہ ہے۔ اللہ کے علوم و معارف پر قدامت اور کہنگی کا کوئی اثر نہیں ہے۔ وہ آج بھی تازہ اور زندہ کلام ہے۔ سائنسی ترقیاں اور جدید تحقیقات اس کے بیان کردہ علمی حقائق کی تصدیق کرتی ہیں۔ جوں جوں انسان کے علم میں اضافہ ہوگا۔ توں توں وہ قرآن کے ربانی کلام اور معجزہ ہونے کا اقرار کرتا جائے گا۔ شرط بس یہ ہے کہ اسے قلب سلیم عطا ہوا ہو اور وہ گروہی تعصب اور حاسدانہ بغض و عناد سے بالاتر ہو کر سوچے۔

ایک ہی آیت میں اللہ کی چار صفات:

قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے کا ذکر کرنے کے بعد ایک ہی آیت میں اللہ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں:

۱ ''وہ گناہ معاف کرنے والا'

۲ توبہ قبول کرنے والا'

۳ سخت سزا دینے والا'

۴ اور بندوں پر فضل و احسان کرنے والا ہے۔" (۳)

یہ سورت جن دوسرے موضوعات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱ اہل ایمان کے لیے فرشتوں کی دعائیں:

وہ فرشتے جنہیں "حملۃ العرش" (عرش کو اٹھانے والے) ہونے کا شرف حاصل ہے اور وہ جو عرش کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یہ سب اللہ کی حمد و تسبیح کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں:

۱ "اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔ پس تو مغفرت فرمادے ان لوگوں کی جو توبہ کرتے ہیں' اور تیری راہ کی اتباع کرتے ہیں۔

۲ اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

۳ اے ہمارے رب! تو انہیں بھی ان دائمی باغات میں داخل فرمادے۔ جن کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔

۴ اور ان کے آباء ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہیں۔ انہیں بھی داخل فرمادے۔ بے شک تو ہی حکمت والا ہے اور غالب۔

۵ اور ان کو عذابوں سے بچائے رکھ اور جسے تو نے اس دن عذابوں سے بچالیا تو بے شک تو نے اس پر مہربانی فرمائی اور یہی بڑی کامیابی ہے۔" (۷۔۸)

۲ قرآن کا ایک خاص اسلوب:

قرآن کا جو ایک خاص اسلوب ہے کہ ترغیب کے بعد ترہیب' جنت کے بعد جہنم اور اہل ایمان کے بعد اہل کفر کا تذکرہ کرتا ہے تو یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔

کفار اور فجار کا حال:

پہلے یہ بتایا گیا کہ مقرب فرشتے ایمان والوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ اب

کفار اور فجار کا حال بتایا جارہا ہے۔
کہ جب انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کردیا جائے گا اور وہ اپنے اعمال بد کا انجام دیکھ لیں گے تو اپنے آپ سے سخت نفرت کریں گے۔

درخواست رد کردی جائے گی:

اور اپنے آپ کو برا بھلا کہتے ہوئے معذرت پیش کریں گے۔ دنیا والی اکڑفوں کو بھول کر بڑی ذلت اور انکساری کے ساتھ آگ کے شعلوں سے نکالنے کی درخواست کریں گے۔ لیکن ان کی یہ درخواست رد کردی جائے گی۔

جہنم کے داروغے:

اور جہنم کے داروغے ان سے کہیں گے کہ جیسے آج عذاب کی شدت دیکھنے کے بعد تم اپنے آپ سے نفرت کا اظہار کررہے ہو۔ اس سے کہیں زیادہ نفرت اللہ تعالیٰ اس وقت تم سے کرتا تھا۔ جب تمہیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی۔ لیکن تم تکبر اور سرکشی کرتے ہوئے کفر کرتے تھے اور ایمان قبول کرنے سے انکار کردیتے تھے۔ (۱۰۔۱۲)

عدل و انصاف کا دن:

یہ قیامت کا دن تو بندوں کے درمیان عدل اور انصاف کا دن ہے۔ آج ہر شخص کو اس کے نیک یا بدعمل کا بدلہ مل کر رہے گا۔

ظلم اور سرکشی کے مشہور کردار:

کفار پر اللہ کے عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے ظلم اور سرکشی کے مشہور کردار فرعون کا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو پیش آیا تھا۔ یہ حقیقت سمجھانے کے لیے بیان کیا جارہا ہے کہ ظالموں اور متکبروں کا انجام کبھی بھی اچھا نہیں ہوتا۔

ایک بندہ مؤمن کا خاص طور پر تذکرہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تو کئی سورتوں میں آیا ہے۔ مگر سورۂ غافر میں اس کے

ضمن میں ایک مؤمن بندہ کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے۔(اسی تذکرہ کی وجہ سے اس سورت کا دوسرا نام ''سورہ مؤمن'' بھی ہے)۔ یہ شخص خفیہ طور پر ایمان قبول کر چکا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے مشورے ہونے لگے تو یہ صاحب ایمان انسان آپ کے دفاع کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ کیا تم ایک شخص کا خون صرف اس لیے بہانا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے جبکہ وہ تمہارے پاس واضح دلائل اور روشن معجزات بھی لے کر آیا ہے۔

صرف میری رائے ہی درست ہے:

لیکن فرعون اپنی بات پر اڑا رہا اور اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ صرف میری رائے ہی درست ہے اور میرا سوچا سمجھا فیصلہ یہی ہے کہ موسیٰ کو قتل کر دیا جائے اس سے کم درجہ کی کوئی بات قابل قبول نہیں۔

آج کے ڈکٹیٹروں کا مزاج:

(قارئین کرام اگر آپ اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ آج کے ڈکٹیٹروں کا مزاج بھی وہی ہے جو کل کے ڈکٹیٹروں کا تھا وہ اپنے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کو حرف آخر سمجھتے ہیں۔ پوری انسانیت ایسے ہی ڈکٹیٹروں کے نرغے میں ہے اور خود امت مسلمہ کی گردنوں پر بھی ایسے ہی خودسر اور متکبر مسلط ہیں۔ جو اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہیں اور کسی بڑے سے بڑے عالم کی رائے کو بھی خاطر میں نہیں لاتے)۔

فرعون کو خطرہ لاحق ہو گیا:

''رجل مؤمن'' کی تقریر اس قدر موثر تھی کہ فرعون کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ میرے درباری اس کے دل سے نکلی ہوئی باتوں سے متاثر نہ ہو جائیں۔ اس نے پہلے تو اپنا قطعی فیصلہ سنا دیا کہ اب موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) دونوں کا وجود برداشت نہیں کیا جائے گا۔

دیکھوں تو سہی کہ موسیٰ کا خدا کہاں ہے؟

پھر بندہ مؤمن کی تقریر دلپذیر کو مذاق ہی مذاق میں اڑانے کے لیے اپنے وزیر ہامان کو اس نے حکم دیا کہ میرے لیے ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کر دتا کہ میں دیکھوں تو سہی کہ موسیٰ (علیہ السلام) کا خدا کہاں ہے؟

چالاک حکمرانوں کا وتیرہ:

(یہی چالاک حکمرانوں کا وتیرہ ہوتا ہے۔ وہ کبھی دھمکی کی زبان استعمال کرتے ہیں اور کبھی مخالف کی رائے کو استہزاء کا نشانہ بنا کر اس کی اہمیت لوگوں کی نظروں سے گرا دیتے ہیں)۔

فرعون کا تمرد اور استہزاء:

فرعون کے تمرد اور استہزاء کے باوجود بندۂ مؤمن نے اپنا بیان جاری رکھا۔ لیکن ظاہر ہے فرعون نہ خود ایمان پر آمادہ ہوا نہ اپنے مقربین کو اس طرف آنے دیا۔

فرعون اس کے انصار و اعوان عذاب کی لپیٹ میں:

نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اللہ کا بندہ (بندہ مومن) تو عذاب سے بچ گیا۔ جبکہ فرعون اور اس کے اعوان و انصار عذاب کی لپیٹ میں آ گئے۔

یہ عذاب' قبر میں بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گا اور صبح و شام ان پر پیش کیا جاتا رہے گا۔ آخرت میں تو انہیں شدید ترین عذاب کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔ (۲۸۔۴۶)

۴ چند نعمتوں کا تذکرہ:

فرعون جیسے ناشکروں' متکبروں اور ظالموں کا عبرت آموز تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی چند نعمتوں کا تذکرہ کرتا ہے۔

1 خارجی کائنات:

☒ اللہ نے سکون کے لیے رات'

۲ دیکھنے اور معاش کے لیے دن بنایا ہے'
۳ زمین سکون اور قرار کے لیے'
۴ اور آسمان کو چھت بنایا ہے'
۵ حسین صورتوں سے نوازا ہے'
۶ اور رزق کے طور پر پاکیزہ چیزیں عطا فرمائی ہیں۔

یہ سب اس کی نعمتیں ہیں۔ لیکن انسان ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا۔ جن مقاصد کے لیے اللہ نے یہ نعمتیں عطا کی ہیں۔ انہیں ان مقاصد کے لیے استعمال نہیں کرتا اور نہ ہی ان میں غور وفکر کر کے اپنے خالق کو پہچانتا ہے۔ (۶۱۔۶۵)

۲ انسانی تخلیق کے مختلف مراحل:

اگر انسان خارجی کائنات پر غور وفکر کرنے کی بجائے خود اپنی تخلیق ہی میں غور وفکر کرلے تو وہ اللہ کو پہچان سکتا ہے۔ انسان اپنی تخلیق میں مختلف مراحل سے گزرتا ہے۔ ان میں سے ہر مرحلہ ہی بڑا عجیب اور حیران کن ہے۔

۱ بے جان مٹی سے اس کی ابتدا ہوتی ہے'
۲ پھر نطفہ'
۳ جما ہوا خون'
۴ گوشت کی بوٹی'
۵ ہڈیاں'
۶ ڈھانچہ'
۷ جان'
۸ عقل'
۹ سمع'
۱۰ بصر'
۱۱ پورے جسم میں ہزاروں میل لمبی پھیلی ہوئی رگوں کا جال'

۱۲ خون کی گردش،

۱۳ دل کی حرکت،

۱۴ تین سو ساٹھ جوڑ۔

۳ پیدائش کے بعد:

پیدا ہوتا ہے:

۱ تو از حد کمزور،

۲ اور عاجز،

۳ نہ طاقت گفتار،

۴ نہ تمیز و عرفان،

۵ پھر اسے اللہ عقل و فہم،

۶ اور قوت ادراک عطا کرتا ہے،

۸ بچپن کے بعد جوانی کی حدود میں قدم رکھتا ہے۔

۴ بڑھاپے کی کارگزاریاں:

پھر بڑھاپا اسے آلیتا ہے اور انسان ویسے ہی ہو جاتا ہے جیسے بچپن میں تھا۔

۱ نظر کمزور،

۲ عقل میں خلل،

۳ اعضاء میں ضعف،

۴ حواس میں تعطل،

۵ چلنے پھرنے،

۶ اور اٹھنے بیٹھنے سے عاجز۔

۵ موت:

یہاں تک کہ موت آجاتی ہے۔ موت بھی اس کی تخلیق کے مراحل میں سے ایک

مرحلہ ہے۔موت کے بعد دوبارہ زندگی دی جاتی ہے۔تاکہ اس کی تخلیق کے بقیہ مراحل کی بھی تکمیل ہوجائے۔

٦ کون ہے جو ان سارے مراحل کی نگرانی کرتا ہے:

ایک طرف انسانی زندگی کی یہ عجوبہ کاریاں اور قدرت الٰہیہ کی زندہ نشانیاں ہیں تو دوسری طرف آیات الٰہیہ میں جھگڑا کرنے والوں کا انکار اور اعراض جو یہ بھول ہی جاتے ہیں۔

کہ ہم مٹی اور نطفہ سے بڑھاپے اور موت تک کن مراحل سے گزرتے ہیں اور کون ہے جو ان سارے مراحل کی نگرانی کرتا ہے۔اسی لیے انسان کی تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

> ''کیا آپ (ﷺ) نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا۔ جو اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں یہ کہاں پھرے جارہے ہیں؟'' (٦٧۔٦٩)

ہلاک شدہ اقوام کا انجام:

سورت کے اختتام پر پہلے حضور ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے۔اس کے بعد جھٹلانے والوں کو زمین پر چل پھر کر ہلاک شدہ اقوام کا انجام اور ان کے آثار دیکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ان اقوام کو بھی اپنی ظاہری قوت اور مادی وسائل پر بڑا ناز تھا۔انہوں نے انبیاء کے معجزات اور صداقت کی واضح نشانیوں کو جھٹلا دیا۔

مشاہدہ کر لینے کے بعد ایمان قبول نہیں:

پھر جب انہوں نے اللہ کا عذاب اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیا تو توحید کا اقرار اور بت پرستی سے بیزاری کا اظہار کیا۔لیکن یہ اقرار اور اظہار ان کے کسی کام نہ آیا۔اس لیے کہ اللہ کا دستور متکبروں اور سرکشوں کے بارے میں یہ ہے:

کہ عذاب کا مشاہدہ کر لینے کے بعد ان کا ایمان قبول نہیں کیا جاتا۔ (٧٧۔٨٥)

[ترتیبی نمبر ۴۱] سورۂ فصلت (حٰم سجدہ) [نزولی نمبر ۶۱]

مکی سورت: سورۂ فصلت مکی ہے۔

آیات: اس میں ۵۴ آیات اور ۶ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

① آیت نمبر ۳ میں ہے: كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کے معانی مضامین مقاصد مواعظ احکام امثال وعدے وعیدیں اور قصص سب بالکل واضح ہیں۔ ان میں کوئی ابہام اور کوئی اخفاء نہیں۔ قرآن کی اسی صفت کی وجہ سے سورۃ کا نام سورہ فصلت ہے۔

② اس سورت میں چونکہ سجدۂ تلاوت آیا ہے اس لیے اسے حٰم سجدہ بھی کہا جاتا ہے۔ (۳۸)

③ اس سورت کا آغاز بھی حروف مقطعات میں سے ''حٰم'' کے ساتھ ہوا ہے۔

حوامیم سبعہ:

ایسی سورتوں کی تعداد سات ہے۔ جو حٰم سے شروع ہوتی ہیں۔ انہیں اصطلاح میں ''حوامیم سبعہ'' اور ''آل حٰم'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سورتیں جس ترتیب سے مصحف میں موجود ہیں۔ اسی ترتیب سے نازل ہوئی تھیں۔

قرآن کا حسن:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سورتوں کو قرآن کا حسن قرار دیا ہے۔

قرآن کا مغز:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ہر چیز کا مغز ہوتا ہے اور قرآن کا مغز

''آل حم'' ہیں۔

حوامیم سبعہ درج ذیل ہیں:

۱ مؤمن ۲ حم سجدہ ۳ شوریٰ ۴ زخرف ۵ دخان ۶ جاثیہ اور ۷ احقاف۔

کوئی ابہام اور کوئی اخفاء نہیں:

یہ سورت اپنا آغاز قرآن عظیم کے ذکر سے کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ یہ کتاب اس ہستی کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ جو بے حد مہربان اور انتہائی رحم کرنے والا ہے۔ اس سورت کے احکام اور معانی' مضامین اور مقاصد' قصص اور مواعظ' احکام اور امثال' وعدے اور وعیدیں سب بالکل واضح ہیں۔ ان میں کوئی ابہام اور کوئی اخفاء نہیں۔

وہ بد بخت:

لیکن اس وضاحت اور بیان کے باوجود بہت سارے لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں اور وہ بد بخت اپنے آپ کو خود ہی اندھوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ کانوں میں ڈاٹ ہیں اور اے نبی! ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ حائل ہے۔ لہٰذا نہ تو ہم تمہاری دعوت سمجھتے ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ ہی تجھے دیکھ پاتے ہیں۔

اپنی شخصیت کا تعارف:

مشرکین کے ہذیان اور یاوہ گوئی کے جواب میں اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ اپنی شخصیت کا تعارف اور اپنی بعثت کا مقصد بتا دیجیے۔

آپ فرما دیجیے! مجھے فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق ہونے کا دعویٰ نہیں۔ میں بشری تقاضے اور ضروریات رکھنے والا تمہارے جیسا انسان ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی اور رسالت کے ساتھ امتیاز بخشا ہے۔ (۲۔۶)

عاد وثمود کی تکذیب و انکار اور انجام:

اس کے بعد یہ سورت مشرکین کے کفر و شرک پر تعجب کا اظہار کرتی ہے۔ جو اللہ کی عظمت و جلال کے آثار کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان کا انکار کرتے ہیں۔ ان آثار و براہین کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ عاد و ثمود کی تکذیب و انکار اور ان کا انجام ذکر کیا گیا ہے۔

قوم عاد کی حیرت انگیز جسمانی قوت:

قوم عاد کو حیرت انگیز جسمانی قوت عطا کی گئی تھی۔ ان کی طاقت کا یہ حال تھا کہ ان کا ایک شخص پہاڑ سے چٹان توڑ کر الگ کر دیتا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اس قوت و طاقت کی عطا پر اللہ کا شکر ادا کرتے لیکن وہ شکر کے بجائے گھمنڈ میں مبتلا ہوگئے اور فخریہ طور پر چیلنج کرنے لگے کہ:

"ہے کوئی جو ہم سے زیادہ طاقتور ہو؟" (۱۵)

حماقت و نادانی کا جواب:

ان کی حماقت اور نادانی پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے انہیں جواب دیا گیا:

① کہ کیا تم اس ذات کی قوت و طاقت سے غافل ہوگئے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے؟

② کیا تم اس حقیقت کو بھول گئے ہو کہ تمہاری طاقت باری تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور قوت و جلال کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی؟

تیز اور ٹھنڈی ہوا کا عذاب:

پھر یوں ہوا کہ ان پر تیز اور ٹھنڈی ہوا کا عذاب مسلط کر دیا گیا۔ مسلسل سات دن تک ہوا چلی اور ہوا نے انہیں اٹھا کر یوں پٹخا۔ گویا وہ بے حیثیت کیڑے مکوڑے اور خس و خاشاک ہوں۔ (۱۶)

قوم ثمود بھی عذاب کی لپیٹ میں:

قوم ثمود نے بھی ایمان پر کفر کو ہدایت پر ضلالت کو اور بصارت پر اندھے پن کو ترجیح دی تھی۔ ایک دن جب کہ وہ اپنی عیاشیوں میں مست تھے۔

① ایک چنگھاڑ آئی جس سے کانوں کے پردے پھٹ گئے۔

② اور زلزلہ آیا جس سے سب کچھ زیر و زبر ہو کر رہ گیا۔(۱۷)

اخروی عذاب:

عاد و ثمود جیسی سرکش قوموں پر دنیاوی عذاب کا تذکرہ کرنے کے بعد اخروی عذاب کا تذکرہ ہے۔

جسم کے اعضاءِ کھال تک خلاف گواہی:

جب اللہ کے دشمنوں کو اللہ کے حضور جمع کیا جائے گا اور وہاں ان کے اعضاء یہاں تک کہ ان کے جسم کی کھال ان کے خلاف گواہی دے گی۔(۱۹۔۲۲)

مؤمنین کا تعارف:

یہ سورت متکبرین اور منکرین کے مقابلہ میں مخلص مؤمنین کا تعارف کراتی ہے۔ جن کا نمایاں ترین وصف ایمان پر استقامت ہے۔ جب انہوں نے ایک بار اللہ کو اپنا رب کہہ دیا تو اب وہ زندگی بھر اپنے اس قول و قرار پر جم گئے۔ یہی استقامت ہی ولایت ہے اور استقامت سب کرامتوں سے بڑی کرامت ہے۔

من چاہی زندگی:

اصحاب استقامت کو جنت میں ٹھکانہ دے کر کہا جائے گا کہ اب تم یہاں من چاہی زندگی گزارو۔ یہ بدلہ ہے اس کا کہ تم دنیا میں خدا چاہی زندگی گزار چکے ہو۔ (۳۰۔۳۱)

اللہ کی طرف دعوت دینے والے:

اصحاب استقامت میں سے بھی اللہ کے نزدیک سب سے معزز اور قابل تحسین

وہ لوگ ہیں جو اخلاص اور حکمت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس راہ کی مشکلات کو رضاء الٰہی کے حصول کے لیے برداشت کرتے ہیں۔ (۳۳۔۳۵)

پارہ کا اختتام:

اس پارہ کا اختتام رب تعالیٰ کے عدل کے بیان پر ہوتا ہے۔ فرمایا گیا:

''جو نیک عمل کرتا ہے۔ سو وہ اپنے لیے کرتا ہے اور جو برے کام کرتا ہے۔ سو اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (۴۶)

فہرست پارہ ۲۵

پارہ ۲۵

چوبیسویں پارہ کے آخر میں اللہ کے عدل کامل کا بیان تھا۔ جس کی وجہ سے قیامت کے دن کسی پر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

قیامت کا وقوع:

اب پچیسویں پارہ کے شروع میں ہے کہ قیامت کے وقوع کی تاریخ کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔

لوگ خرید و فروخت اور ذاتی دلچسپیوں میں منہمک ہوں گے کہ اچانک قیامت قائم ہو جائے گی۔

کہاں گئے میرے وہ شریک:

اس دن اللہ مشرکوں سے سوال کرے گا کہ کہاں گئے میرے وہ شریک جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے؟

وہ انتہائی ندامت کے ساتھ جواب دیں گے کہ آج ہمارے درمیان کوئی بھی ایسا فرد نہیں جو تیرے لیے کسی شریک کا اقرار کرتا ہو۔ (۴۷)

کائنات اور خود انسان کی ذات کے راز:

سورۂ حم کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس کائنات اور خود انسان کی ذات کے اندر جو راز ہیں۔ ان کے بارے میں انہیں مطلع فرمائے گا اور یہ راز جب کھلیں گے تو ہر کوئی جان لے گا کہ یہ کتاب برحق ہے۔ (۵۳)

انکشافات' ایجادات اور تحقیقات کا زمانہ:

اللہ کا یہ وعدہ سچا تھا اور گزشتہ چودہ سو سال سے اس وعدہ کا ایفاء ہو رہا ہے۔ کائنات اور انسان کے بارے میں ایسے ایسے انکشافات ہو رہے ہیں۔ جن کا قدیم

زمانے کے انسان نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ بالخصوص ہمارا زمانہ انکشافات' ایجادات اور تحقیقات کا زمانہ ہے۔ کوئی دن نہیں جاتا۔ جب انسان اور کائنات کے بارے میں کوئی نئی تخلیق اور کوئی نیا انکشاف سامنے نہ آتا ہو۔

1. بتایئے کس نے سوچا تھا کہ انسان چاند تک پہنچ جائے گا؟
2. اور پورے کرۂ ارض کے اردگرد گھوم جائے گا؟
3. کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ آئی ہوگی کہ مشرق میں رہنے والوں کی آوازیں اہل مغرب اور اہل مغرب کی آوازیں اہل مشرق سن سکیں گے۔
4. بلکہ آج تو آوازیں ہی نہیں ان کی صورتیں اور حرکات وسکنات بھی دکھائی دے رہی ہیں۔
5. ایک وقت تھا کہ انسان سورج کو کائنات کی عظیم ترین چیز سمجھ کر اس کے سامنے جھکتا تھا آج اس نے معلوم کرلیا کہ نظر آنے والا سورج تو کائنات کا ایک چھوٹا سا کرہ ہے اور اس جیسے کئی سوملین سورج پس پردہ موجود ہیں۔
6. انسان سمندروں اور دریاؤں کے پیٹ میں گھس گیا اور ان کے پیٹ میں جو کچھ چھپا تھا۔ اس نے اسے دیکھ لیا۔
7. انسان نے اپنے جسم' اس کی بناوٹ' اس کی خصوصیات اور اس کے اسرار ورموز کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلیا۔
8. انسانی نفسیات کے بارے میں بھی اس پر کئی راز منکشف ہوئے ہیں۔

یہی بات قرآن کو دائمی معجزہ ثابت کرتی ہے:

لیکن اس کے باوجود کس کے اندر جرأت ہے کہ وہ دعویٰ کرسکے کہ وہ کائنات اور انسان کے سارے رازوں سے واقف ہوگیا ہے اور علمی تحقیق اور سائنسی ترقی کمال کی آخری حد کو پہنچ گئی ہے۔ علم وتحقیق کی اس تیز رفتاری کا کوئی بھی مذہبی کتاب قرآن کے سوا ساتھ نہیں دے سکتی۔ یہی بات قرآن کو دائمی معجزہ ثابت کرتی ہے۔

- یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی۔
- اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہوائی تخت کی طرح مادی معجزہ نہیں ہے۔

یہ ایک علمی معجزہ ہے اور علمی دور کے لیے نازل ہوا ہے۔ انسان کا علم جتنی ترقی کرتا جائے گا۔ اس پر قرآن کی صداقت اتنی ہی کھلتی جائے گی۔

وہ وقت آ کر رہے گا۔ جب ہر غیر متعصب صاحب علم کی گردن قرآن کے سامنے جھک جائے گی۔ (انشاء اللہ)

[ترتیبی نمبر ۴۲] سورۃ الشوریٰ [نزولی نمبر ٦٢]

مکی سورت: سورۂ شوریٰ مکی سورتوں میں سے ہے۔

آیات: اس میں ۵۳ آیات اور ۵ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۳۸ میں ہے: "وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ"

اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔ ایمان والوں کی اسی نمایاں صفت کی وجہ سے اس سورت کا نام سورۂ شوریٰ رکھ دیا گیا۔

نظریاتی مسئلہ پر بحث:

دوسری مکی سورتوں کی طرح یہ بھی نظریاتی مسئلہ پر بحث کرتی ہے۔ لیکن وحی اور رسالت کے مضمون کو اس میں زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

ابتداء حروف مقطعات سے:

قرآن کے اعجاز کو بتلانے اور اس کی مثل لانے سے مخالفین کا عجز ظاہر کرنے کے لیے اس کی ابتداء حروف مقطعات سے ہوئی ہے کہ یہی وہ حروف ہیں جنہیں جوڑ کر

قرآن بنایا گیا ہے۔

اگر قرآن واقعی انسانی کاوش ہے:

کہ اگر قرآن واقعی انسانی کاوش ہے تو تم بھی ان حروف کی ترکیب سے قرآن جیسا کلام بناڈالو پورا قرآن نہیں۔ قرآن جیسی کوئی چھوٹی سے چھوٹی سورت ہی سہی۔

اس کارنامے کا سب سے بڑا فائدہ:

تمہارے اس کارنامے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ (معاذ اللہ) محمد ﷺ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے:

① نہ پروپیگنڈا کرنا پڑے گا۔

② نہ مالی وسائل استعمال کرنے پڑیں گے۔

③ نہ جنگ کی آگ میں اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو جھونکنا پڑے گا۔

لیکن اس چیلنج کو نہ کل کے منکرین نے قبول کیا۔ نہ آج کے منکرین قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔

وحی کا سرچشمہ اولین، آخرین کے لیے ایک ہی:

حروف مقطعات سے سورت کا آغاز کرنے کے متصل بعد آپ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

”اسی طرح تمہاری طرف اور تم سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کرتا ہے وہ اللہ جو کہ غالب اور حکیم ہے۔“ (۳)

گویا وحی کا سرچشمہ اولین اور آخرین کے لیے ایک ہی رہا ہے۔

قرآن عربی بھیجا تا کہ بڑے گاؤں اور اس کے اردگرد کے لوگوں کو راہ دکھاؤ:

درمیان میں اللہ کی عظمت و جلال بیان کرنے کے بعد پھر وحی اور قرآن ہی کا ذکر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

”اور اسی طرح تمہارے پاس قرآن عربی بھیجا تا کہ تم بڑے گاؤں (یعنی

مکہ) کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے اردگرد رہتے ہیں۔ ان کو راستہ دکھاؤ۔" (۷)

اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے:

وحی اور رسالت کے مضمون ہی کو مؤکد کرنے کے لیے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام ایک ہی دین کی دعوت دینے کے لیے دنیا میں تشریف لائے۔ ان کی شریعتیں اگرچہ مختلف تھیں لیکن ان سب کا دین ایک ہی تھا یعنی دین اسلام۔

حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو اسی دین کی دعوت کے لیے دنیا میں بھیجا گیا تھا۔

ان کے تفرقہ اور اختلاف ہی کو مٹانے کے لیے آنحضرت ﷺ کو مبعوث کیا گیا:

اور ان کے متبعین کو تفرقہ سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا تھا۔ لیکن اہل کتاب محض حسد اور عناد کی بناء پر تفرقہ میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے تفرقہ اور اختلاف ہی کو مٹانے اور قول فیصل سنانے کے لیے اللہ نے ہمارے آقا ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کو حکم دیا کہ:

> "آپ اسی دین کی طرف دعوت دو اور جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جاؤ اور ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کرو اور ان سے کہو کہ اللہ نے جو کتاب نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا۔" (۱۵)

مادی جہان میں ایمان کے دلائل اور تکوینی آیات:

جوں جوں یہ سورت آگے بڑھتی جاتی ہے۔ وحی اور رسالت کے ساتھ اس کا تعلق واضح ہوتا جاتا ہے۔ وحی اور رسالت کے مضمون کے علاوہ اس مادی جہان میں ایمان کے جو دلائل اور تکوینی آیات ہیں۔ ان کی طرف بھی ذہنوں کو متوجہ کیا گیا ہے۔

ایمان والوں کی نمایاں صفات:

ایمان والوں کی درج ذیل نمایاں صفات بیان کی گئی ہیں:

۱ وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔
۲ بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔
۳ اگر غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہیں۔
۴ رب کی فرماں برداری کرتے ہیں۔
۵ نماز کی پابندی کرتے ہیں۔
۶ اپنے کام باہمی مشورہ سے کرتے ہیں۔
۷ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔
۸ اگر ان پر کوئی ظلم اور زیادتی کرے تو مناسب طریقے سے بدلہ لیتے ہیں۔

اسلامی انقلاب کی راہ ہموار:

یہ صفات اگر آج کے مسلمان اپنے اندر پیدا کرلیں تو ان کی انفرادی اور معاشرتی زندگی میں ایسا انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔ جو انہیں عملی اور حقیقی مسلمان بنا کر پوری دنیا میں اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرسکتا ہے۔

سورت کا آغاز اور اختتام:

سورۂ شوریٰ کی آخری دو آیتوں میں وحی اور رسالت کا ذکر ہے۔ گویا جس مضمون سے سورت کا آغاز ہوا تھا۔ اسی پر اختتام ہو رہا ہے۔

[ترتیبی نمبر۴۳] سورۃ الزخرف [نزولی نمبر۶۳]

مکی سورت: سورۂ زخرف مکی ہے۔

آیات: اس میں ۸۹ آیات اور ۷ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ آیت نمبر ۳۵ میں زخرف کا لفظ آیا ہے۔ جو سونے اور زینت کے معنی میں آتا ہے۔ اس لیے اس سورۃ کا نام ''سورۂ زخرف'' رکھا گیا۔

سورت کا موضوع:

اس سورت کا موضوع اصول ایمان ہے۔

سورت کی ابتداء:

اس سورت کی ابتداء بھی دوسری ''حوامیم'' کی طرح آنحضرت ﷺ کے دائمی معجزہ قرآن کریم کے ذکر سے ہوتی ہے۔ اللہ نے اس روشن اور واضح کتاب کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ:

''ہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے تا کہ تم سمجھو اور یہ (قرآن) بڑی کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں ہمارے پاس لکھی ہوئی اور بڑی فضیلت اور حکمت والی ہے۔'' (۳۔۴)

دلائل قدرت:

اس کے بعد سورۂ زخرف دلائل قدرت سے بحث کرتی ہے:

۱ یہ آسمان کی نیلی چھت۔ (۹)

۱ یہ زمین کا فرش۔ (۱۰)

۳ یہ بلند و بالا پہاڑ۔

۳ یہ بہتی ہوئی نہریں۔

۵ یہ تا حد نظر پھیلے ہوئے سمندر۔

۳ یہ آسمان سے قطرہ قطرہ برسنے والی بارش۔ (۱۱)

۷ یہ سطح آب پر رواں دواں کشتیاں اور جہاز۔ (۱۲)

- ⑥ یہ ہر قسم کے چوپائے جو کھانے کے کام بھی آتے ہیں۔ (۱۲)
- ⑦ اور نقل وحمل کے بہترین ذرائع بھی ثابت ہوتے ہیں۔ (۱۳)

خالق اور صانع کی قدرت کے زندہ گواہ:

یہ سب اپنے خالق اور صانع کی قدرت اور حکمت کے زندہ گواہ ہیں:

1. ان کی گواہی شہری بھی سن سکتا ہے۔
2. اور دیہاتی بھی۔
3. ان کی زبان عالم بھی سمجھ سکتا ہے۔
4. اور جاہل بھی۔
5. یہ گواہ کل بھی موجود تھے۔
6. اور آج بھی موجود ہیں۔

ضرورت صرف:

1. ان کانوں کی ہے جو حق کی گواہی سن سکیں۔
2. ان آنکھوں کی ہے جو دیکھ سکیں۔
3. ان دلوں کی ہے جو حق کو قبول کر سکیں۔

انتہائی قابل نفرت سوچ:

یہ سورت زمانہ جاہلیت کی ایک اور انتہائی قابل نفرت سوچ کا تذکرہ کرتی ہے۔

وہ یہ کہ:

1. ایک طرف ان کی نفسیات یہ تھی کہ وہ بیٹیوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ اگر ان کے ہاں بیٹی پیدا ہو جاتی تو وہ لوگوں سے منہ چھپاتے پھرتے تھے اور اسے زندہ درگور کرنے کی تدبیریں سوچنے لگتے تھے۔
2. دوسری طرف وہ اللہ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے تھے۔
3. اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ (۱۵-۱۶)

مشرکین کا دعویٰ:

سورۂ زخرف ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی تذکرہ کرتی ہے جن کے بارے میں مشرکین کا دعویٰ تھا کہ ہم ان کی ملت اور شریعت پر ہیں۔

یہاں ان کے اس دعویٰ کی تردید کی جارہی ہے۔ یہ بتوں کے پجاری کس منہ سے اپنے آپ کو ان کی شریعت کا پیروکار قرار دیتے ہیں۔ جبکہ آپ عقیدۂ توحید کے علم بردار تھے اور یہ سر سے پاؤں تک بت پرستی کی نجاست میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں یہی کلمہ توحید چھوڑا تھا۔ (۲۶۔۲۸)

انتہائی حماقت اور جہالت پر مبنی سوچ:

اسی کلمہ کی جب حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مشرکین کو دعوت دی تو وہ اس دعوت کو سحر اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساحر کہنے لگے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کا تصور اور ان کی سوچ انتہائی حماقت اور جہالت پر مبنی ہے۔

> ''وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن دونوں بڑے شہروں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا؟'' (۳۱)

نبی بنانے کے لیے:

کیا اللہ کو نبی بنانے کے لیے ایک یتیم، فقیر اور غریب آدمی ہی ملا تھا۔ طائف اور مکہ کے سرداروں میں سے کسی سردار پر نظر انتخاب کیوں نہ پڑی؟

اختیار کا مالک:

اس کا جو جواب دیا گیا۔ اس کا حاصل یہ ہے:

① کہ ان کے درمیان گزر بسر کے ذرائع تک پر تو انہیں اختیار نہیں وہ خود اپنے رزق کے بھی مالک نہیں۔

۵ جب رزق کی تقسیم میں ان کا کوئی اختیار نہیں تو نبوت جیسے عظیم منصب کی تقسیم اور انتخاب میں انہیں کوئی اختیار کیسے دیا جا سکتا ہے۔ (۳۲)

اقتدار اور اختیارات پر ناز:

اس کے بعد اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو کہ مشرکین کی حماقت اور جہالت کا ایک نمونہ اور جھلک ہے۔

۱ فرعون کو اپنے اقتدار، سونے چاندی کے انبار اور وسیع اختیارات پر بڑا ناز تھا۔

۲ وہ اپنے آپ کو مصر کی سرزمین اور نہروں کا حقیقی مالک سمجھتا تھا۔

۳ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔

انہی نہروں اور دریاؤں میں غرق کر دیا گیا:

پھر یوں ہوا کہ اسے انہی نہروں اور دریاؤں میں سے ایک میں غرق کر دیا گیا جو اس کے خیال میں اس کی اجازت کے بغیر اپنا بہاؤ بھی جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔ (۴۶۔۵۱)

سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر اللہ اپنے پیغمبر کو جاہلوں سے اعراض کرنے اور صبر کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تم ان سے منہ پھیر لو اور سلام کہہ دو، انہیں عنقریب انجام معلوم ہو جائے گا۔''

(۸۹)

[ترتیبی نمبر۴۴] سورۃ الدخان [نزولی نمبر۶۴]

مکی سورت: سورۂ دخان مکی ہے۔

آیات: اس میں ۵۹ آیات اور تین رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت ۱۰ میں ہے:

﴿فَارۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَاۡتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ۝﴾

ترجمہ: (تو اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے صریح دھواں نکلے گا)

اسی دخان (دھواں) کی نسبت سے اس سورت کو سورہ دخان کہا جاتا ہے۔

کتاب مبین اور لیلۃ القدر:

اس سورت کی ابتداء میں بھی اللہ تعالیٰ نے ''کتاب مبین'' یعنی واضح کتاب کی قسم کھائی ہے۔

یہ کتاب اعجاز کے اعتبار سے بھی واضح ہے اور احکام و مضامین کے بیان کے اعتبار سے بھی واضح ہے۔ اللہ نے قسم اسی اعتبار سے کھائی ہے۔

کہ ہم نے اس کتاب کو مبارک رات میں نازل کیا اس سے مراد ''لیلۃ القدر'' ہے جو کہ ساری راتوں سے افضل ہے۔ (۱۔۳)

ربوبیت کا تقاضا:

یہ کتاب اللہ نے بندوں پر رحمت کے طور پر نازل کی ہے۔ ورنہ وہ بندوں کی عبادت کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ کی ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بندوں کو ہدایت سے محروم نہ رکھے۔ (۶)

شک کرتے ہیں:

لیکن مشرکین اور کفار قرآن اور بعث بعد الموت کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ (۹)

حضور ﷺ کے زمانے کے فرعون:

حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے فرعونوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنے

والے فرعون کے انجام سے ڈرایا گیا ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون:

1. ''اس کی ملکیت میں سونے کے انبار تھے۔
2. باغات کی بہتات تھی۔
3. بیسوں محلات تھے۔
4. سونا اگلتی زمینیں تھیں۔
5. ہزاروں خدام اور لونڈیاں تھیں۔
6. لاکھوں پر مشتمل فوج تھی۔
7. مختصر یہ کہ جو کچھ مصر میں تھا۔ وہ سب اسی کا تھا۔
8. وہ ہر جاندار اور بے جان چیز کا اپنے آپ کو مالک سمجھتا تھا۔'' (۲۵۔۲۷)

آمنت کہتا رہ گیا:

لیکن یہ سب کچھ اس کے کسی کام نہ آیا اور وہ اپنے ''مظلوموں'' اور محکوموں کی نظروں کے سامنے دریا کی بے رحم موجوں میں غرق ہوگیا۔ وہ ''آمنت آمنت'' (میں ایمان لے آیا' میں ایمان لے آیا) کہتا ہی رہ گیا۔ لیکن یہ چیخ و پکار اس کے کسی کام نہ آئی۔ (۲۴)

کل کے محکوم آج کے حاکم:

اس نے جو کچھ اپنے پیچھے چھوڑا۔ اس سب کا وارث اور مالک بنی اسرائیل کو بنا دیا گیا۔ کل کے محکوم آج کے حاکم اور کل کے مملوک آج کے مالک بن گئے۔ (۲۸۔۳۰)

سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر:

① ان ہولناک عذابوں کا ذکر ہے۔ جن کا سامنا اللہ کے نافرمانوں کو کرنا پڑے

گا۔

۶ اور چھوٹی سی عقل میں نہ سما سکنے والی ان نعمتوں کا ذکر ہے۔ جن سے اللہ کے نیک بندوں کو نوازا جائے گا۔ (۴۳۔۵۷)

[ترتیبی نمبر ۴۵] سورۃ الجاثیہ [نزولی نمبر ۶۵]

مکی سورت: سورۂ جاثیہ مکی ہے۔

آیات: اس میں ۳۷ آیات اور ۴ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۲۸ میں ہے:

﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾

ترجمہ: ''اور تم ہر ایک فرقے کو دیکھو گے کہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوگا''

جاثیہ کا معنی ہے ''گھٹنوں کے بل بیٹھنا'' چونکہ قیامت کے دن لوگ خوف اور ہیبت کی وجہ سے دربار الٰہی میں گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے اور اس سورت میں اس خوفناک منظر کا بیان ہے۔ اس لیے اسے ''سورہ جاثیہ'' کہا جاتا ہے۔

آغاز حروف مقطعات سے:

یہ بات تو اب قارئین کرام جان ہی چکے ہوں گے کہ جن سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے۔ ان میں سے اکثر سورتوں کی ابتداء ہمارے آقا ﷺ کے سب سے بڑے معجزہ قرآن عظیم کے ذکر سے ہوتی ہے۔ سورہ جاثیہ میں بھی ایسے ہی ہوا ہے۔

تکوینی نشانیوں کی زندہ گواہ:

قرآن کریم کی عظمت کا تذکرہ کرنے کے بعد یہ سورت ان تکوینی نشانیوں کو

بیان کرتی ہے۔ جن میں سے ہر ایک اللہ کی عظمت و جلال اور قدرت و وحدانیت کی زندہ گواہ ہے۔ (۳۔۶)

مجرموں کے مکروہ چہرے:

پھر ان مجرموں کے مکروہ چہرے سامنے لاتی ہے۔ جو آیات الٰہیہ سننے کے باوجود انکار و استکبار کی راہ نہیں چھوڑتے اور یوں بن جاتے ہیں۔ گویا انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ (۷۔۹)

نعمتوں کے بدلے بنی اسرائیل کی سرکشی:

۱. علاوہ ازیں یہ سورت ان نعمتوں کا بھی تذکرہ کرتی ہے۔ جو اللہ نے بنی اسرائیل کو:
   ① کتاب ② حکمت ③ نبوت ④ پاکیزہ روزی ⑤ اور اہل جہاں پر فضیلت اور عزت کی صورت میں عطا کی تھیں۔
۲. چاہیے تو یہ تھا کہ ان نعمتوں سے سرفراز ہونے کے بعد وہ عجز و اطاعت کا راستہ اختیار کرتے لیکن ہوا یہ کہ وہ بتدریج سرکشی اور معصیت کی راہ پر چل نکلے۔ (۱۶۔۱۷)

دنیا ہی کی زندگی:

ماضی کے یہ واقعات کفار مکہ بلکہ ہر زمانے کے کفار کو سمجھانے کے لیے بیان کیے جاتے ہیں۔

کفار حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے ہوں یا موجودہ زمانے کے۔ ان کے کفر و انکار کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ (۲۴۔۲۵)

جب کہ قرآن بار بار اس دن پر ایمان لانے کی تاکید کرتا ہے۔ جس دن نیک اور بد ہر کسی کو اس کے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا۔

قرآن کے مختلف انداز:

قرآن کا انداز:

۱ کہیں حاکمانہ ہوتا ہے۔

۲ اور کہیں ناصحانہ ہوتا ہے۔

۳ کہیں خبر کا اسلوب ہوتا ہے۔

۴ اور کہیں انشاء کا۔

۵ کہیں سوال و جواب ہوتا ہے۔

۶ اور کہیں یوں منظر کشی کی جاتی ہے۔

گویا قرآن پڑھنے والا اس دنیا میں قیامت کے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

سورت کے آخر میں قیامت کی منظر کشی:

اس سورت کے آخر میں بھی منظر کشی والا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے:

- ۱ قیامت قائم ہو چکی ہے۔
- ۱ حشر کا میدان ہے۔
- ۳ لوگ خوف کے مارے گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہیں۔
- ۴ اللہ جل شانہ بندوں سے مخاطب ہے۔ کہا جا رہا ہے۔

① کہ تم نے قیامت کو بھلا دیا تھا آج تمہیں بھلا دیا گیا ہے۔

② تم آیات الٰہیہ کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ آج تم خود مذاق بن کر رہ گئے ہو۔ (۲۸۔۳۵)

فہرست پارہ ۲۶

پارہ ۲۶

[ترتیبی نمبر ۴۶] سورۃ الاحقاف [نزولی نمبر ٦٦]

مکی سورت: سورہ احقاف مکی ہے۔

آیات: اس میں ۳۵ آیات اور ۴ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۲۱ میں ہے:

﴿وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ﴾

''اور قوم عاد کے بھائی حضرت ہود علیہ السلام) کو یاد کرو کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ہدایت کی''

اسی احقاف کی نسبت سے اس سورۃ کو سورۂ احقاف کہا جاتا ہے۔

سورت کا موضوع:

اس سورت کا موضوع بھی دوسری مکی سورتوں کی طرح تینوں بنیادی اسلامی عقائد کا اثبات ہے۔

سورت کی ابتداء:

سورت کی ابتداء ہوتی ہے قرآن کریم کی حقانیت' توحید اور حشر کے دلائل اور ان بتوں کی مذمت سے جنہیں مشرکوں نے معبود بنا رکھا تھا۔ حالانکہ وہ نہ تو سنتے تھے نہ دیکھتے تھے نہ نفع اور نقصان ان کے اختیار میں تھا اور نہ ہی وہ پرستش کرنے والوں کی دعائیں قبول کر سکتے تھے۔ (۲-٦)

مذکورہ بالا کے علاوہ سورۂ احقاف کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

① مشرکین کے شبہات و اعتراضات:

مشرکین کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا تھا تو وہ اس پر مختلف شبہات اور اعتراضات وارد کرتے تھے۔ وہ کبھی تو اسے سحر کہتے تھے اور کبھی آپ (ﷺ) کا خود تراشیدہ کلام قرار دیتے تھے اور کبھی ایمان والوں کے بارے میں کہتے تھے کہ اگر ایمان کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ فقیر، غریب اور مزدور لوگ ایمان قبول کرنے میں ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔ (۷-۱۲)

اعتراضات کے جوابات:

مشرکین کے اعتراضات ذکر کرنے کے بعد ان کے مسکت جوابات دیے گئے ہیں۔ (۷-۱۲)

② دو متضاد نمونے:

سورۂ احقاف ہمارے سامنے دو متضاد نمونے پیش کرتی ہے۔

پہلا نمونہ:

پہلا نمونہ نیک بیٹے کا ہے۔ جس کا دل نور ایمان سے منور ہے اور اس کے قدم جادہ شریعت پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔

نیک بیٹے کی تین دعائیں:

جب اس کے والدین اسے پال پوس کر جوان کر دیتے ہیں۔ وہ جسمانی اور عقلی اعتبار سے حد کمال کو پہنچ جاتا ہے تو وہ اللہ سے تین دعائیں کرتا ہے۔

① پہلی یہ کہ اے اللہ! تو مجھے نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

② دوسری یہ کہ ایسے اعمال کا کرنا میرے لیے آسان کر دے جن سے تو راضی ہو جائے۔

③ تیسری یہ کہ میری اولاد کو نیک بنا دے..........

ایسی اولاد کے لیے اللہ کی طرف سے جنت کا وعدہ ہے۔(۱۵۔۱۶)

دوسرا نمونہ:

دوسرا نمونہ شقی اور نافرمان بیٹے کا ہے۔ جس کے والدین اسے ایمان قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

شقی بیٹے کا تکبر:

تو وہ جواب میں بڑے تکبر سے کہتا ہے۔

''اف اف! تم مجھے یہ بتاتے ہو کہ مجھے (زمین سے زندہ کرکے) نکالا جائے گا۔ حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔''

(ان میں سے تو کسی کو میرے سامنے زندہ نہیں کیا گیا۔)(۱۷)

① پہلا نمونہ ایمان اور ہدایت والوں کا ہے۔

② دوسرا نمونہ اہل کفر وطغیان کا ہے۔

دونوں کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا۔

۱۲ قوم عاد کا قصہ:

یہ دو متضاد نمونے بیان کرنے کے بعد سورۂ احقاف قوم عاد کا قصہ بیان کرتی ہے۔ جنہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا جس کے نتیجے میں انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔

① عذاب دینے کے لیے بادل:

انہیں عذاب دینے کے لیے بادل بھیجا گیا۔ چونکہ کئی دنوں سے شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ اس لیے وہ بادل دیکھ کر خوش ہو گئے اور انہیں یقین آ گیا کہ آج تو موسلا دھار بارش ہو گی وہ خوشی کے مارے گھروں سے باہر نکل آئے۔

② بادل کے ساتھ تیز طوفانی ہوا:

اس بادل کے نمودار ہوتے ہی تیز اور طوفانی ہوا چلنے لگی۔ قوم عاد کے لوگ بڑے

قد آور اور جسیم تھے۔

❶ ہوا نے انہیں اپنے دوش پر اٹھایا اور فضا میں لے گئی یوں محسوس ہوتا تھا کہ کیڑے مکوڑے اڑ رہے ہیں۔

❷ پھر انہیں زمین پر پٹخ دیا وہ زمین پر مردار پڑے یوں محسوس ہوتے تھے گویا کھجور کے کھوکھلے تنے پڑے ہوئے ہیں۔

اہل مکہ:

قوم عاد کا واقعہ سنا کر اہل مکہ کو ڈرایا گیا ہے کہ تم ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہو۔ اگر سرکشی اختیار کرو گے تو تم بھی عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آ کر رہو گے۔ (۲۱-۲۶)

۴ سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے:

① کہ جو اللہ ارض و سماء کو پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ مردوں کو بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

② اور آخری آیت میں حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اولوا العزم انبیاء ﷩ کی طرح صبر کریں۔ صبر کا انجام ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے۔

[ترتیبی نمبر ۴۷] سورۂ محمد [نزولی نمبر ۹۵]

مدنی سورت: سورۂ محمد مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۳۸ آیات اور ۴ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۲ میں ہے:

﴿وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ۝﴾

''اور جو کتاب حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی اسے مانتے رہے''

① چونکہ اس آیت میں حضور اکرم کا اسم گرامی محمد ﷺ آیا ہے۔ اس لیے اس سورت کو ''سورۂ محمد'' کہا جاتا ہے۔

آقا کا اسم گرامی:

ہمارے آقا ﷺ کا اسم گرامی قرآن کریم کی طرف پانچ سورتوں میں مذکور ہے:

(آل عمران:۱۴۴)، (احزاب:۴۰)، (محمد:۲)، (فتح:۲۹)، (صف:۶)

پہلی چار سورتوں میں اسم گرامی محمد (ﷺ) ہے جبکہ آخری سورت میں احمد (ﷺ) ہے۔

② اس سورت کو ''سورۂ قتال'' بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں کفار کے ساتھ قتال کے احکام کا بیان ہے۔ (۴۔۹)

سورت کا موضوع:

اس سورت کا موضوع حقیقت میں جہاد و قتال ہے۔

کفار اور مومنین میں فرق:

سورت کی ابتداء میں کفار اور مومنین کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے۔

کفار:

کفار باطل کی اتباع کرتے ہیں۔

مومنین:

اور اہل ایمان حق کی اتباع کرتے ہیں۔

دو گروہوں کا وجود:

جب انسانوں میں ان دو گروہوں کا وجود ہوگا تو ان کے درمیان کشمکش بھی

ہوگی۔ ٹکراؤ بھی ہوگا۔ معرکہ کارزار بھی گرم ہوگا۔ اس لیے فرمایا گیا کہ:

جنگی قیدی:

''جب تم کافروں سے ٹکراؤ تو ان کی گردنیں اڑادو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو باقی بچیں انہیں) مضبوطی سے قید کرلو۔'' (۴)

جنگی قیدیوں کے احکام:

- ان قیدیوں کو بطور احسان بھی آزاد کیا جاسکتا ہے۔
- اور فدیہ لے کر بھی چھوڑا جاسکتا ہے۔
- تیسری صورت یہ ہے کہ اپنے قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کرلیا جائے۔
- چوتھی امکانی صورت یہ بھی ہے کہ انہیں غلام اور لونڈی بنالیا جائے۔

لیکن لونڈی اور غلام بنانا فرض یا واجب کا درجہ نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک انتظامی اور امکانی صورت ہے۔ جسے بوقت ضرورت اختیار کیا جاسکتا ہے۔

جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا رواج:

جس وقت جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی اجازت دی گئی۔ اس وقت پوری دنیا میں نہ صرف یہ کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنالینے کا رواج تھا۔ بلکہ ظالم لوگ ایسے آزاد انسانوں کو بھی غلام بنالیتے تھے۔ جن کا کوئی وارث یا طاقتور خاندان نہیں ہوتا تھا۔

غلاموں کے حقوق:

یہ مظلوم طبقہ کسی بھی قسم کے انسانی حقوق سے محروم تھا۔ اسلام نے ان کے حقوق متعین کیے۔ انہیں آزاد کرنے کے فضائل بتائے اور ان کے خون کو حرمت بخشی۔

اسلام کے حقوق دینے کا نتیجہ:

یہ اسلام کے حقوق دینے ہی کا نتیجہ تھا کہ تاریخ اسلام میں ایسے بے شمار غلاموں کا تذکرہ ملتا ہے۔

① جن میں سے کوئی مفسر تھا۔
② اور کوئی محدث۔
③ کوئی فاتح۔
④ اور کوئی وزیر اور فرماں روا۔

مسلمانوں نے کبھی بھی ان کی سابقہ غلامی کی وجہ سے انہیں حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا۔

غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا:

صدقہ خیرات کے دوسرے مصارف کی طرح مسلمانوں نے ایک اہم مصرف غلاموں کے ساتھ تعاون اور انہیں خرید کر آزاد کرنے کا بھی طے کر رکھا تھا۔

تیس ہزار غلام آزاد:

قرون اولیٰ کے مسلمان گردنوں کو آزاد کرنے اور کرانے میں کتنی دلچسپی رکھتے تھے۔اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے جس کے مطابق حضور اکرم ﷺ کے صرف ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار غلام خرید کر آزاد کیے۔

دین پر استقامت:

سورۂ قتال بتاتی ہے کہ اگر مسلمان اللہ کے دین پر استقامت دکھائیں گے اور اس کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے تو اللہ ان کی مدد کرے گا اور انہیں ثابت قدم رکھے گا۔(۷)

جنت کی ایک جھلک:

اللہ نے اس جنت کی ایک جھلک بھی اس سورت میں بیان کی ہے جس کا ایمان والوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔(۱۲۔۱۵)

آیات قتال سن کر:

ایمان والوں کے مقابلے میں منافقوں کا حال بھی بتایا گیا ہے۔آیات قتال سن

کر:

① ایمان والوں کی قوت ایمانی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

② جبکہ منافقوں پر موت کی سی بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔(۲۰۔۲۱)

ترغیب، وعید:

جہاد و قتال اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے ہوئے آخر میں گویا وعید کے انداز میں کہا گیا ہے:

''اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔''(۳۸)

[ترتیبی نمبر ۴۸] سورۃ الفتح [نزولی نمبر ۱۱۱]

مدنی سورت: سورۂ فتح مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۲۹ آیات اور ۴ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

❶ آیت نمبر ۱ میں ہے: انا فتحنا لك فتحا مبینا○۔ (ہم نے تم کو فتح دی۔ فتح بھی صریح و صاف)

❷ آیت نمبر ۱۸ میں ہے: واثابھم فتحا قریبا○ (اور انہیں جلد فتح عنایت کی)

❸ آیت نمبر ۲۷ میں ہے: فجعل من دون ذلك فتحا قریبا○ (سو اس نے اس سے پہلے ہی جلد فتح کرادی)

پہلی آیت میں فتحا مبینا ہے جبکہ دوسری اور تیسری دونوں آیتوں میں فتحا قریبا ہے۔ ان تینوں سے مراد صلح حدیبیہ ہے اسی وجہ سے اس سورت کا نام سورۂ فتح ہے۔(مرتب)

شانِ نزول:

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی۔ جب رسول اکرم ﷺ حدیبیہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ بخاری اور ترمذی میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"آج شام مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے بھی زیادہ محبوب ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کا کچھ حصہ تلاوت فرمایا۔

رسول اکرم ﷺ کا مدینہ میں خواب:

اس سورت کے مضامین بسہولت سمجھنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کر دیا جائے۔

خواب:

ہوا یوں کہ رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔

جب آپ نے صحابہ کرام کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو انہیں بے حد خوشی ہوئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی کا خواب برحق ہوتا ہے۔

عمرہ کی نیت سے مدینہ سے روانگی:

حضور اکرم ﷺ ذوالقعدہ ۶ ھ میں ۱۴۰۰ یا ۱۵۰۰ صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ جب آپ مکہ اور مدینہ کے درمیان پہنچے تو آپ ﷺ کو بشر بن سفیان نے اطلاع دی کہ مکہ والے آپ کی روانگی کی اطلاع پا کر باقاعدہ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔

حضرت عثمان بطور قاصد:

چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر بھیجا تاکہ وہ مکہ

والوں کو سمجھائیں کہ ہم جنگ کی نیت سے نہیں آئے ہمارا مقصد عمرہ اور زیارت کے سوا کچھ نہیں۔

بیعت رضوان:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ افواہ پھیل گئی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنے اصحاب سے عدم فرار پر بیعت لی۔

اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے کیونکہ تمام شرکاء بیعت کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ میں ان سے راضی ہو گیا ہوں۔ (۱۸)

صلح حدیبیہ:

1. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں افواہ بعد میں جھوٹی ثابت ہوئی۔
2. پھر مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا۔ قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو آئے۔
3. بات چیت ہوتی رہی۔ بالآخر معاہدہ صلح ہو گیا۔ جس کے مطابق دونوں فریق دس سال تک آپس میں امن و امان سے رہنے اور جنگ نہ کرنے پر متفق ہو گئے۔

فتح مبین:

اس معاہدہ کی بعض شقوں سے بظاہر مسلمانوں کی کمزوری ثابت ہوتی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے فتح مبین قرار دیا۔

اس صلح کا فتح مبین ہونا اس وقت بعض مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ لیکن بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ واقعی یہ فتح مبین تھی اور ابتداء اسلام سے اب تک مسلمانوں کو اس سے بڑی فتح حاصل نہیں ہوئی تھی۔

فتح مبین کا نتیجہ:

جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے:

① کہ حدیبیہ میں مسلمانوں کی تعداد کم وبیش ۱۴۰۰ تھی۔
② جبکہ صرف دو سال بعد جب ۸ھ میں مکہ فتح ہوا تو حضور اکرم ﷺ کے زیر قیادت لشکر مجاہدین کی تعداد دس ہزار تھی۔

یہ انقلاب معاہدہ امن کی وجہ سے ہوا:

یہ انقلاب معاہدۂ امن کی وجہ سے برپا ہوا۔ جب مصالحت کے بعد مشرکین نے مسلمانوں کے ساتھ میل جول اور معاملات شروع کیے تو مسلمانوں کے کردار کی پختگی' زبان کی سچائی' دامن کی عفت وعصمت اور معاملات کی صفائی نے مشرکوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ آخر وہ کون سی مخفی قوت ہے۔ جس نے کل کے شرابیوں اور رہزنوں کو زاہد و پارسا بنا دیا ہے۔ ظاہر ہے یہ قوت صرف ایمان تھی۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد ان کی گردنیں خود بخود ایمان کے سامنے جھک گئیں۔

سورۂ فتح اور صلح حدیبیہ:

سورۂ فتح اسی صلح حدیبیہ کے پس منظر میں نازل ہوئی۔ اس لیے اس میں ان واقعات کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ جن کا اس کے ساتھ تعلق اور مناسبت ہے۔

ابتدائی آیات:

① ابتدائی آیات میں نبی کریم ﷺ کو عظیم ترین فتح کی بشارت سنائی گئی ہے۔
② ایمان والوں کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے۔
③ کافروں اور منافقوں کے لیے وعید ہے۔ (۱-۶)

بیعت جہاد:

پھر یہ سورت دو متضاد گروہوں کا تذکرہ کرتی ہے۔

① پہلا گروہ:

پہلا گروہ ان مخلص اہلِ ایمان کا ہے۔ جنہوں نے وطن سے دور اور غیر مسلح ہونے

کے باوجود ہر چہ بادا باد کہتے ہوئے اللہ کے محبوب ﷺ کے مبارک ہاتھ پر بیعت جہاد کی اور یہ عہد کیا کہ آپ کی قیادت میں فتح یا شہادت تک قتال کریں گے اور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔

رب کریم کو ان کا یہ جذبہ پسند آیا اور فرمایا:

''جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔''(۱۰)

بیعت کرنے والوں سے اللہ راضی:

اگلی آیات میں ہے:

''(اے پیغمبر!) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہوگیا اور ان کے دلوں میں (جو ایمانی جذبہ) تھا۔ اس نے اسے جان لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔''(۱۸)

دوسرا گروہ:

دوسرا گروہ ان منافقوں کا تھا۔ جو حدیبیہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور ان کا باطل گمان یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ جانے والے مسلمان مکہ سے زندہ سلامت واپس نہیں آسکیں گے۔ اللہ نے ان منافقین کے بارے میں نبی (ﷺ) کو پیشگی اطلاع دے دی کہ جب آپ (ﷺ) واپس جائیں گے تو یہ اپنے پیچھے رہ جانے کے بارے میں جھوٹے اعذار پیش کریں گے۔ (۱۱-۱۲)

مسجد حرام کے بارے خواب:

سورۂ فتح وہ خواب بھی بیان کرتی ہے۔ جو حضور اکرم ﷺ نے مسجد حرام میں داخل ہونے کے بارے میں دیکھا تھا۔ (۲۷)

سورت کا اختتام:

اس سورت کے اختتام پر تین امور بیان کیے گئے ہیں:

- پہلا یہ کہ اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر اس لیے بھیجا ہے تاکہ آپ (ﷺ) اسے سارے ادیان پر غالب کر دیں۔ (انشاء اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے ایسا ہو کر رہے گا جہاں تک علمی اور برہانی غلبہ کا تعلق ہے۔ وہ آج بھی دین اسلام کو ادیان عالم پر حاصل ہے۔) (۲۸)
- دوسرے نمبر پر آپ (ﷺ) کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف کی گئی ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں بڑے سخت اور آپس میں بڑے مہربان ہیں اور وہ سب رضاء الٰہی کے طالب ہیں۔ (۲۹)
- تیسرے نمبر پر اور آخر میں ان لوگوں کے ساتھ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ (۲۹)

اے اللہ! تو ہمیں بھی ان میں سے بنا دے۔

[ترتیبی نمبر ۴۹] سورۃ الحجرات [نزولی نمبر ۱۰۶]

مدنی سورت: سورۂ حجرات مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۱۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۴ میں ہے: ینادونك من وراء الحجرات۔

- حجرات حجرہ کی جمع ہے اور حجرہ گھر اور کمرے کو کہتے ہیں۔

چونکہ اس میں ان بدوؤں اور دیہاتیوں کا ذکر ہے جو ادب سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کو عوامی انداز میں کمرے کے باہر سے آوازیں دیا کرتے تھے۔ اس لیے اسے ''سورۂ حجرات'' کہتے ہیں۔

- چونکہ اس سورت میں مکارم اخلاق بھی بیان ہوئے ہیں۔ اس لیے اسے ''سورۃ

الاخلاق والآداب'' بھی کہا جاتا ہے۔

سورت کی خصوصیت:

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پانچ مرتبہ ''یاایھا الذین آمنو'' کہہ کر خطاب کیا ہے۔

اس سورت کے اہم مضامین کو بالترتیب یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱ اللہ اور رسول کا ادب:

اس کی ابتداء میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا ادب بیان کیا گیا ہے۔

۱ وہ یہ کہ مومن کو چاہیے کہ جب تک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے حکم کو نہ جان لے اپنی رائے اور فیصلے کا ہرگز اظہار نہ کرے۔ یونہی عملی زندگی میں کتاب وسنت سے اعراض کرتے ہوئے اپنے فیصلے خود نہ کرے۔

۲ اس سے اگلی آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی (ﷺ) سے خطاب کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھا کریں۔ یونہی آپ کا نام یا کنیت ذکر کر کے ایسے نہ پکارا کریں۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ (۱۔۲)

۲ اجتماعی اور معاشرتی آداب

اجتماعی اور معاشرتی آداب بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ:

- افواہوں پر کان مت دھرا کرو اور اگر کوئی ایسا ویسا آدمی کوئی خبر تم تک پہنچائے تو اس کے بارے میں تحقیق کر لیا کرو۔
- خبروں کے بارے میں تحقیق کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اصحاب رسول کو خطاب کرتے ہوئے ان کی تعریف بھی کی گئی ہے کہ:

اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے اور کفر گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا ہے۔ (۷)

۳ دنیا بھر کے مسلمان بھائی بھائی ہیں:

اڑتی ہوئی افواہوں پر اعتماد بسا اوقات باہمی قتل وقتال تک پہنچا دیتا ہے۔ اس لیے سمجھایا گیا ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں برسر پیکار ہو جائیں تو ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو کیونکہ دنیا بھر کے مسلمان خواہ گورے ہوں یا کالے' امیر ہوں یا غریب' عربی ہوں یا عجمی سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

۴ معاشرتی خرابیاں اور برائیاں:

اس کے بعد چھ ایسی معاشرتی خرابیوں اور برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جن کی وجہ سے باہمی تعلقات بھی متاثر ہوتے ہیں اور ان میں مبتلا انسان اللہ کی نظر میں بھی اچھا شمار نہیں ہوتا۔

۱ پہلی برائی جس سے منع کیا گیا ہے۔ وہ ہے ایک دوسرے کا مذاق اڑانا۔
عام طور پر ایک شخص دوسرے کا مذاق اس وقت اڑاتا ہے۔ جب وہ اسے حقیر اور اپنے آپ کو اس سے بہتر سمجھتا ہے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ جن کے ساتھ تم تمسخر کر رہے ہو ہوسکتا ہے وہ اللہ کی نظر میں تم سے بہتر ہوں۔

۲ دوسری برائی ہے ایک دوسرے پر عیب لگانا' طعنہ دینا' ذلیل اور رسوا کرنا۔

۳ تیسری برائی ہے۔ کسی کو برے لقب سے پکارنا یا اس کا نام بگاڑنا۔

۴ چوتھی برائی ہے کسی کے بارے میں بدگمانی کرنا۔
اللہ کے نبی (ﷺ) نے بدگمانی کو بدترین جھوٹ قرار دیا ہے۔

۵ پانچویں برائی ہے۔ مسلمانوں کے عیوب اور کمزوریوں کو تلاش کرنا اور ان کی ٹوہ میں لگے رہنا۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اے وہ لوگو! کہ اپنی زبان سے تو ایمان لائے ہو مگر تمہارے دل میں

ایمان داخل نہیں ہوا۔ تم مسلمانوں کے عیوب کی ٹوہ میں مت لگو جو ایسا کرے گا اسے اللہ تعالیٰ گھر کے اندر رسوا فرمادے گا۔"

۶ چھٹی معاشرتی برائی جس سے ان آیات میں منع فرمایا گیا ہے۔ وہ ہے ایک دوسرے کی غیبت کرنا۔

غیبت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔

(۱۱۔۱۲)

مثال:

غیبت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ایسی مثال بیان فرمائی ہے۔جس سے ہر سلیم الطبع انسان نفرت کرتا ہے۔

- غیبت کرنے والا کسی جانور کا نہیں۔ بلکہ انسان کا گوشت کھاتا ہے۔
- جس انسان کا گوشت یہ کھا رہا ہے وہ کوئی غیر نہیں ہے بلکہ اس کا مسلمان بھائی ہے۔
- وہ گوشت کسی زندہ کا نہیں بلکہ مردہ کا ہے۔

۵ باہمی تعلقات کی خرابی کا بڑا سبب:

باہمی تعلقات کی خرابی کا ایک بڑا سبب حسب نسب اور مال و دولت پر فخر و غرور بھی ہوتا ہے۔

اس لیے سورۂ حجرات میں اس کی بھی جڑ کاٹ دی گئی ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ قوم' قبیلہ' ذات پات اور رنگ و نسل جیسی غیر اختیاری چیزوں میں سے کوئی چیز بھی انسان کو اللہ کے ہاں مکرم اور محبوب نہیں بناتی ہے اللہ کے ہاں عزت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔

یعنی ہر قسم کے شرک اور حرام سے بچنا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا۔

حدیث:

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی عار اور آباء پر تفاخر کو ختم کر دیا ہے۔''

لوگ بس دو ہی قسم کے ہیں:

① کچھ لوگ وہ ہیں جو نیک متقی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں۔

② اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کی نظر میں شقی اور ذلیل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔'' (۱۳)

⑥ آخری آیات میں بتایا گیا ہے کہ صرف لفظی اور ظاہری ایمان کا اعتبار نہیں بلکہ اللہ کے ہاں اس ایمان کا اعتبار ہے جو دلوں میں پیوست ہو جائے اور مومن کو اللہ کی راہ میں مال و جان کی قربانی پر آمادہ کر دے۔

[ترتیبی نمبر ۵۰] سورۂ ق [نزولی نمبر ۳۴]

مکی سورت: سورۂ ق مکی ہے۔

آیات: اس میں ۴۵ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: ق والقران المجید○

یہ سورت ق سے شروع ہو رہی ہے۔ اسی نسبت سے اس سورۃ کو سورۂ ق کہا جاتا ہے۔

سورت کی خصوصیت:

① یہ سورت اسلام کے بنیادی عقائد پر مشتمل ہے۔

۲ اسے عام طور پر نبی کریم ﷺ جمعہ اور عیدین جیسے بڑے اجتماعات میں پڑھا کرتے تھے۔

سورت کی ابتداء:

اس سورت کی ابتداء میں قرآن مجید کی قسم کھائی گئی ہے اور قسم کا جواب محذوف ہے یعنی کلام میں مذکور نہیں۔

اور وہ ہے "لیبعثن" (انہیں مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کیا جائے گا)

قرآن کی قسم چھ بار:

اللہ پاک نے اپنے کلام میں چھ بار قرآن مجید کی قسم کھائی ہے:

1. ص والقران ذی الذکر ○ (ص:۱)
2. ق والقران المجید ○ (ق:۱)
3. حم ○ والکتب المبین ○ (زخرف:۲)
4. حم ○ والکتب المبین ○ (دخان:۲)
5. یس ○ والقران الحکیم ○ (یٰس:۲)
6. والطور ○ وکتب مسطور ○ (طور:۲)

مشرکین کا تعجب:

یہ سورت بتاتی ہے کہ:

۱ مشرکین کو دوسری زندگی

۲ اور انہی میں سے ایک انسان کے نبی بننے پر بڑا تعجب ہوتا تھا۔ (۲-۳)

قدرت کا ادراک:

حالانکہ محسوسات کی اس دنیا میں ایسے عجائبات اور مخلوقات کی کوئی کمی نہیں۔ جن میں غور وفکر کر کے انسان اللہ کی بے پناہ قدرت کا ادراک کر سکتا ہے۔ (۶-۱۱)

تکذیب کا راستہ:

ان سے پہلے قوم نوح، قوم ثمود، قوم عاد، قوم لوط، فرعون اور قوم شعیب بھی انہی کی طرح تکذیب کا راستہ اختیار کر کے ہلاکت سے دوچار ہو چکے ہیں۔ (۱۲۔۱۴)

مسئولیت کا احساس:

یہ سورت انسان کو اس کی مسئولیت کا احساس دلاتی ہے کہ انسان کے دل میں جو وساوس اور خیالات گزرتے ہیں۔ ان تک کا اللہ کو علم ہے اور اس کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں۔ جو اس کے اعمال و اقوال کی نگرانی کرتے ہیں۔ جب موت آئے گی تو وہ انسان کے اعمال نامہ کو لپیٹ دیں گے اور پھر اسے میدان حشر میں اپنے اعمال کا حساب اور جواب دینا ہوگا۔ (۱۶۔۳۷)

سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر

① رسول اکرم ﷺ کو مشرکین کی بیہودہ گوئی پر صبر کی تلقین،
② اور صبح و شام اللہ کی تسبیح،
③ اور عبادت کی تلقین کی گئی ہے۔ (۳۹۔۴۰)

ہمیں خوب معلوم ہے:

آخری آیت میں فرمایا گیا:

"یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو جو ہمارے (عذاب کی) وعید سے ڈرے اسے قرآن سے نصیحت کرتے رہو۔" (۴۵)

[ترتیبی نمبر۵۱] سورۃ الذاریات [نزولی نمبر ٦٧]

مکی سورت: سورۂ ذاریات مکی ہے۔

آیات: اس میں ٦٠ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: والذریات ذروا ○

قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑ کر۔ اس میں اللہ نے ہواؤں کی قسم کھائی ہے۔ اسی نسبت سے اس سورت کو سورۂ ذاریات کہا جاتا ہے۔

سورت کا آغاز:

۱ اس سورت کے آغاز میں چار قسم کی ہواؤں کی قسم کھا کر اللہ فرماتے ہیں کہ:

''جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچ ہے اور انصاف کا دن ضرور واقع ہوگا۔'' (۱۔٦)

۲ پھر آسمان کی قسم کھا کر فرمایا کہ:

''تم ایک متناقض بات میں پڑے ہوئے ہو۔''

کل کے کافر ہوں یا آج کے کافر ہوں۔ یہ سب کسی ایک بات پر متفق نہیں:

① قیامت کے بارے میں؛

② قرآن؛

③ اور صاحب قرآن کے بارے میں؛

ان کے اقوال بالکل مختلف ہیں۔

۳ متقین کی صفات:

پھر یہ سورت متقین کا اچھا انجام اور ان کی اعلیٰ صفات بھی بتاتی ہے:

۱ کہ وہ نیک اعمال کرتے ہیں'
۲ رات کو کم سوتے ہیں'
۳ سحر کے وقت توبہ اور استغفار کرتے ہیں'
۴ ان کے اموال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں دونوں کا حق ہوتا ہے۔

۴ اللہ کی عظمت اور قدرت کے دلائل:

متقین کی صفات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کے تین دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔

۱ پہلی نشانی زمین:

پہلی نشانی زمین ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (۲۰)

۱ زمین گول ہونے کے باوجود ایسے بچھا دی گئی ہے جیسے کوئی بچھونا بچھایا جاتا ہے'
۲ اس میں آنے جانے والوں کے لیے راستے ہیں'
۳ اس میں میدان بھی ہیں'
۴ پہاڑ بھی'
۵ سمندر بھی'
۶ دریا بھی'
۷ گنگناتے چشمے بھی ہیں'
۸ اور لوہے' تانبے' سونا' چاندی' کوئلہ اور پٹرول جیسی خاموش معدنیات بھی ہیں۔

رب تعالیٰ نے وہ سب کچھ رکھ دیا ہے جس کی انسانوں کو زندگی گزارنے کے لیے ضرورت پیش آسکتی ہے۔

۲ دوسری نشانی خود انسان:

دوسری نشانی خود انسان ہے جو کہ حقیقت میں عجائب میں سے سب سے بڑا عجوبہ

ہے۔

کروڑوں اور اربوں انسانوں میں سے ہر ایک کی صورت، رنگ، چلنے کا انداز، لہجہ، آواز، طبیعت اور عقلی سطح مختلف ہے۔

اسے سننے، دیکھنے، بولنے، سوچنے، محسوس کرنے، سانس لینے، ہضم کرنے، خون کی گردش، رگوں کے پھیلاؤ اور اعصاب کا ایسا باریک اور محکم نظام دیا گیا ہے۔ جس کے مقابلے میں جدید سے جدید ترین آٹومیٹک آلات کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے:

''اور خود تمہارے نفوس میں (بھی تو نشانیاں ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں۔'' (۲۱)

حضرت قتادہ:

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص اپنی تخلیق کے بارے میں غور و فکر کرے گا۔ وہ جان لے گا کہ اسے پیدا کیا گیا ہے اور اس کے جوڑ اور اعضاء عبادت کے لیے نرم ہو جائیں گے۔''

۳ تیسری نشانی رزق:

تیسری نشانی یوں بیان کی گئی ہے:

''اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔'' (۲۲)

زندگی اور اسباب زندگی:

انسان کی زندگی اور اسباب زندگی کی فراہمی کا بہت زیادہ انحصار آسمان پر ہے۔

① بارش برستی ہے۔ جس سے زمین پر بسنے اور اگنے والی ہر چیز بشمول انسان زندگی حاصل ہوتی ہے۔

② اگر سورج طلوع نہ ہو تو نہ کوئی کھیتی اگے نہ کوئی جانور دودھ دے۔

ثابت ہوا کہ انسانی زندگی بارش کے برسنے اور شمس وقمر کے ظہور پر موقوف ہے۔

۴ موسموں کا ادل بدل بھی انہی سے تعلق رکھتا ہے۔ جو کہ غلہ جات کو اگانے اور پکانے میں خاص تاثیر رکھتا ہے۔

مہمان فرشتوں کی آمد:

پارہ ۲۶ کی آخری آیات میں ان فرشتوں کا ذکر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کی شکل میں آئے تھے اور آپ نے انہیں انسان سمجھتے ہوئے اپنی کریمانہ عادت کے مطابق بچھڑا ذبح کر کے فوراً کھانا تیار کرلیا تھا۔ (۲۴۔۲۷)

فہرست پارہ ۲۷

پارہ ۲۷

مہمان فرشتوں کی مہم:

چھبیسویں پارہ کے آخر میں ان فرشتوں کا ذکر تھا۔ جنہیں حضرت خلیل علیہ السلام عام مہمان سمجھے تھے۔ جب آپ پر ان کی حقیقت کھلی اور پتہ چلا کہ یہ فرشتے ہیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا:

''کہ تم کس مہم پر آئے ہو؟''

انہوں نے بتایا:

''کہ ہمیں قوم لوط پر پتھروں کی بارش برسانے اور انہیں تباہ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

علمی تحقیق کا اعلان:

قوم لوط کے علاوہ سورۂ ذاریات:

- ۱ فرعون، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم نوح کا انجام بتلانے کے بعد۔
- ۲ ارض وسما کی تخلیق کی طرف متوجہ کرتی ہے۔
- ۳ اور اس علمی تحقیق کا اعلان کرتی ہے کہ اللہ نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ (۴۹)

سورت کا اختتام:

۔۔ت کے اختتام پر:

- ۱ ۔ ۔انس کی تخلیق کا مقصد بتایا گیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادت

- ۲ دی گئی ہے کہ ساری مخلوق کے رزق کا کفیل اللہ ہے۔
- ۳ مشرکین کو قیامت کے دن کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

[ترتیبی نمبر ۵۲] سورۃ الطّور [نزولی نمبر ۷۶]

مکی سورت: سورۂ طور مکی ہے۔

آیات: اس میں ۴۹ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

پہلی آیت میں ہے: والطور○

اللہ جل شانہ نے کوہ طور کی قسم کھائی ہے۔ اسی کوہ طور کی نسبت سے اس سورت کا نام سورۂ طور رکھا گیا۔

سورت کی ابتداء:

اس سورت کی ابتداء میں پانچ قسمیں کھا کر فرمایا:

''بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا اسے کوئی بھی ٹال نہیں سکتا۔'' (۱۔۸)

دلوں پر قرآن کی تاثیر:

ان آیات کی تفسیر کے ضمن میں بعض مفسرین نے دلوں پر قرآن کی شدت تاثیر کے حوالے سے:

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ زمانہ کفر میں بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں بات چیت کرنے کے لیے مدینہ منورہ آئے وہ جب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب میں سورۂ طور کی تلاوت فرما رہے تھے۔

① جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ۷ پڑھی۔ جس کا ترجمہ ہے:

''بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔''(۷)

تو حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مجھے یوں لگا کہ میرا دل پھٹ جائے گا چنانچہ میں نے نزول عذاب کے ڈر سے اسلام قبول کرلیا۔''

۵ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ۳۵ اور ۳۶ تلاوت فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ سوال فرماتے ہیں:

''کیا یہ کسی کے پیدا کیے بغیر ہی پیدا ہو گئے یا انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو پیدا کرلیا یا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے۔'' (۳۵-۳۶)

تو فرماتے ہیں:

''کہ یہ آیات سن کر مجھے خیال ہوا کہ میرا دل اور ہوش وحواس اڑ جائیں گے۔''

حضرت عمر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے:

کہ ایک شب مکہ معظمہ کے گلی کوچوں میں طواف کرتے ہوئے ان کا گذر ایک مسلمان کے گھر کے پاس سے ہوا جو کہ نماز میں سورہ طور کی ابتدائی آیات تلاوت کرتے ہوئے اس آیت تک پہنچا ''ان عذاب ربك لواقع'' تو آپ گدھے سے اتر پڑے اور کافی دیر تک ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے رہے۔ پھر ایک مہینہ تک آپ گھر ہی میں رہے لوگ آپ کی عیادت کے لیے آتے تھے مگر انہیں آپ کی بیماری کا سبب معلوم نہ تھا۔

قرآن کی تلاوت اور سماع غور وتدبر سے:

تاثیر قرآن کے بے شمار واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں۔ مگر تمام واقعات کا جمع کرنا مقصود نہیں۔ اصل مقصد یہ ہے کہ ہم ان واقعات سے سبق حاصل کریں اور ہم بھی

قرآن کی تلاوت اور سماع غور وتدبر سے کریں تا کہ ہمارے دل بھی متاثر ہوں۔

متقین کا دائمی مسکن:

اس کے بعد یہ سورت متقین کے دائمی مسکن یعنی جنت کا تذکرہ کرتی ہے۔

کہ وہاں انہیں حور وغلمان، لذیذ پھل، گوشت اور لبالب جام جیسی نعمتیں مہیا ہوں گی۔ (۲۲۔۲۴)

پھر وہ آپس میں بات چیت کرتے ہوئے کہیں گے:

''ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں کے درمیان ڈرا کرتے تھے۔ پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں تیز گرم ہواؤں کے عذاب سے بچالیا ہم اس سے پہلے ہی اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ بے شک وہ محسن اور مہربان ہے۔'' (۲۵۔۲۸)

دعوت کے بارے میں مشرکین کا مؤقف:

اگلی آیات میں یہ سورت حضور اکرم ﷺ کی دعوت کے بارے میں مشرکین کے موقف کی وضاحت کرتی ہے۔

کہ وہ آپ (ﷺ) کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اور آپ (ﷺ) کو کاہن اور مجنون قرار دیتے تھے۔

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ''آپ دعوت وتذکیر کا سلسلہ جاری رکھیں یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔'' (۲۹)

سوت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر:

1. مشرکین کے باطل خیالات کی تردید کی گئی ہے۔
2. الوہیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کیے ہیں۔
3. اور ان احمقوں کی مذمت کی گئی ہے جو ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔

۴ حضور اکرم ﷺ کو تبلیغ و دعوت میں صبر کرنے اور اللہ کی تسبیح وتحمید کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (۴۸)

۵ اور یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ آپ کی حفاظت کرے گا۔

۶ اور ظالموں کو دو عذابوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایک دنیا کا عذاب اور دوسرا آخرت کا عذاب۔ (۴۷)

[ترتیبی نمبر ۵۳] سورۃ النجم [نزولی نمبر ۲۳]

مکی سورت: سورۂ نجم مکی ہے۔

آیات: اس میں ۶۲ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: والنجم اذا ھوی ○

یہاں اللہ جل شانہ نے ستارے کی قسم کھائی ہے۔ اسی نسبت سے اسے سورۂ نجم کہا جاتا ہے۔

اس سورت کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

۱ اس سورت کی ابتداء میں گرتے ہوئے ستارے کی قسم کھا کر حضور اکرم ﷺ کی صداقت بیان کی گئی ہے۔

آپ ﷺ کے معجزہ معراج کا ذکر ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے

۱ اللہ کی قدرت و بادشاہت کے عجائب وغرائب کا مشاہدہ کیا۔

۲ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔

۳ جنت' دوزخ' بیت معمور اور سدرۃ المنتہیٰ جیسی آیات اور نشانیوں کی زیارت کی۔ (۱۔۱۸)

◈ ① سورۂ نجم مشرکین کی مذمت کرتی ہے جو لات وعزیٰ اور منات جیسے بتوں کی عبادت کرتے تھے۔

② اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ (۱۹۔۲۳)

◈ ❶ یہ سورت قیامت کا تذکرہ کرتی ہے۔ جہاں نیک اور برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

❷ متقین کے بارے میں بتاتی ہے کہ وہ بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں۔

❸ اور کفار کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ وہ اسلام سے اعراض کرتے ہیں۔ (۳۲۔۳۵)

◈ ① یہ سورت بتاتی ہے کہ ہر شخص انفرادی طور پر اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ کسی کے گناہوں کا بوجھ دوسرے پر نہیں لادا جائے گا۔

② انسان جو اپنی تعریف خود کرتا ہے۔ اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ (۳۸۔۴۲)

◈ یہ سورت کریمہ قدرت ووحدانیت کے بعض دلائل ذکر کرتی ہے۔ مثلاً:

1. یہ کہ اللہ ہی ہنساتا اور وہی رلاتا ہے۔
2. وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے۔
3. اسی نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ہے۔
4. اسی کے ذمے دوبارہ پیدا کرنا ہے۔
5. وہی مالدار بناتا اور سرمایہ دیتا ہے۔
6. اسی نے نافرمان قوموں کو ہلاک کیا۔ (۴۳۔۵۵)

سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر قرآن کے بارے میں مشرکین کا جو رویہ تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ:

پس کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو۔ ہنس رہے ہو روتے نہیں ہو؟ بلکہ تم کھیل رہے ہو۔ اب اللہ کے سامنے سجدے کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ (۵۹۔۶۲)

[ترتیبی نمبر ۵۴] سورۃ القمر [نزولی نمبر ۳۷]

مکی سورت: سورۂ قمر مکی ہے۔

آیات: اس میں ۵۵ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: اقتربت الساعة وانشق القمر ○

''قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہوگیا (اس سے مراد چاند دو ٹکڑے ہوگیا''

اسی معجزہ کی نسبت سے اس سورت کا نام سورۂ قمر رکھا گیا۔

اس سورت میں:

① وعدے بھی ہیں'
② وعیدیں بھی ہیں'
③ مومنوں کے لیے بشارتیں بھی ہیں'
④ اور کفار کے لیے ڈراوے بھی ہیں'
⑤ مواعظ اور عبرتیں بھی ہیں'
⑥ نبوت و رسالت'
⑦ بعث و نشور'
⑧ اور قضا و قدر جیسے بنیادی عقائد بھی ہیں۔

اس سورت کے اہم مضامین کی چند جھلکیاں یوں پیش کی جاسکتی ہیں:

[1] اس سورت کی پہلی آیت میں قرب قیامت اور شق قمر کا ذکر ہے۔

❶ قرب قیامت:

قیامت کے قریب آ جانے کا مطلب یہ ہے کہ نبوت محمدیہ کا زمانہ اس زمانے کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ جو آپ (ﷺ) سے پہلے گزر چکا ہے۔

مجھے اور قیامت کو یوں بھیجا گیا ہے:

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"مجھے اور قیامت کو یوں بھیجا گیا ہے۔"

❷ شق قمر:

ہمارے آقا ﷺ کا مشہور معجزہ ہے جب اہل مکہ نے آپ (ﷺ) سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو آپ (ﷺ) نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

لیکن جن کے مقدر میں ہدایت نہ تھی وہ کہاں ماننے والے تھے۔ اسی لیے فرمایا گیا:

"اگر یہ کوئی بھی معجزہ دیکھ لیں تو منہ پھیر لیں گے اور کہہ دیں گے کہ یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔" (۲)

اس دن کا انتظار:

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ (ﷺ) ان سے اعراض فرمائیں اور اس دن کا انتظار کریں:

❶ جب یہ قبروں سے اس حال میں کھڑے ہوں گے کہ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی۔

❷ چہروں پر ذلت کی سیاہی چھائی ہوگی۔

❸ پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے۔

۵ اور وہ خود کہیں گے کہ یہ دن تو ہمارے لیے بڑا سخت ثابت ہوا ہے۔ (۶۔۸)

۲ جن جرائم کا ارتکاب:

اس کے بعد یہ سورت کفار مکہ کو ڈراتی ہے کہ کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ آ جائے جیسا عذاب تم سے پہلی اقوام پر آیا کیونکہ تم بھی انہی جرائم کا ارتکاب کر رہے ہو جن جرائم کا ارتکاب وہ کرتی تھیں۔

تباہی کے بعد سوال:

یہاں جن تباہ شدہ اقوام کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ ان کی تباہی کا قصہ بیان کرنے کے بعد عام طور پر یہ سوال بار بار کیا ہے کہ:

''بتاؤ! میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی رہیں؟'' (۱۶،۲۱،۳۰)

سوال کے بعد اطلاع:

اور اس سوال کے متصل بعد یہ اطلاع دی ہے کہ:

''اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟'' (۱۷،۲۲،۳۲،۴۰)

قرآن آسان ہونے کا مطلب:

قرآن کے آسان ہونے کا مطلب یہ ہے:

۱ کہ اسے پڑھنا،

۲ حفظ کرنا،

۳ اس سے نصیحت حاصل کرنا،

۴ اور اس پر عمل کرنا بہت آسان ہے،

۵ اس کے آسان ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ ایسے دیہاتی بھی قرآن کریم کی تلاوت بسہولت کر لیتے ہیں جو اپنی مادری زبان میں چھوٹا سا کتابچہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔

۶ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اپنے سینوں میں ساری نزاکتوں اور قواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے محفوظ کر لیتے ہیں۔

۷ جب صاف دل والے اسے پڑھتے اور سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں اور دلوں میں عمل کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔

۸ اس کے آسان ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کس و ناکس اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کی آیات سے مسائل استنباط کرنے لگے اور مجتہد بن کر بیٹھ جائے۔

۳ سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تقدیر:

''ہم نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔'' (۴۹)

لوح محفوظ:

اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے خواہ وہ خیر ہو یا شر۔ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ مرتب اور حکمت کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ جو کچھ ہونے والا ہے۔ سب لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور موجود ہونے سے پہلے ہی اللہ کو معلوم ہے۔

عقیدہ تقدیر:

اس آیت کریمہ سے اہل سنت و الجماعت نے عقیدہ تقدیر کے اثبات پر استدلال کیا ہے۔

ان آیات میں یہ وضاحت بھی کردی گئی ہے کہ انسانوں کے بارے میں چھوٹی بڑی باتیں سب لوح محفوظ میں درج ہیں اور کراماً کاتبین بھی لکھ رہے ہیں۔

چھوٹا گناہ:

لہٰذا کسی بھی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر اس کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔

چھوٹی نیکی:

اور کسی بھی نیکی کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے۔

رضا اور عزت کا مسکن:

آخر میں متقین کو اچھے انجام اللہ کی رضا اور عزت کے مسکن کی بشارت سنائی گئی ہے۔(۵۲۔۵۵)

[ترتیبی نمبر۵۵] سورۃ الرحمٰن [نزولی نمبر۹۷]

مدنی سورت: سورہ رحمٰن مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۷۸ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: الرحمٰن○

① یہ سورت اللہ جل شانہ کی صفت سے شروع ہو رہی ہے۔ اسی وجہ سے اس سورت کو سورۂ رحمٰن کہتے ہیں۔

② اس کا دوسرا نام ''عروس القرآن'' بھی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر چیز کی عروس (دلہن، زینت) ہوتی ہے۔ قرآن کی عروس سورۂ رحمان ہے۔''

نعمت کبریٰ:

اس سورت میں باری تعالیٰ نے اپنی نعمتیں بیان فرمائی ہیں۔ جن میں سے سب سے پہلی نعمت قرآن کا اتارا جانا اور بندوں کو اس کی تعلیم دینا ہے۔ یقیناً یہ نعمت کبریٰ

ہے۔ کوئی مادی نعمت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ہر نعمت کا کوئی نہ کوئی بدل ہوسکتا ہے۔ لیکن قرآن کا بدل کوئی چیز بھی نہیں بن سکتی اس کی ایک ایک آیت اور ایک ایک حرف دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

قرآن ساری آسمانی کتابوں کے مضامین کا محافظ، جامع اور ناسخ ہے۔

سورت کا آغاز:

رب تعالیٰ نے اس سورت کا آغاز اپنی صفت ''الرحمٰن'' سے فرمایا ہے گویا متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ کی ساری نعمتیں خصوصاً قرآن کی نعمت، اس کے رحمٰن ہونے کے آثار اور فیوضات ہیں۔ وہ رحمٰن ہونے کی وجہ سے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ انہیں ہر طرح کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ ان کی تعلیم اور ہدایت کے لیے اس نے قرآن نازل کیا ہے۔

تعلیم قرآن کو تخلیق انسان سے بھی پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

صحیفہ کائنات پر پھیلی نعمتیں:

اس کے بعد یہ سورت صحیفہ کائنات پر پھیلی ہوئی اللہ کی مختلف نعمتوں کا ذکر کرتی ہے:

1. سورج اور چاند جو اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حساب سے اپنی اپنی منزلوں پر رواں دواں ہیں۔ (۵)
2. ستارے اور درخت جو اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ (۶)
3. زمین جسے مخلوق کے لیے کسی فرش کی طرح بچھا دیا گیا ہے۔ (۱۰)
4. مختلف میوے، اناج اور پھل پھول جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ (۱۱-۱۲)
5. میٹھے اور کھاری پانی کے دریا جو اپنی اپنی جگہ جاری ہیں۔ (۱۹-۲۰)
6. وہ موتی اور مونگے جو ان دریاؤں سے نکالے جاتے ہیں۔ (۲۲)
7. پہاڑوں جیسی بلندی اور پھیلاؤ رکھنے والے وہ جہاز جو سمندروں میں چلتے ہیں اور حمل و نقل کے ذرائع میں سے کل بھی سب سے بہتر ذریعہ تھے اور آج بھی

بہترین ذریعہ ہیں۔(۲۴)

ان دنیاوی نعمتوں کے علاوہ اخروی نعمتوں اور عذابوں کا بھی سورۂ رحمٰن میں ذکر ہے:

اخروی عذاب:

۱ آگ کے وہ شعلے اور دھواں جن میں سانس لینا دوبھر ہو جائے گا۔(۳۵)

۱ وہ جہنم جس کی ایک چنگاری بھی انسان کو جلانے کے لیے کافی ہوگی۔(۴۳)

۳ وہ کھولتا ہوا پانی جسے دوزخی مجبوراً پئیں گے اور وہ ان کی انتڑیوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔(۴۴)

اخروی نعمتیں:

۱ دوسری طرف اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے گنجان ٹہنیوں اور شاخوں والے دو سرسبز باغات۔(۴۶)

۲ ان میں بہتے ہوئے چشمے۔(۵۰)

۳ ہر قسم کے میووں کی دو دو قسمیں۔(۵۲)

۴ اور بچھے ہوئے قالین ہوں گے۔(۷۶)

۵ دبیز ریشم کے تکیوں کے ساتھ جنتی ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔(۵۴)

۶ مذکورہ دو باغات کے علاوہ دو باغ اور بھی ہوں گے جو پہلے دو باغوں سے کم تر ہوں گے۔

۷ ان میں دو چشمے ابل رہے ہوں گے۔(۶۶)

۸ متنوع میوہ جات ہوں گے۔(۶۸)

۹ شرم وحیا اور حسن و جمال کا پیکر حوریں ہوں گی۔(۵۶)

۳۱ بار سوال:

دنیا اور آخرت کی یہ ساری نعمتیں ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سورت

میں ۳۱ بار سوال کیا ہے

﴿فبای آلاء ربکما تکذبٰن○﴾

''پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''

اگر دو چار یا دس بیس نعمتیں ہوں تو ان کو جھٹلا سکتے ہو مگر جہاں یہ حال ہو کہ نعمتیں حد وحساب سے بھی باہر ہوں تو انہیں جھٹلانا ناممکنات میں سے ہے۔

سورت کا تجزیہ:

اگر اس سورت کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے:

① رب تعالیٰ نے ابتداء میں اپنی تخلیق کے عجائب اور مظاہر ذکر کیے ہیں اور ان کے ضمن میں یہ آیت ''فبای آلاء ربکما تکذبٰن○'' آٹھ بار آئی ہے۔

② اس کے بعد جہنم اور اس کے عذابوں کا ذکر کرتے ہوئے ۷ بار یہ آیت ذکر کی ہے۔ قرآن پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ جہنم کے دروازے بھی ۷ ہیں۔ (۸+۷=۱۵)

③ پھر جنت کے باغات اور اہل جنت کا تذکرہ کرتے ہوئے ۸ بار یہ آیت آئی ہے اتفاق سے جنت کے دروازے بھی ۸ ہیں (۱۵+۸=۲۳)

④ آخر میں ایسے باغات کا ذکر ہے جو درجہ کے اعتبار سے پہلے باغات سے کم ہیں۔ ان باغات کے ضمن میں بھی یہ آیت ۸ بار آئی ہے۔ (۲۳+۸=۳۱)

اہل علم کا اخذ شدہ نتیجہ:

جو شخص پہلی ۸ پر اعتقاد پر رکھے گا اور ان کے تقاضوں پر عمل رکھے گا۔

① اسے باری تعالیٰ جہنم کے سارے دروازوں سے بچالے گا۔

② اور دونوں قسم کی جنتوں کا حق دار بنادے گا۔

کج فہموں کا اعتراض:

کج فہموں نے اعتراض اٹھایا ہے کہ جہنم اور جہنم کے عذاب کون سی نعمت ہیں کہ

ان کا ذکر کرتے ہوئے بھی بار بار سوال کیا گیا ہے۔ ''بتاؤ اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''

اعتراض کا جواب:

اس کا جواب دو طرح سے دیا گیا ہے:

① پہلا یہ کہ ظالموں، سرکشوں اور نافرمانوں کو عذاب دینا اللہ کے عدل کا تقاضا اور مظلوموں کے حق میں رحمت اور نعمت ہے۔

② دوسرا یہ کہ کفر و شرک اور فسق و فجور کا انجام ظہور سے پہلے ہی بندوں کو بتا دینا کریم و رحیم ذات کا بہت بڑا احسان ہے۔

خطرہ اور مصیبت کی پیشگی اطلاع:

- کیا یہ امر باعث تعجب نہیں کہ دنیا کے کسی خطرہ اور مصیبت کی پیشگی اطلاع دینے والے کو تو ہم اپنا محسن سمجھیں۔
- لیکن اس مالک کو محسن نہ سمجھیں۔ جس نے ہمیں آخرت کے خطرات کے بارے میں دنیا ہی میں مطلع فرما دیا۔
- جبکہ دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلے میں۔
- اور دنیا کے خطرات آخرت کے خطرات کے مقابلے میں کچھ حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر فرمایا:

''تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو عزت و جلال والا ہے۔''

اہل علم کا کہنا:

اہل علم کہتے ہیں کہ اس ''نام'' سے مراد وہی نام ہے۔ جس سے سورت کا آغاز

ہوا تھا۔

گویا آخر میں دوبارہ اس طرف اشارہ کر دیا گیا۔

کہ ارض وسما کی تخلیق ہو یا جنت دوزخ کا وجود اس سورت میں جو کچھ بھی بیان ہوا ہے یہ سب اس ''رحمٰن'' کی رحمت کا نتیجہ ہے۔

[ترتیبی نمبر ۵۶] سورۃ الواقعہ [نزولی نمبر ۴۶]

مکی سورت: سورۂ واقعہ مکی ہے۔

آیات: اس میں ۹۶ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے: اذا وقعت الواقعۃ○

''جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے (یعنی قیامت)۔''

1. اسی واقعہ کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ واقعہ کہا جاتا ہے۔
2. اسے ''سورۃ الغنٰی'' بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھے گا اسے کبھی بھی فاقہ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔'' (واللہ اعلم بالصواب)

قیامت قائم ہوتی ہے:

جب قیامت قائم ہوگی تو:

1. زمین میں زلزلہ برپا ہو جائے گا۔

- پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔
- اور انسان تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

① اصحاب الیمین (جو کہ جنتی ہوں گے)
② اصحاب الشمال (دوزخ میں جانے والے)
③ اور سابقون (خواص مومنین جو نیکی کے کاموں میں دوسروں سے سبقت لے جاتے تھے۔)

ان تینوں کی جزاء:

انسانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کرنے کے بعد تفصیل کے ساتھ ان میں سے ہر ایک کی جزاء بھی ذکر کی گئی ہے۔(۱۔۵۶)

کمال قدرت:

اس کے بعد یہ سورت اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت اور کمال قدرت پر دلائل قائم کرتی ہے اور بعث اور حساب کو ثابت کرتی ہے۔

۱ وہ اللہ جو پانی کے قطرے سے انسان بنا سکتا ہے۔
۲ مٹی میں ڈالے جانے والے بیج کو پودا اور درخت بنا سکتا ہے۔
۳ بادلوں سے پانی برسا سکتا ہے۔
۴ اور درخت سے آگ پیدا کر سکتا ہے۔
۵ وہ مردہ انسان کو بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

عظمت قرآن:

اپنی قدرت کے بیان کے بعد باری تعالیٰ نے اپنے کلام کی عظمت بیان کی ہے۔
عظمت قرآن کے بیان کے لیے:

① اللہ نے ستاروں کے گرنے کی قسم کھائی ہے۔ اس قسم کے بارے میں اللہ خود فرماتا ہے:

''اگر تمہیں علم ہو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔'' (۷۶)

۴ یہ قسم کھا کر فرمایا:

''بے شک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے جو ایک محفوظ کتاب میں درج ہے۔ جسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے۔'' (۷۷۔۸۰)

ستاروں کی قسم کو عظیم قسم قرار دیا:

اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی قسم کو عظیم قرار دیا تھا۔ آج سائنس کروڑوں ستاروں پر مشتمل دنیا کے بارے میں جن تحقیقات اور عجائبات کا اظہار کر رہی ہے۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی یہ بڑی قسم ہے:

۱ سائنس دان بتاتے ہیں کہ کائنات پانچ سو ملین کہکشاؤں پر مشتمل ہے۔

۲ اور ہر کہکشاں میں ایک لاکھ ملین یا اس سے کم وبیش ستارے پائے جاتے ہیں۔

۳ اور یہ ساری کہکشائیں مسلسل گردش کر رہی ہیں۔

۴ چاند مسلسل گھوم رہا ہے۔

۵ زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہے۔

۶ سورج چھ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کر رہا ہے۔

۷ پھر ستاروں میں سے کسی کی گردش کی رفتار آٹھ میل فی سیکنڈ ہے۔

۸ کسی کی ۳۳ میل فی سیکنڈ۔

۹ کسی کی ۸۴ میل فی سیکنڈ۔

۱۰ اگر یہ سیارے آپس میں ٹکرا جائیں تو تمام نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔

۱۱ اگر ان سیاروں کی رفتار میں فرق آ جائے تو ہمارے دن اور رات اور موسم تک بدل جائیں۔

ان جیسی تفصیلات کو سامنے رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی

قسم کھائی ہے۔

ستاروں اور قرآن میں مناسبت:

ستاروں اور قرآن کے درمیان مناسبت یہ ہے:

① کہ جیسے ستاروں کے ذریعے بر و بحر کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ یونہی قرآنی آیات سے جہالت اور ضلالت کی ظلمات میں سامان ہدایت حاصل کیا جاتا ہے۔

② جیسے ستاروں کی دنیا کے سارے عجائب ابھی تک انسان پر آشکارا نہیں ہوئے۔ یونہی قرآن کریم کی آیات و سور میں پوشیدہ سارے علوم و معارف سے بھی انسان آگاہ نہیں ہوسکا۔

سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسانوں کے تینوں گروہوں کے لیے جس جزاء اور سزا کی میں نے خبر دی ہے:

"یہ خبر سراسر حق اور قطعاً یقینی ہے۔ پس تو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح بیان کر۔" (۹۵۔۹۶)

[ترتیبی نمبر ۵۷] سورۃ الحدید [نزولی نمبر ۹۴]

مدنی سورت: سورۂ حدید مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۲۹ آیات اور ۴ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۲۵ میں ہے: وانزلنا الحدید فیه باس شدید○

''حدید'' لوہے کو کہتے ہیں چونکہ اس سورت میں اللہ نے لوہا پیدا کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لیے اسے سورۂ حدید کہا جاتا ہے۔

اس سورت میں بنیادی طور پر تین مضامین مذکور ہیں:

① پہلا یہ کہ کائنات میں جو کچھ ہے۔ وہ سب اللہ کا ہے۔
② وہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے۔
③ کائنات کی ہر چیز اس کی حمد اور تسبیح بیان کرتی ہے۔
④ انسان اور حیوان' شجر اور حجر' جن اور فرشتے' جمادات اور نباتات سب کے سب زبان حال اور زبان قال سے اس کی عظمت و کبریائی کا اقرار کرتے ہیں۔
⑤ جب کچھ نہیں تھا' وہ تھا جب کچھ بھی نہیں رہے گا وہ تب بھی ہوگا۔
⑥ وہ ہر چیز پر غالب ہے اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔
⑦ وہ ظاہر اتنا ہے کہ ہر چیز میں اس کی شان ہویدا ہے۔
⑧ وہ باطن اور مخفی ایسا ہے کہ کوئی عقل اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی۔
⑨ اور حواس اس کا ادراک نہیں کرسکتے۔ (۱۔۶)

۲ دوسرا مضمون:

جو اس سورت میں بیان ہوا ہے وہ یہ کہ:

[۱] اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے اور دین کی سربلندی کے لیے مال اور جان قربان کردینے کا حکم دیا گیا ہے۔
[۲] انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا گیا:
''تمہیں کیا ہوگیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حقیقت میں تو آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک اللہ ہی ہے۔'' (۱۰)
[۳] تمہاری موت کے بعد تمہارے مال و متاع اور سیم و زر کا وہ اکیلا ہی وارث ہوگا۔ پھر فرمایا:

"کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس کے لیے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لیے پسندیدہ اجر ثابت ہو جائے۔" (۱۱)

۴ انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کے ساتھ ساتھ مخلص اہل ایمان اور منافقوں کا جو حال ہوگا۔ اسے بیان کیا گیا ہے۔ (۱۲۔۱۵)

۵ پھر ایمان والوں کو جھنجھوڑنے والے انداز میں خبردار کیا گیا ہے کہ وہ منافقوں اور یہود و نصاریٰ کی طرح دنیا کی زندگی اور اس کی ظاہری کشش سے دھوکہ نہ کھائیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

"کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے۔ اس سے نرم ہو جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں۔ جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے. اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔" (۱۶)

۳ تیسرا مضمون:

جو اس سورت میں بیان ہوا ہے وہ یہ کہ:

دنیا کی زندگی کی حقیقت:

اللہ نے انسان کے سامنے دنیا کی زندگی کی حقیقت بیان کی ہے تاکہ وہ اس کی ظاہری زیب و زینت سے دھوکہ نہ کھا جائے۔

سمجھایا گیا کہ دیکھو! یہ دنیا سراب ہے۔ دھوکہ ہے۔ لہو و لعب ہے۔ کم عقل لوگ مال و اولاد کی کثرت پر فخر کرتے ہیں۔ حسب نسب پر اکڑتے ہیں۔ اپنی پوری زندگی اور ساری صلاحیتیں دنیا کا سامان جمع کرنے میں لگا دیتے ہیں۔

دنیا کی مثال:

اس دنیا کی مثال اس کھیتی کی سی ہے۔ جس کی سرسبزی اور تر و تازگی دیکھ کر کاشت

کار خوش ہوتا ہے۔ دیکھنے والے رشک کرتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ کوڑا کرکٹ بن کر سب کچھ ہوا میں اڑ جاتا ہے۔ یہی دنیا کی زندگی کا حال ہے یہ فانی ہے اور یہاں کی ہر چیز زوال پذیر ہے۔

آخرت کی زندگی:

لیکن آخرت کی زندگی دائمی ہے اور وہاں کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ (۲۰)

جنت کے حصول کے لیے:

اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ اللہ کی مغفرت اور جنت کے حصول کے لیے دوڑ لگاؤ۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ (۲۱)

دہرا اجر اور نور کا وعدہ:

سورت کے اختتام پر اللہ سے ڈرنے والوں اور رسول پر ایمان لانے والوں کے لیے دہرے اجر کا اور نور عطا کرنے کا وعدہ ہے جس کی روشنی میں وہ چلیں پھریں گے۔ (۲۸)

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہ نور عطا فرمائے۔ آمین)

فہرست پارہ ۲۸

پارہ ۲۸

[ترتیبی نمبر ۵۸] سورۃ المجادلہ [نزولی نمبر ۱۰۵]

مدنی سورت: سورہ مجادلہ مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۲۲ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا (اے پیغمبر)! جو عورت تم سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث و جدال کرتی ہے)۔ مجادلہ (جھگڑنے والی) کہا گیا اور سورت کا نام بھی اس واقعہ کے پس منظر میں مجادلہ قرار پایا۔

اس سورت میں:

① عام مدنی سورتوں کی طرح شرعی احکام کا بیان۔

② اور منافقین کا تذکرہ ہے۔

خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا:

اس سورت کی ابتداء میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی طرف اشارہ

ہے۔

جو اپنے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی شکایت لے کر آئی تھیں۔ جنہوں نے ان سے ظہار کرلیا تھا اور شکایت کا انداز ایسا تھا کہ گویا وہ جھگڑ رہی ہیں۔ اس لیے انہیں "مجادلہ" (جھگڑنے والی) کہا گیا۔

زمانہ جاہلیت میں ظہار:

اپنی بیوی کو ماں کی طرح حرام قرار دینا طلاق کے حکم میں تھا۔ اس کی وجہ سے

بیوی شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی تھی۔ قرآن نے اس حرمت کی ایک حد مقرر کردی۔ جو کفارہ دینے سے ختم ہو جاتی ہے۔(۱۔۴)

سورہ مجادلہ کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

❶ سرگوشی کا حکم:

یہ سورت سرگوشی کا حکم بیان کرتی ہے۔ یعنی اگر دو یا زیادہ شخص دوسرے لوگوں کے سامنے ایک دوسرے کے کان میں بات چیت شروع کردیں تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث:

جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو تین افراد کی صورت میں دو کی سرگوشی کو آداب مجلس کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تیسرے کے دل میں یہ بدگمانی آ سکتی ہے کہ شاید یہ دونوں میرے بارے میں کوئی خفیہ بات کر رہے ہیں۔

یہود کی عادت:

① لیکن یہاں جس سرگوشی سے منع کیا جا رہا ہے وہ یہود کی عادت تھی۔ وہ محض مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لیے آپس میں کانا پھونسی کیا کرتے تھے۔ (۸۔۱۰)

② یونہی حضور اکرم ﷺ کو سلام کرتے تھے تو منہ بگاڑ کر ''السام علیک یا ابا القاسم'' کہا کرتے تھے۔'' (۸)

ان آیات میں ان قبیح حرکات پر ان کی مذمت کی گئی ہے۔

نیکی اور تقویٰ کے بارے میں:

البتہ ایسی سرگوشیوں اور خفیہ مشوروں کی اجازت دی گئی ہے۔ جو نیکی اور تقویٰ کے بارے میں ہوں۔(۹)

۲ مجلس کا ادب:

اجتماعی آداب میں سے مجلس کا ادب یہ بیان کیا گیا ہے:

۱ کہ جب تمہیں مجلس میں وسعت پیدا کرنے کے لیے کہا جائے تو وسعت پیدا کر دیا کرو۔

۲ اور اگر تمہیں مجلس سے اٹھ جانے کے لیے کہا جائے تو اٹھ جایا کرو۔(۱۱)

باوقار مجلس:

یہ حکم صرف نبی کریم ﷺ کی مجلس کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ ہر باوقار مجلس کے لیے ہے۔ جو دین کے کسی بھی شعبہ کے سلسلہ میں منعقد ہوئی ہو۔

یہ فرض یا واجب نہیں:

لیکن یہ کوئی فرض اور واجب نہیں ہے۔ بلکہ صرف مستحب ہے۔ جو شخص پہلے سے مسجد میں یا کسی اور مجلس میں بیٹھا ہو۔ وہ اس جگہ بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ البتہ اسے چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو بعد میں آنے والے مسلمان بھائی کے لیے وسعت پیدا کر دے۔

۳ حزب الشیطٰن:

یہ سورت ان منافقوں کا بھی تذکرہ کرتی ہے:

① جو یہود سے دوستی بھی رکھتے تھے۔(۱۴)

② اور اپنے مومن ہونے پر قسمیں بھی کھاتے تھے۔(۱۴)

③ ان کے بڑے بڑے دعاوی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ''حزب الشیطان'' (شیطان کی جماعت) قرار دیا ہے۔(۱۹)

سعادت مند:

جو کسی صورت بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی نہیں

رکھتے۔ خواہ وہ ان کے ماں باپ' بیٹے' بھائی اور قبیلے والے ہی کیوں نہ ہوں۔ ان سعادت مندوں کے لیے اللہ نے چار نعمتوں کا اعلان فرمایا ہے۔

۱ پہلی نعمت:

یہ کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو جما دیا ہے۔

۲ دوسری نعمت:

یہ کہ ان کی غیبی مدد کی جائے گی۔

۳ تیسری نعمت:

یہ کہ انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

۴ چوتھی نعمت:

یہ کہ اللہ ان سے راضی ہوگیا ہے اور وہ بھی اللہ کی نعمتوں اور عطاء پر راضی ہوگئے۔ (۲۲)

[ترتیبی نمبر ۵۹] سورۃ الحشر [نزولی نمبر ۱۰۱]

مدنی سورت: سورۂ حشر مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۲۴ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۲ میں ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ﴾

''وہی تو ہے جس نے کفار اہل کتاب کو حشر اول کے وقت ان کے گھروں

سے نکال دیا)"

یہود مدینہ کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ اسی جلاوطنی کی بنا پر اس سورت کا نام "سورۂ حشر" رکھ دیا گیا۔

اس سورت کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

۱ ابتداء میں بتایا گیا ہے:

① کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثناء بیان کرتی ہے۔

② اور اس کی وحدانیت اور قدرت و جلال کی گواہی دیتی ہے۔(۱)

۲ **زندہ دلائل کا تذکرہ:**

پھر یہ سورت قدرت الٰہیہ کے بعض آثار اور زندہ دلائل کا تذکرہ کرتی ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے:

یہود مدینہ:

یہود جو کہ عرصہ دراز سے یثرب میں قیام پذیر تھے۔ انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے بڑے مضبوط قلعے تعمیر کر رکھے تھے۔ معاشی وسائل پوری طرح ان کے قبضے میں تھے۔ یثرب والوں کو انہوں نے سودی قرضوں کی سنہری زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا اور ان کا خیال یہ تھا کہ کوئی بھی ہمیں یہاں سے نہیں نکال سکتا۔ لیکن ان کی اپنی ہی کرتوتوں کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آ کر رہا۔

حشر:

اور انہیں دو بار حشر (جلاوطنی) کا سامنا کرنا پڑا۔ حشر جمع اور اخراج کے معنی میں ہے۔

① **حشر اول:**

حشر اول میں انہیں مدینہ منورہ سے شام کی طرف دھکیل دیا گیا۔

② حشرِ ثانی:

اور حشرِ ثانی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں خیبر سے شام کی طرف چلے جانے پر مجبور کر دیا۔

غیر متوقع واقعہ:

یہود کا مدینہ اور خیبر سے نکل جانا ایک ایسا واقعہ تھا۔

1. کہ یہود تو کیا خود مسلمانوں کے لیے قطعی طور پر غیر متوقع تھا۔
2. ان کی معاشی خوشحالی۔
3. دفاعی انتظامات۔
4. اور مضبوط جماعتی نظم کی وجہ سے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔
5. کہ انہیں بصد ذلت و خواری مدینہ منورہ اور خیبر سے نکلنا پڑے گا۔

ظاہری اسباب کسی کام نہ آئے:

لیکن اللہ نے جب انہیں ان کی عہد شکنی، تکذیب و انکار، تکبر اور سرکشی کی وجہ سے نکالنے کا فیصلہ کرلیا تو ظاہری اسباب ان کے کسی کام نہ آئے اور اللہ کا فیصلہ وقوع پذیر ہو کر رہا۔ (۲۔۵)

③ مالِ غنیمت:

جب یہود کے قبیلہ بنو نضیر کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا تو بہت سارا مالِ غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

مالِ فئی:

جو مالِ غنیمت قتل و قتال کے بغیر ہاتھ آ جائے۔ اسے اصطلاح میں "مالِ فئی" کہتے ہیں۔

مالِ فئی کا حکم:

اس مالِ فئی کے بارے میں حکم دیا گیا کہ اس میں مجاہدین میں سے کسی کا حق

نہیں۔ بلکہ اس کی تقسیم کا اختیار اللہ کے نبی ﷺ کو ہے۔ وہ اسے فقراء، ضعفاء، مساکین، حاجت مندوں اور قرابت داروں میں تقسیم کریں گے۔

اسلامی اقتصادیات کا فلسفہ:

یہاں اگرچہ مسئلہ تو مال فئی کی تقسیم کا بیان ہو رہا ہے۔ لیکن اس کے ضمن میں اسلامی اقتصادیات کا ایک اہم فلسفہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ:

"دولت چند اغنیاء کے ہاتھوں میں گردش کرتی رہے۔ بلکہ اسلام اس کا اس طریقے سے پھیلاؤ چاہتا ہے کہ سوسائٹی کا کوئی فرد اور کوئی طبقہ بھی محروم نہ رہے۔"

زکوۃ، صدقات، میراث اور خمس وغیرہ کی تقسیم میں یہی فکر کارفرما ہے۔

قانون سازی کا منبع اور مصدر:

اقتصادیات کے اس عظیم فلسفہ کے علاوہ قانون سازی کے منبع اور مصدر کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔ وہ یہ کہ:

"پیغمبر ﷺ جو چیز تم کو دیں۔ وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو"۔ (۷)

اتباع واجب ہے:

وہ تمام قوانین اور مسائل و احکام جو رسول اکرم ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے۔ ان کی اتباع واجب ہے۔ خواہ وہ قرآن کی صورت میں ہوں یا سنت صحیحہ کی صورت میں۔

کتاب و سنت کو نظر انداز کرتے ہوئے:

کتاب و سنت کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی قسم کی قانون سازی جائز نہیں۔

مہاجرین اور انصار:

سورۂ حشر جہاں ایک طرف اللہ کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دینے والے مہاجرین اور انصار اور ان کی اتباع کرنے والے قیامت تک کے مسلمانوں کی تعریف کرتی ہے۔ (۹)

یہود اور منافقین:

وہیں ان منافقوں کی مذمت بھی کرتی ہے۔ جو یہود کو برے وقت میں اپنے تعاون کا یقین دلاتے رہتے تھے۔

ان دونوں گروہوں (یہود اور منافقین) کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں دوزخ میں داخل ہوں گے۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ (۱۱۔۱۷)

یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہوجانا:

سورۂ حشر کے آخری رکوع میں ایمان والوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم ہے۔ انہیں سمجھایا گیا ہے کہ تم ان یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہوجانا۔ جنہوں نے حقوق اللہ کو بھلادیا۔ جس کی پاداش میں اللہ نے انہیں خود ان کی ذات کے حقوق بھی بھلا دیے اور وہ آخرت کو بھول کر حیوانوں کی طرح نفسانی خواہشات کی تکمیل ہی میں لگے رہے۔ (۱۹)

افسوس ہے انسان پر:

علاوہ ازیں اہل ایمان کو کتاب اللہ کی عظمت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے فرمایا گیا:

کہ اگر اللہ پہاڑوں کو عقل و شعور عطا فرما دیتا اور پھر ان پر قرآن نازل کر دیتا تو وہ اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہوجاتے۔ (۲۱)

افسوس ہے انسان پر کہ وہ اس بے مثال کلام کی عظمت سے ناواقف ہے اور اس

کے حقوق ادا نہیں کرتا۔

اسماء حسنٰی کے ضمن میں:

سورت کے اختتام پر اسماء حسنٰی کے ضمن میں اللہ کی عظمت اور کبریائی کا بیان ہے اور آخر میں وہی الفاظ ہیں۔ جن سے اس سورت کا آغاز ہوا تھا۔ یعنی یہ کہ:

"جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔" (۲۲۔۲۴)

[ترتیبی نمبر ۶۰] سورۃ الممتحنۃ [نزولی نمبر ۹۱]

مدنی سورت: سورۂ ممتحنہ مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۱۳ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱۰ میں ہے: اِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ" جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو ان کی آزمائش کرلو (ان کا امتحان لے لو)۔" امتحان کا ذکر آنے کی وجہ ہی سے اس سورت کو "ممتحنہ" کہا جاتا ہے۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ:

اس سورت کا ابتدائی حصہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا۔ جنہوں نے مشرکین مکہ کو ممنون احسان کرنے کے لیے خفیہ طریقے سے مکہ کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی اطلاع دینے کی کوشش کی تھی۔ (۱)

ایسی حرکت ہوگئی جو اللہ و رسول کو پسند نہ تھی:

وہ بدری اور مخلص صحابی تھے مگر ان سے ایک ایسی حرکت ہوگئی جو اللہ اور اس کے

رسول ﷺ کو پسند نہ تھی۔ بعد میں انہیں اس پر سخت ندامت ہوئی۔ انہوں نے صدق دل سے توبہ کی جو کہ قبول کرلی گئی۔ اس پس منظر میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ (۱)

یہ وہ سنگ دل لوگ ہیں:

ایمان والوں کو اللہ نے حکم دیا کہ کفار جو کہ میرے دشمن بھی ہیں اور تمہارے دشمن بھی ہیں۔ انہیں دوست نہ بناؤ۔ یہ وہ سنگ دل لوگ ہیں۔ جنہوں نے مکہ کی سرزمین ایمان والوں پر تنگ کردی اور انہیں وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کردیا۔ آج بھی ان کے دلوں میں آتش غضب بھڑک رہی ہے اور انہیں مسلمانوں کو دکھ دینے اور نقصان پہنچانے کا جو بھی موقع ہاتھ آتا ہے۔ اسے ضائع نہیں جانے دیتے۔ خواہ وہ موقع ہاتھ چلانے کا ہو۔ یا زبان چلانے کا۔ (۲)

یہ رشتے ناتے:

یہ رشتے ناتے جنہیں تم بڑی چیز سمجھتے ہو اور قبول ایمان کے باوجود ان کے مفادات کا خیال رکھتے ہو۔ یہ قیامت کے دن کچھ بھی فائدہ نہیں دیں گے۔ وہاں باپ بیٹے اور بھائی بھائی کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔ جب ان رشتوں کا یہ حال ہے:

- تو ان کی خاطر اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کرنا۔
- اور جماعت اسلامیہ کے رازوں کا افشاء کہاں کی دانشمندی ہے۔ (۳)

صرف اللہ کے لیے:

اس سوچ کی تائید اور تقویت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ جنہوں نے اللہ کے لیے اپنی مشرک قوم سے برأت کا اعلان کردیا تھا۔

ان کے نام لیواؤں پر بھی لازم ہے کہ وہ کسی سے محبت کریں تو صرف اللہ کے لیے اور دوری اختیار کریں تو صرف اللہ کے لیے۔ (۴)

کفار سے مقاطعہ کا حکم:

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار سے مقاطعہ کا حکم دیا تو انہوں نے اس کی

تعمیل میں دیر نہ کی۔

باپ نے بیٹے سے اور بھائی نے بھائی سے تعلق ختم کر دیا۔ یوں ان کے ایمانی دعوؤں کی سچائی بالکل واضح ہو کر سامنے آ گئی۔

خونی رشتے اور وطن:

لیکن خونی رشتے اور وطن ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی طرف میلان اور ان کی محبت اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھی ہے۔

فطری جذبات کا لحاظ:

اس لیے قرآن ان فطری جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کو ایک بشارت سناتا ہے اور ایک معاملہ کی اجازت دیتا ہے۔

بشارت:

بشارت تو یہ سنائی گئی کہ:

"کیا عجب کہ عنقریب ہی اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں محبت پیدا کر دے اللہ قدرت والا بڑا غفور رحیم ہے۔" (۷)

یعنی ہو سکتا ہے کہ تمہارے رشتہ داروں کو بھی ایمان قبول کرنے کی توفیق دے دی جائے۔ یوں آج کے دشمن کل کے دوست بن جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بے شمار مشرکوں کو اسلام کی حقانیت کے سامنے گردن جھکانے کی توفیق ارزانی ہوئی۔ (۷)

جس معاملہ کی اجازت دی گئی:

جس معاملہ کی اجازت دی گئی۔ وہ یہ تھا کہ جن لوگوں نے نہ تو قبول ایمان کی وجہ سے تمہارے ساتھ قتال کیا اور نہ ہی تمہیں گھروں سے نکالا۔ تم ان سے حسن سلوک کر سکتے ہو۔ (۸)

اسلام محبت اور سلامتی کا دین ہے:

اصل میں اسلام محبت اور سلامتی کا دین ہے۔ وہ محض دھونس جمانے اور کسی اعلیٰ

مقصد کے بغیر ملک اور زمین ہتھیانے کے لیے جنگ کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ ان غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور تعاون کی تلقین کرتا ہے۔ جو جنگ کو ناپسند کرتے ہوں اور امن کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہوں۔

مہاجرات خواتین کا امتحان:

سورۂ ممتحنہ ان خواتین کے بارے میں بھی رہنمائی کرتی ہے جو ایمان قبول کرنے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئی تھیں۔ ان کے بارے میں حکم دیا گیا کہ ان کا امتحان لے لو اور انہیں اچھی طرح جانچ لو کہ آیا واقعی انہوں نے ایمان کی خاطر ہجرت کی ہے۔ اگر تمہیں ان کے ایمان پر اطمینان ہو جائے تو پھر انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔

ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا:

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت نازل ہوا جب حضور اکرم ﷺ کے سخت ترین دشمن ''عقبہ بن ابی معیط'' کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آ گئیں اور ان کا والد معاہدہ حدیبیہ کے پیش نظر انہیں واپس لانے کے لیے مدینہ پہنچا تو حضور اکرم ﷺ نے اسے یہ کہہ کر خالی ہاتھ واپس لوٹا دیا کہ ہمارا معاہدہ صرف ایمان لانے والے مردوں کے بارے میں تھا۔ خواتین کے بارے میں نہیں تھا۔

اس قوم سے دوستی نہ رکھو:

اس سورت کی آخری آیت میں دوبارہ تاکید کی گئی ہے:

''اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ رکھو جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہیں۔ جیسے کہ قبر والوں سے کافر مایوس ہیں۔'' (۱۳)

[ترتیبی نمبر ۶۱] سورۃ الصّف [نزولی نمبر ۱۰۹]

مدنی سورت: سورۂ صف مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۱۴ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۴ میں ہے:

﴿يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ○﴾

"جو لوگ اللہ کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔"

مجاہدین کی اسی صفت کی بناء پر اس سورت کو سورۂ صف کہا جاتا ہے۔

سورت کا موضوع:

جہاد و قتال ہے۔

عہد کی پابندی:

اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرنے کے بعد مسلمانوں کو سختی سے تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اپنے عہد کی پابندی کیا کریں اور جو کچھ زبان سے کہیں اسے کر کے بھی دکھائیں۔ (۲۔۳)

جہاد کی ترغیب:

پھر یہ سورت مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے امت اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ اور دشمنوں کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط اور متحد ہو کر کھڑے ہونے کی تلقین کرتی ہے۔ (۴)

حضرت موسیٰ کی مخالفت:

اس کے بعد بنی اسرائیل کا تذکرہ کرتی ہے۔ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس وقت مخالفت کی۔ جب آپ نے انہیں قوم عمالقہ کے ساتھ جہاد کا حکم دیا۔ (۵)

اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں:

- ۱ اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت سنائی۔
- ۲ اور اس کی اتباع کا حکم دیا تھا۔
- ۳ بنی اسرائیل نے اس حکم کو بھی پس پشت ڈال دیا تھا۔ (۶)

دین اسلام سارے ادیان پر غالب:

یہ سورت یہ بشارت بھی سناتی ہے کہ دین اسلام سارے ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔ (۹)

حجت اور دلیل کے میدان میں تو اسے اول روز ہی سے غلبہ حاصل ہے۔ مادی' سیاسی اور ظاہری اعتبار سے بھی وہ دن دور نہیں۔ جب اسلام پوری دنیا پر غالب ضرور آئے گا۔ (انشاء اللہ)

ایسی تجارت جس میں خسارہ کا کوئی امکان نہیں:

اگلی آیات میں سورۂ صف مسلمانوں کو ایک ایسی تجارت کی دعوت دیتی ہے جس میں خسارہ کا کوئی امکان نہیں۔ کیونکہ اس تجارت کا دوسرا فریق وہ اللہ ہے۔ جس کے ساتھ معاملہ کرنے والا کبھی نقصان میں نہیں رہتا۔

وہ تجارت:

وہ تجارت ہے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور اللہ کی رضا کے لیے مال و جان کے ساتھ جہاد۔

اس تجارت کا متوقع نفع:

اور اس کا متوقع نفع ہے گناہوں کی مغفرت، جنت میں داخلہ، اللہ کی مدد اور دنیائے کفر پر غلبہ۔

کاش مسلمان یہ تجارت بھی کر کے دیکھ لیں:

کاش! مادی تجارت اور دنیاوی نفع نقصان میں ڈوبے ہوئے مسلمان یہ تجارت بھی کر کے دیکھ لیں تاکہ ان کی ذلت عزت میں اور مغلوبیت غلبے میں تبدیل ہو جائے۔

دین کی دعوت اور مدد کے لیے:

سورت کے اختتام پر اہل ایمان سے کہا گیا ہے کہ تم اللہ کے دین کی دعوت اور مدد کے لیے ایسے ہی کھڑے ہو جاؤ۔ جیسے حواری اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

ابتداء اور انتہاء میں پوری مناسبت:

آپ دیکھ رہے ہیں کہ سورت کی ابتداء میں خالی خولی باتیں کرنے اور کھوکھلے نعرے لگانے سے منع کیا گیا تھا اور اختتام پر دین الٰہی کی نصرت کے لیے کمربستہ ہونے اور کچھ کر کے دکھانے کا حکم دیا گیا ہے یوں اس کی ابتداء اور انتہاء میں پوری مناسبت پائی جاتی ہے۔

[ترتیبی نمبر ۶۲] سورۃ الجمعہ [نزولی نمبر ۱۱۰]

مدنی سورت: سورہ جمعہ مدنی ہے۔

آیات: اور اس میں ۱۱ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۹ میں ہے:

﴿اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ۝﴾

چونکہ اس میں نماز جمعہ کا ذکر ہے۔ پس اسی مناسبت سے اس سورت کو سورۂ جمعہ کہتے ہیں۔

سورت کا محور:

اس سورت کا محور جس پر پوری سورت گھومتی ہے۔ اس بار امانت کو بیان کرنا ہے۔ جسے پہلے بنی اسرائیل کے کندھوں پر رکھا گیا۔ لیکن وہ اس کا حق ادا نہ کرسکے۔

اس گدھے کی سی مثال:

اور ان کی مثال اس گدھے کی سی ہوگئی۔ جس پر بڑی متبرک اور علمی کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ اس بوجھ سے اس کی کمر جھکی جارہی ہو۔ لیکن ان کتابوں میں جو علوم و معارف اور جواہر و اسرار ہیں۔ ان سے وہ قطعاً بے خبر ہو اور نہ ہی ان سے اسے کچھ فائدہ حاصل ہو رہا ہو۔

سورت کا آغاز:

سورۂ جمعہ کا آغاز اللہ کی تسبیح وتحمید کے بیان سے ہوتا ہے۔

بعثت کے مقاصد:

اس کے بعد رسول کریم ﷺ کے اوصاف اور بعثت کے مقاصد بیان کیے گئے ہیں یعنی:

① تلاوت کتاب ② تعلیم کتاب ③ تزکیہ ④ حکمت۔ (۲)

گدھے کے ساتھ تشبیہ:

پھر یہود کا تذکرہ ہے۔ جس میں وحی آسمانی یعنی تورات کے احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے انہیں گدھے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ جس پر مقدس کتابوں کا بوجھ لدا ہو۔ (۵)

مباہلہ کی دعوت:

انہیں مباہلہ کی دعوت دی گئی ہے کہ اگر واقعی وہ ''اولیاء اللہ'' ہیں تو پھر موت کی آرزو کریں۔ کیونکہ ''اولیاء اللہ'' کے لیے یہ جہان تو قید خانہ ہے اور آخرت میں ان کے لیے نعمت و فرحت اور خوش عیشی کے ہزاروں سامان ہیں۔(٦)

پیشین گوئی:

ساتھ ہی پیشینگوئی بھی کردی گئی ہے کہ یہ موت کی آرزو کبھی نہیں کریں گے۔ (۷)

چنانچہ قرآن کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہو کر رہی۔

نماز جمعہ کی فرضیت:

سورت کا اختتام ہوتا ہے' مومنوں پر نماز جمعہ کی فرضیت کے بیان سے۔انہیں حکم دیا گیا ہے۔

- کہ اذان سنتے ہی ہر قسم کی تجارت اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو۔(۹)
- اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑا کرو۔(۹)
- البتہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہیں دوبارہ کسب معاش میں لگ جانے کی اجازت ہے۔(۱۰)

[ترتیبی نمبر ٦٣] سورة المنافقون [نزولی نمبر ۱۰۴]

مدنی سورت: سورہ منافقون مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۱۱ آیات اور دو رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ یعنی آیت کے شروع میں ہے: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ

آیت کے آخر میں ہے: اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ

چونکہ اس سورت میں منافقوں کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس سورت کو سورۂ منافقون کہا جاتا ہے۔

اس سورت میں:

اس سورت میں:

1. منافقوں کے اخلاق'
2. ان کے جھوٹ'
3. اِن کی دسیسہ کاریاں'
4. مسلمانوں کے لیے ان کے بغض وعناد'
5. ان کے ظاہر و باطن کے تضاد کو بیان کیا گیا ہے۔

مذمت کے لیے مخصوص:

یوں تو منافقوں کا مکروہ چہرہ اور قابل نفرت اوصاف کئی دوسری سورتوں میں بھی دکھائے گئے ہیں۔ لیکن یہ سورت تو گویا صرف ان کی مذمت کے لیے مخصوص ہے۔

منافقین کی صفات:

سورت کی ابتداء ہوتی ہے۔ منافقین کی صفات کے بیان سے۔ جن میں سے نمایاں ترین صفات:

1. جھوٹ
2. مکر
3. دھوکا
4. اور ظاہر و باطن کا تضاد تھا۔
5. ان کے دلوں میں کچھ تھا اور زبانوں پر کچھ تھا۔ (۱۔۳)

اپنے لیڈروں اور پوری امت کا محاسبہ:

اے اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے مخلص دوستو!

منافقوں کی نمایاں صفات کا مطالعہ کرتے ہوئے کچھ دیر کے لیے ٹھہر جایئے اور آنکھیں کھلی رکھنے کی بجائے بند کر لیجئے۔ دل کی آنکھیں کھولیے اور اپنا' اپنے لیڈروں کا اور پوری امت کا محاسبہ کیجیے کہیں یہ "نمایاں صفات" ہمارے اندر بھی تو نہیں پائی جاتیں۔

1. کیا ہر طرف جھوٹ کی غلاظت'
2. اور مکر و فریب کی نجاست کے انبار دکھائی نہیں دیتے'
3. کیا آج کا سب سے مسئلہ بڑا ظاہر و باطن اور قول و عمل کا تضاد نہیں ہے؟
4. تقریریں لچھے دار'
5. تحریریں مزیدار'
6. باتیں پر وقار'

مگر عمل کچھ بھی نہیں۔

منافقت گٹر کی نجاست کی طرح:

اور خالی ڈھول ہیں۔ جو پٹ رہے ہیں اور جن کی ہیبت ناک آواز دور دور تک پہنچ رہی ہے۔ مگر انہیں پھاڑ کر دیکھیں تو اندر سے کھوکھلے۔

(۱) نہ ایمان (۲) نہ یقین (۳) نہ توکل (۴) نہ اعتماد (۵) نہ محبت (۶) نہ معرفت (۷) نہ ایثار (۸) نہ احسان (۹) نہ خوف (۱۰) اور نہ خشیت

ایمان والی صفت کوئی نہیں جبکہ منافقت گٹر کی نجاست کی طرح ابل ابل پڑتی ہے۔

آگے بتایا گیا ہے:

(۱) کہ منافق ظاہر کے اعتبار سے بڑے پرکشش محسوس ہوتے ہیں۔

۲ جسمانی اعتبار سے بڑے باوقار۔

۳ زبان میں فصاحت اور حلاوت۔

۴ انہیں بات کرنے کا ڈھنگ خوب آتا ہے۔

۵ لیکن اندر سے کھوکھلے ہیں۔

۶ ڈرپوک اور بزدل اتنے ہیں کہ کہیں سے کوئی اونچی آواز کان میں پڑ جائے تو پریشان ہو جاتے ہیں کہ ہماری موت آ گئی۔ (۴)

سامنے آتے ہیں تو:

سامنے آتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ لیکن پیٹھ پیچھے ایسی بدبودار باتیں کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ (۷۔۸)

غافل نہ ہو جائیں:

سورت کے اختتام پر:

① مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ کہیں وہ بھی منافقوں کی طرح مال و اولاد میں مشغول ہو کر اللہ کے ذکر اور اطاعت سے غافل نہ ہو جائیں۔

② اور انہیں ترغیب دی گئی ہے کہ وہ موت کے آنے سے پہلے خرچ کر لیں ورنہ موت آ جانے کے بعد سوائے حسرت کے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

نصیحت کو پس پشت ڈال دیا:

(افسوس کہ مسلمانوں نے اس نصیحت کو پس پشت ڈال دیا ہے اور وہ اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دے لیتے ہیں کہ یہ ہمارا تذکرہ اور ہماری مذمت نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو چودہ سو سال پہلے عبد اللہ بن ابی جیسے کچھ لوگ گزرے ہیں۔ ان کا تذکرہ اور ان کی مذمت ہے۔ گویا قرآن کی بعض سورتیں اور بعض آیات ایسی ہیں جن کا تعلق آج کے زمانے سے بالکل نہیں ہے)۔

[ترتیبی نمبر ۶۴] سورۃ التغابن [نزولی نمبر ۱۰۸]

مدنی سورت: سورۂ تغابن مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۱۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۹ میں ہے: **ذلك يوم التغابن**۔

(وہ نقصان اٹھانے کا دن ہے یعنی قیامت کا دن)۔ اسی نسبت سے سورہ کا نام سورہ تغابن رکھا گیا۔

مکی سورتوں کا رنگ غالب:

یہ سورت اگرچہ مدنی ہے۔ لیکن اس پر مکی سورتوں کا رنگ غالب ہے۔

سورت کی ابتداء:

اس سورت کی ابتداء میں یہ بتانے کے بعد کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

① اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنے والے۔

② اور کفران نعمت کرنے والے۔ (۱۔۲)

گزشتہ اقوام کا تذکرہ:

پھر ان کے سامنے گزشتہ اقوام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جنہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی اور اس تکذیب کی پاداش میں انہیں عذاب الٰہی کا مزہ چکھنا پڑا۔ (۵۔۶)

مکذبین کا بھی تذکرہ:

یہ سورت ان مکذبین کا بھی تذکرہ کرتی ہے۔ جو قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہیں

اور پھر قسم کھا کر یقین دلاتی ہے کہ قیامت آ کر رہے گی۔ خواہ کوئی اقرار کرے یا انکار کرے۔ موت کے بعد کی زندگی کا معاملہ برحق اور یقینی ہے۔

یوم التغابن:

اس سورت میں قیامت کے دن کو ''یوم التغابن'' قرار دیا گیا ہے۔ یعنی نقصان اور خسارہ کا دن۔

① قیامت کے دن کافر تو اپنے خسارہ کو محسوس کرے گا ہی۔
② مسلمان اور عابد و زاہد انسان بھی حسرت کرے گا کہ

اے کاش! میں نے جتنی عبادت و طاعت کی تھی۔ اس سے زیادہ کی ہوتی۔ (۹)

اموال' اولاد اور ازواج کا فتنہ:

یہ سورت اہل ایمان کو اموال' اولاد اور ازواج کے فتنہ سے ڈراتی ہے اور ان کے بارے میں محتاط ہو کر رہنے کی تلقین کرتی ہے۔ بسا اوقات انسان ان کی خاطر اپنی آخرت تباہ کر لیتا ہے۔ نہ حلال اور حرام کی پرواہ کرتا ہے اور نہ ہی دینی حقوق و فرائض کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہے۔ ان کی محبت ہی کی وجہ سے ہجرت اور جہاد سے محروم رہتا ہے۔

سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر

- اہل ایمان کو اللہ سے ڈرنے'
- اس کی راہ میں خرچ کرنے'
- اور بخل سے بچ کر رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (۱۶)

[ترتیبی نمبر ۶۵] سورۃ الطلاق [نزولی نمبر ۹۹]

مدنی سورت: سورہ طلاق مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۱۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا کے شروع ہی میں ہے: **اذا طلقتم النساء۔** (جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو)۔

چونکہ اس سورت میں طلاق کے مسئلہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اسے سورۂ طلاق کہا جاتا ہے۔

مدنی سورتوں کا مزاج:

مدنی سورتوں کے عمومی مزاج کی طرح اس سورت میں بھی بعض شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں۔

① خصوصاً وہ احکام جو ازدواجی اور خاندانی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔

② طلاق کی اکثر اقسام اور ان پر مرتب ہونے والے عدت' نفقہ اور سکنٰی جیسے احکام اس سورت میں آگئے ہیں۔

طلاق کا شرعی طریقہ:

سورت کی ابتداء میں طلاق کا شرعی طریقہ بتایا گیا ہے۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر ازدواجی زندگی کو برقرار رکھنا مشکل ہوجائے اور طلاق کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہے تو:

طلاق رجعی:

بیوی کو ایک طلاق رجعی دے کر چھوڑ دیں۔ یہ طلاق ایسے طہر میں ہونی چاہیے۔ جس میں بیوی کے ساتھ جماع نہ کیا ہو۔

طلاق سنی:

طلاق دینے کے بعد اسے عدت ختم ہونے تک چھوڑ دیں۔ اسے طلاق سنی کہا

جاتا ہے۔

طلاق کی اجازت کبھی نہ دی جاتی:

یہ قیود و شرائط اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اللہ کی نظر میں طلاق انتہائی قابل نفرت عمل ہے اور اگر بعض استثنائی صورتوں کا معاملہ درپیش نہ ہوتا تو شریعت میں طلاق کی اجازت کبھی نہ دی جاتی کیونکہ طلاق کی وجہ سے خاندان کی بنیادوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں جبکہ اسلام خاندانی نظام کے استحکام پر زور دیتا ہے۔

مطلقہ عورتوں کی عدت:

اس کے بعد سورۂ طلاق وضاحت کے ساتھ مختلف قسم کی مطلقہ عورتوں کی عدت بتاتی ہے۔ یعنی:

۱ یائسہ:

ایسی بوڑھی عورت جسے حیض نہ آتا ہو۔

۲ صغیرہ:

وہ بچی جس کا نکاح بالغ ہونے سے پہلے ہی کر دیا گیا ہو۔

۳ حاملہ:

اور حاملہ جسے حالت حمل میں طلاق ہو جائے۔

نفقہ اور سکنیٰ:

عدت کے علاوہ نفقہ اور سکنیٰ کے احکام بھی یہاں ذکر کیے گئے ہیں۔ (۱۔۷)

چار بار تقویٰ کا ذکر:

ان شرعی احکام کو بیان کرتے ہوئے درمیان میں چار بار تقویٰ کا ذکر آیا ہے۔

۱ پہلے فرمایا:

اللہ سے ڈرو جو کہ تمہارا رب ہے۔

۲ دوسری بار فرمایا:

اور جو اللہ سے ڈرے گا۔ اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔

۳ تیسری بار فرمایا:

اور جو اللہ سے ڈرے گا۔ اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔

۴ چوتھی بار فرمایا:

اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس سے گناہ دور کر دے گا اور اسے اجر عظیم عطا کرے گا۔ (۲،۴،۵)

تقویٰ کی اہمیت:

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کی نظر میں تقویٰ کی کیا اہمیت ہے اور یہ کہ قرآن کا اسلوب دوسری کتابوں سے کس قدر مختلف ہے۔

ترغیبات، ترھیبات:

یہ قانون کی کوئی خشک کتاب نہیں۔ بلکہ اس قانون پر آمادہ عمل کرنے والی ترغیبات اور ترہیبات کثرت کے ساتھ ہیں۔

احکام کی پامالی اور مخالفت:

سورت کے اختتام پر اللہ کے مقرر کردہ اور نازل کردہ احکام کی پامالی اور مخالفت سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

سرکشی اور عبرت ناک عذاب:

عبرت کے لیے ان امتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنہوں نے سرکشی اختیار کی تو وہ عبرت ناک عذاب اور سزاؤں کی مستحق ہوگئیں۔ (۸۔۱۰)

ارض وسماء کی تخلیق:

آخری آیت میں ارض و سماء کی تخلیق میں قدرت الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۲)

[ترتیبی نمبر ٦٦] **سورۃ التحریم** [نزولی نمبر ۱۰۷]

مدنی سورت: سورۂ تحریم مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۱۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾

''اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے۔تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو''۔

① آپ ﷺ نے اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ یا

② شہد کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اسی بنا پر اس سورت کا نام سورۂ تحریم رکھ دیا گیا۔

بیت نبوت:

اس سورت میں جو احکام مذکور ہیں۔ ان کا زیادہ تر تعلق (بیت نبوت) امہات المومنین اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ہے۔

تحریم کا واقعہ:

اس سورت کی پہلی آیت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس کا تعلق خود حضور اکرم ﷺ کی ذات کے ساتھ ہے۔ جب آپ ﷺ نے اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ یا

شہد کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔

محبت آمیز انداز میں خطاب:

چنانچہ بڑے محبت آمیز انداز میں عتاب ہوا اور فرمایا گیا:

"اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے تمہارے لیے جائز کی ہے۔ تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو؟ کیا اس سے اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔" (۱)

تحریم کا راز:

جب آپ ﷺ نے تحریم کا یہ راز اپنی ایک زوجہ مطہرہ (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) کو بتادیا تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ راز افشاء کردیا جس سے آپ ﷺ کو سخت صدمہ ہوا۔

ازواج کو تنبیہ:

یہاں تک کہ آپ ﷺ نے بعض ازواج کو طلاق دینے کا ارادہ فرمالیا۔ (لیکن اسے عملی جامہ پہنانے کی نوبت نہیں آئی)۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان ازواج کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے۔" (۵)

اہل وعیال کو جہنم سے بچاؤ:

اس کے بعد یہ سورت ایمان والوں کو حکم دیتی ہے کہ:

"اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش جہنم سے بچاؤ۔" (٦)

صاف دل سے توبہ:

اور یہ کہ:

"اللہ کے آگے صاف دل سے توبہ کرو۔" (۸)

سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر دو مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

❶ پہلی مثال:

کافرہ بیویوں کی ہے جو مومن صالح کے نکاح میں تھیں۔ (۱۰)

مومن صالح سے مراد حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام ہیں۔

❷ دوسری مثال:

مومنہ بیوی کی ہے۔ جو ایک بدترین کافر کے نکاح میں تھی کافر سے مراد فرعون ہے۔ (۱۱)

قرابت اور حسب نسب:

ان دو مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر انسان خود مومن اور صالح نہ ہو تو اسے کسی مومن کی قرابت اور حسب نسب کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ (۱۰۔۱۱)

فہرست پارہ ۲۹

پارہ ۲۹

[ترتیبی نمبر ٦٧] سورۃ الملک [نزولی نمبر ۷۷]

مکی سورت: سورۂ ملک مکی ہے۔

آیات: اس میں ۳۰ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: تَبَارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ

''بڑی برکت والا ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں ملک ہے یعنی بادشاہی ہے۔''

اسی لیے اس سورت کو سورۂ ملک کہتے ہیں۔

فضیلت:

اس سورت کی فضیلت میں کئی احادیث وارد ہیں۔ جن میں سے ایک حدیث وہ ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ابن ماجہ' نسائی' ابوداؤد اور ترمذی میں منقول ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''قرآن کریم میں تیس آیات ہیں جو اپنے پڑھنے والے کے لیے سفارش کرتی ہیں چنانچہ اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔''

مانعہ اور منجیہ:

اسے مانعہ اور منجیہ کہا گیا ہے۔ یعنی عذاب قبر سے نجات دینے والی' بچانے والی۔

مشائخ کا معمول:

اسی لیے اکثر مشائخ کا معمول رہا ہے کہ وہ اسے نماز عشاء کے بعد بڑے اہتمام

سے پڑھتے ہیں۔

سورۂ ملک میں بنیادی طور پر تین مضامین بیان ہوئے ہیں:

۱ ⓵ ارض وسما پر حقیقی بادشاہت صرف اللہ کی ہے۔

⓶ اسی کے ہاتھ میں موت وحیات' عزت وذلت' فقر وغنیٰ اور منع وعطا کا نظام ہے۔

⓷ وہ علیم وخبیر ہے۔ ذرے ذرے کا اسے علم ہے۔

⓸ زمین میں چلنے پھرنے کے لیے اسی نے راستے بنائے ہیں۔

⓹ فضاؤں میں اڑتے ہوئے پرندوں کو وہی روکے ہوئے ہے۔

⓺ ہر کسی کو وہی روزی دیتا ہے۔

اس سورت کی مختلف آیات (۱' ۲' ۱۳' ۱۴' ۱۵' ۱۹' ۲۱) میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

۲ رب العالمین کے وجود اور وحدانیت پر تکوینی دلائل:

⓵ آسمان کی چھت'

⓶ اس میں ستاروں کی قندیلیں'

⓷ زمین کا فرش'

⓸ اور پانی کے بہتے ہوئے چشمے۔

ایک حکیم وخبیر ذات کے وجود کی خبر دے رہے ہیں۔ (۳۔۵)

۳ قیامت کو جھٹلانے والوں کا انجام:

◇۱ یعنی وہ دوزخ جو جوش مار رہی ہوگی۔ یوں لگے گا کہ غصے کے مارے پھٹ ہی جائے گی۔ (۸)

◇۲ چہرے بگڑ جائیں گے:

جب اس عذاب کو قریب سے دیکھیں گے تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے اور

ان سے کہہ دیا جائے گا کہ:

''یہی ہے جسے تم طلب کرتے تھے۔'' (۲۷)

[ترتیبی نمبر ۶۸] سورۃ القلم [نزولی نمبر ۲]

مکی سورت: سورۂ قلم مکی ہے۔

آیات: اس میں ۵۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورت کی ابتداء میں اللہ نے قلم کی قسم کھائی ہے۔ اس لیے اسے ''سورۂ قلم'' کہا جاتا ہے۔ (۱)

قلم کی عظمت:

یہ قلم کی عظمت اور اس کے عظیم نعمت ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔

حدیث:

حدیث میں بھی قلم کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

سب سے پہلی چیز جو اللہ نے پیدا فرمائی۔ وہ قلم تھا۔ اسے پیدا کرنے کے بعد فرمایا: ''لکھو!'' اس نے پوچھا۔ ''کیا لکھوں؟'' فرمایا: ''تقدیر لکھو۔''

چنانچہ اس دن سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا۔ قلم نے لکھ دیا۔

پھر اللہ نے نون یعنی دوات کو پیدا فرمایا۔

قلم اور کتاب:

یہ قلم ہی ہے۔ جس نے اسلاف کے علوم ہماری طرف منتقل کیے ہیں اور پوری دنیا میں معلومات کی اشاعت کا ذریعہ بنتا ہے۔ قرآن نے قلم اور تعلیم و تعلم کی اہمیت اس

ماحول میں بیان کی۔ جو ماحول قلم اور کتاب سے بیگانگی اور دوری کا ماحول تھا۔ لیکن چونکہ قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب ہے اور اسے نازل کرنے والا جانتا تھا کہ آنے والا دور قلم، علم، معلومات اور تحقیقات کا ہے۔ اس لیے اس نے مسلمانوں کو قلم کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا۔

دیکھا جائے تو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ وغیرہ بھی قلم ہی کی ترقی یافتہ صورتیں ہیں۔

سورہ قلم میں تین مضامین کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

۱ حضور ﷺ کے اخلاق ومناقب کا بیان:

حضور اکرم ﷺ کی قدر ومنزلت اور آپ ﷺ کے اخلاق ومناقب کا بیان ہے:

۱ آپ دیوانہ نہیں ہیں:

سب سے پہلے تو قسم کھا کر فرمایا کہ:

آپ ﷺ اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں جیسا کہ آپ ﷺ کے مخالفین کہتے ہیں۔ (۱۔۲)

اور آپ ﷺ کے لیے بے انتہا اجر ہے۔ (۳)

اور آپ ﷺ کے اخلاق عظیم ہیں۔ (۴)

۲ آپ کا خلق قرآن ہے:

مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کا خلق قرآن ہے۔

۳ حیاۃ طیبہ قرآن کی عملی تفسیر:

قرآن میں جو کچھ قال تھا۔ وہ:

۱ آپ ﷺ کی زندگی میں حال تھا۔

۲ آپ ﷺ کی حیات طیبہ قرآن کریم کی عملی تفسیر تھی۔

۳ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ ﷺ کو مکارم اخلاق کی تکمیل ہی کے لیے بھیجا گیا تھا۔

مخالفین کی اخلاقی پستی:

آپ ﷺ کے اخلاق و مناقب بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے مخالفین کی اخلاقی پستی، کمینگی اور کج فکری بھی بیان کی گئی ہے۔ فرمایا گیا کہ آپ:

"کسی ایسے شخص کا کہا نہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا، بے وقار، کمینہ، عیب گو، چغل خور، بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھ جانے والا، گناہ گار، گردن کش، پھر ساتھ ہی بے نسب بھی ہو، اس کی سرکشی صرف اس لیے ہے کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے۔" (۱۰۔۱۴)

ولید بن مغیرہ:

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیات سرداران قریش میں سے ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

۲ اصحاب الجنہ (باغ والوں کا قصہ):

دوسرا مضمون جسے اس سورت میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ وہ "اصحاب الجنہ" (باغ والوں) کا قصہ ہے:

۱ یہ قصہ عربوں میں مشہور تھا۔ یہ باغ یمن کے قریب ہی تھا۔ اس کا مالک اس کی پیداوار میں سے غرباء پر خرچ کیا کرتا تھا۔

۲ لیکن اس کے مرنے کے بعد جب اس کی اولاد اس باغ کی وارث بنی تو انہوں نے اپنے اخراجات اور مجبوریوں کا بہانہ بنا کر مساکین کو محروم رکھنے اور ساری پیداوار سمیٹ کر گھر لے جانے کی منصوبہ بندی کی۔
اللہ نے اس باغ ہی کو تباہ کر دیا۔ (۱۷۔۳۳)

ثروت وغناء سے اکیلے ہی مستفید ہونا:

اس قصہ سے ان لوگوں کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ جو اپنی ثروت اور غناء سے اکیلے ہی مستفید ہونا چاہتے ہیں اور ان کا بخل یہ برداشت نہیں کرتا کہ ان کے مال و متاع سے کسی اور کو بھی فائدہ پہنچے۔

متقین کا انجام:

کفار کے لیے عبرت آموز مثال بیان کرنے کے بعد یہ سورت متقین کا انجام بھی بتاتی ہے۔

سورت کا سوال:

اور سورت یہ سوال کرتی ہے:

کہ محسن اور مجرم، فرماں بردار اور نافرمان، باغی اور وفادار دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ (۳۴-۴۱)

۳ پنڈلی کھول دی جائے گی:

تیسرا اہم مضمون جو سورۂ قلم بیان کرتی ہے۔ وہ آخرت کے بارے میں ہے۔ فرمایا گیا کہ:

"جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے۔" (۴۲)

اختیار سلب:

دنیا میں انہیں سجدہ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ مگر یہ سجدہ نہیں کرتے تھے۔ آخرت میں وہ سجدہ کرنا چاہیں گے۔ مگر ان سے طاقت اور اختیار سلب کر لیا جائے گا۔

کشف ساق:

کشف شاق یعنی پنڈلی کھولے جانے سے علماء نے قیامت کے شدائد اور

ہولنا کیاں مراد لی ہیں۔

متشابہات:

ویسے یہ ان متشابہات میں سے ہے۔ جن کی اصل حقیقت اور یقینی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی معلوم نہیں۔

صبر کی تلقین:

آخر میں حضور اکرم ﷺ کو مشرکین کی ایذاؤں پر صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

[ترتیبی نمبر ۶۹] سورۃ الحاقۃ [نزولی نمبر ۷۸]

مکی سورت: سورۂ حاقہ مکی ہے۔

آیات: اس میں ۵۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

❶ حاقہ کا معنی ہے۔ ثابت ہونے والی۔ چونکہ قیامت کے دن اللہ کے وعدے اور وعیدیں ثابت ہوں گی۔ اس لیے اسے سورۂ حاقہ کہا جاتا ہے۔

❷ قیامت کے مختلف ناموں میں سے ایک "حاقہ" بھی ہے۔

سورت کا موضوع:

اس سورت کا اصل موضوع رسول اکرم ﷺ کی سچائی کا بیان ہے۔

سورت کی ابتداء:

سورت کی ابتداء میں قیامت کی ہولناکیوں اور قوم ثمود، قوم عاد، قوم لوط جیسی قوموں کے انجام بد کا بیان ہے۔ (۱۔۱۲)

قیامت سے پہلے کے واقعات:

اس کے بعد یہ سورت ان واقعات کا تذکرہ کرتی ہے۔ جو قیامت سے پہلے رونما

ہوں گے۔ یعنی:

① صور پھونکا جائے گا

② زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے

③ آسمان پھٹ جائے گا

④ فرشتے نازل ہوں گے اور انسانوں کا احاطہ کیے ہوئے ہوں گے۔ (۱۴۔۱۷)

انسانوں کو اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا:

پھر جب قیامت قائم ہوجائے گی تو انسانوں کو اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ (۱۸)

سعداء (نیک بخت):

ان میں سے جو نیک ہوں گے۔ ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جسے وہ خوشی کے مارے دوسروں کو دکھائیں گے۔ (۱۹)

اشقیاء (بدبخت):

اور جو گناہ گار ہوں گے۔ ان کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ بڑی حسرت سے کہیں گے:

"کاش! کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی اور میں جانتا ہی نہیں کہ حساب کیا ہے؟ کاش! موت میرا کام ہی تمام کردیتی۔ میرے مال نے بھی مجھے کچھ فائدہ نہ دیا۔ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔" (۲۵۔۲۹)

پھر انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (۳۰۔۳۲)

اشقیاء کی علامات:

اللہ تعالیٰ نے اشقیاء (بدبختوں) کی دو بڑی علامتیں بیان کی ہیں:

① پہلی یہ کہ وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ (۳۳)

۵ دوسری یہ کہ وہ مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔ (۳۴)

اللہ کی قسم رسول اکرم ﷺ اور قرآن کی صداقت پر:

سعداء اور اشقیاء کا انجام بتانے کے بعد رب العزت رسول اللہ ﷺ اور قرآن کی صداقت پر قسم کھاتے ہیں۔ فرمایا:

"پس مجھے قسم ہے۔ ان چیزوں کی۔ جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ بے شک یہ قرآن بزرگ رسول کا لایا ہوا ہے۔ یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ لیکن تم بہت کم یقین رکھتے ہو نہ کسی کاہن کا قول ہے۔ لیکن تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو یہ تو رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔"

(۳۸۔۴۳)

[ترتیبی نمبر ۷۰] سورۃ المعارج [نزولی نمبر ۷۹]

مکی سورت: سورۂ معارج مکی ہے۔

آیات: اس میں ۴۴ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۳ میں ہے: من اللہ ذی المعارج○

(خدائے صاحب درجات کی طرف سے نازل ہوگا)۔ درجات سے مراد آسمان ہیں۔ اسی نسبت سے اسے سورۂ معارج کہا جاتا ہے۔

سورت کی ابتداء:

سورت کی ابتداء میں بتایا گیا:

۱ کفار مکہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کی دعوت کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۲ اور آپ ﷺ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جو عذاب آنے والا ہے۔ وہ جلدی لے آئیں تا کہ آخرت سے پہلے ہم دنیا ہی میں اس سے نمٹ لیں۔ (۱۔۳)

قیامت کی منظر کشی:

اس کے بعد یہ سورت قیامت کی منظر کشی کرتی ہے:

۱ وہاں مجرموں کا جو حال ہوگا اسے بیان کرتی ہے۔

۲ اور بتاتی ہے کہ اس دن آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو جائے گا۔

۳ اور پہاڑ رنگین روئی کی طرح ہو جائیں گے۔

۴ اور کوئی دوست کسی دوست کو اور کوئی رشتہ دار کسی رشتہ دار کو نہیں پوچھے گا۔ بلکہ سب ایک دوسرے سے جان چھڑا کر بھاگیں گے۔ (۸۔۱۴)

انسان کی فطرت اور طبیعت:

یہ سورت انسان کی فطرت اور طبیعت بتاتی ہے کہ:

① یہ بڑا حریص اور جزع فزع کرنے والا ہے۔ (۱۹)

② تکلیف پہنچے تو چیختا چلاتا ہے۔ (۲۰)

③ نعمت حاصل ہو تو اکڑنے لگتا ہے۔

④ اور مال ہاتھ آ جائے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ (۲۱)

⑤ البتہ حقیقی مصلین (نمازی) اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (۲۲)

مصلّین کی صفات:

مصلین کی اللہ نے آٹھ صفات بیان کی ہیں:

- وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ (۲۳)
- ان کے مال میں سوال کرنے والوں اور سوال سے بچنے والوں سب کا حق ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ: (۲۴۔۲۵)

① نماز کے ذریعے حق اللہ ادا کرتے ہیں۔

۲ اور زکوۃ کے ذریعے حق العباد ادا کرتے ہیں۔

۳ وہ حساب و جزا کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔ ایسی تصدیق جس میں شک کی کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی۔ (۲۶)

۴ وہ عبادت اور طاعت کے باوجود اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (۲۷)

۵ وہ زنا اور جنسی غلاظت سے اپنے دامن کو بچا کر رکھتے ہیں۔ (۲۹)
صرف حلال پر اکتفا کرتے ہیں اور حرام کی طرف نظر نہیں اٹھاتے۔ (۳۰)

۶ وہ امانتیں ادا کرتے ہیں اور عہد پورا کرتے ہیں۔ (۳۲)
نہ عہد میں خیانت کرتے ہیں اور نہ وعدہ خلافی کرتے ہیں۔

۷ وہ حق و عدل کے ساتھ گواہی ادا کرتے ہیں۔ (۳۳)

۸ آٹھویں صفت یہ کہ وہ نماز کو اپنے اوقات میں ادا کرتے ہیں اور اس کے آداب و واجبات کا التزام کرتے ہیں۔ (۳۴)

جنتوں میں عزت والے:

جن لوگوں کے اندر یہ صفات پائی جاتی ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''یہی لوگ جنتوں میں عزت والے ہوں گے۔'' (۳۵)

بعث ونشور حق ہے:

سورت کے اختتام پر اللہ اس بات پر قسم اٹھاتے ہیں کہ بعث ونشور حق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ اس بات پر قادر ہے کہ ان کو ہلاک کردے اور ان سے بہتر اور اللہ کی زیادہ عبادت کرنے والوں کو پیدا فرمادے۔ (۴۰۔۴۱)

دین کے بارے میں تساہل وتغافل:

اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا عملی ظہور ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ جب کسی قوم نے دین کے بارے میں تساہل اور تغافل کا رویہ اختیار کیا۔ اللہ نے ان سے بہتر اور دین کی

قدر کرنے والے لوگ پیدا فرما دیے۔

نومسلم اور موروثی مسلمان:

آج بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ مختلف قوموں، ملکوں اور مذاہب کے لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ یہ نومسلم ہم موروثی مسلمانوں سے بہتر مسلمان ثابت ہوتے ہیں۔

ہم دین کے محتاج ہیں۔ دین ہمارا محتاج نہیں:

ہم میں سے ہر ایک کو یہ بات ہر وقت اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین ہمارا محتاج نہیں۔

[ترتیبی نمبر ۷۱] سورۂ نوح [نزولی نمبر ۷۱]

مکی سورت: سورۂ نوح مکی ہے۔

آیات: اس میں ۲۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورت میں صرف حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا۔ اسی وجہ سے اس سورت کا نام سورۂ نوح ہے۔

سب سے پہلے رسول:

حضرت نوح علیہ السلام کو شیخ الانبیاء بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی عمر تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ طویل تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دنیا والوں کی طرف وہ سب سے پہلے رسول تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی عبادت اور اپنی اطاعت کی دعوت دی اور اس دعوت کے سلسلے میں مبالغہ کی حد تک کوشش کی۔ رات کو بھی دعوت دی اور دن کو بھی۔ خفیہ بھی سمجھایا اور علانیہ بھی۔ لیکن وہ جتنی زیادہ دعوت دیتے۔ قوم اتنی ہی ان سے دور بھاگتی۔

(۱۔۲)

استغفار کی تلقین:

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو استغفار کی تلقین کی اور فرمایا کہ اگر تم استغفار کرو گے اور گناہوں سے باز آجاؤ گے تو:

۱. اللہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا'
۲. تمہیں مال اور اولاد عطا کرے گا'
۳. تمہیں باغات دے گا'
۴. اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔

اللہ کی نعمتیں:

پھر انہیں اللہ کی نعمتیں یاد دلائیں کہ:

۱. اسی نے سات آسمان پیدا کیے'
۲. چاند کو جگمگاتا بنایا ہے'
۳. اور سورج کو روشن چراغ بنایا ہے۔

اپنے بتوں کو نہ چھوڑا:

لیکن اس فہمائش اور تذکیر و دعوت کا قوم پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنے بتوں: ودّ' سواع' یغوث' یعوق اور نسر کو چھوڑنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔

کفار و فجار کی طوفان میں ہلاکت:

تو آپ نے ان کے لیے اللہ سے ہلاکت کی دعا کی جس میں عرض کیا:

اے میرے رب! تو زمین پر کسی کافر کو بھی نہ چھوڑنا۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور ان کفار و فجار کو طوفان میں ہلاک کر دیا گیا۔

[ترتیبی نمبر۷۲] سورۃ الجن [نزولی نمبر۴۰]

مکی سورت: سورۂ جن مکی ہے۔

آیات: اس میں ۲۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورت میں جنات کے حوالے سے گفتگو ہے۔ اس لیے اس سورت کا نام سورۂ جن ہے۔ (۱۔۱۷)

جنات:

جنات بھی انسانوں کی طرح شرعی احکام کے مکلّف ہیں۔ ان میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی۔ نیک بھی ہیں اور بد بھی۔ (۱۔۱۷)

نظام کائنات میں تبدیلیاں:

اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا اور وہ اس سے بڑے متاثر ہوئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب جنات نے نظام کائنات میں کچھ تبدیلیاں محسوس کیں۔ وہ آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے تو شہاب ثاقب ان کا تعاقب کرتے۔

سوق عکاظ کی طرف:

حضور اکرم ﷺ چند صحابہ کے ساتھ سوق عکاظ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نخلہ کے مقام پر نماز فجر ادا فرمار ہے تھے کہ جنات کی ایک جماعت یہاں آ پہنچی۔ جب انہوں نے قرآن سنا تو انہوں نے تبدیلیوں کا راز جان لیا اور ان کے دل دہل گئے اور انہوں نے قرآن کی صداقت کے آگے سر جھکا دیا۔ (۱۔۲)

جنات کی ایمان کی دعوت:

نہ صرف یہ کہ خود ایمان قبول کیا۔ بلکہ واپس جا کر اپنی قوم کو بھی ایمان کی دعوت دی اور قوم کے سامنے رب کی شان اور عظمت بیان کی۔

جنات کا اقرار:

اور ان لوگوں کو احمق قرار دیا۔ جو اللہ کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں اور اس بات کا اقرار کیا کہ ہم سب ایک عقیدے پرنہیں ہیں۔کوئی مومن ہے اور کوئی کافر۔کوئی مطیع ہے اور کوئی عاصی۔کوئی عقلمند ہے اور کوئی بیوقوف' کوئی جہنم میں جائے گا اور کوئی جنت میں۔(۱۴۔۱۵)

میرے ہاتھ میں نفع ہے نہ نقصان:

جنات کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ سورت رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا ذکر کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق انسانوں کو ایمان اور توحید کی دعوت دی اور اپنے بارے میں فرمایا کہ میں صرف اللہ کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ میرے ہاتھ میں نفع ہے نہ نقصان۔ میرا کام تو صرف اللہ کے پیغام کو تم تک پہنچا دینا ہے اور اللہ جانتا ہے کہ میں نے اس کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دیا۔(۲۰۔۲۳)

[ترتیبی نمبر ۷۳] سورۃ المزمل [نزولی نمبر ۳]

مکی سورت: سورۂ مزمل مکی ہے۔

آیات: اس میں ۲۰ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: یایها المزمل

(اے کپڑے میں لپٹنے والے) اسی نام سے سورۃ کو بھی سورۂ مزمل کہتے ہیں۔

زندگی کے مختلف پہلوؤں کا بیان:

اس سورت میں حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا بیان ہے۔

1. آپ ﷺ کا تبتل (خالص اللہ کی طرف متوجہ ہونا)'
2. آپ کی عبادت'
3. اطاعت'
4. آپ کا قیام و تلاوت'
5. آپ کا جہاد و مجاہدہ' خود اس سورت کا نام اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس سورت میں رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کا بیان ہے۔

محبت اور پیار کے انداز میں خطاب:

جب ان آیات کا نزول ہوا تو آپ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے اللہ نے محبت اور پیار کے انداز میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے کپڑے میں لپٹنے والے۔'' (۱)

رات کو نماز میں طویل قیام:

آپ ﷺ دن کو دین کی دعوت دیتے تھے۔ رات کو نماز میں طویل قیام فرماتے تھے اور اس میں قرآن کی تلاوت فرماتے تھے۔ بعض اوقات پوری رات کھڑے رہتے جس سے قدم مبارک میں ورم آ جاتا۔

اللہ نے آپ ﷺ کو اختیار دیا کہ آپ چاہیں تو آدھی رات قیام کریں یا آدھی سے کم یا کچھ زیادہ۔ (۱۔۴)

راتوں کا قیام روحانی تربیت میں:

راتوں کا یہ قیام روحانی تربیت میں بڑا موثر ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے قیام لیل کا

حکم دینے کے بعد فرمایا گیا:

''یقیناً ہم تجھ پر عنقریب بہت بھاری بات نازل کریں گے۔'' (۵)

بھاری بات سے مراد:

بھاری بات سے مراد قرآن عظیم ہے۔ جس کی ایک خاص ہیبت اور جلال ہے۔ اس کا تحمل وہی کرسکتا ہے۔ جس کا نفس علم و عرفان کے نور سے روشن ہو چکا ہو اور باطن کی روشنی میں قیام لیل کو خاص دخل حاصل ہے۔

ایذاؤں پر صبر کا حکم:

اگلی آیات میں رسول کریم ﷺ کو ان ایذاؤں پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو دین کی دعوت کے سلسلے میں مشرکین کی طرف سے آپ ﷺ کو دی جاتی تھیں۔ آپ کو ستانے میں ان کے ہاتھ بھی استعمال ہوتے تھے اور زبانیں بھی۔ (۱۰۔۱۴)

مکذبین کو ڈرانے کے لیے:

اس کے بعد یہ سورت آپ ﷺ کے مکذبین کو ڈرانے کے لیے فرعون کا قصہ ذکر کرتی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے کفر و سرکشی کی وجہ سے سخت وبال میں پکڑا۔

رسول اور مومنین پر تخفیف کا اعلان:

سورت کے اختتام پر اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور مومنین پر تخفیف کا اعلان فرمایا ہے:

① ایک تخفیف اس اعتبار سے ہے کہ نصف رات یا ثلث یا دو ثلث کا قیام ضروری نہیں بلکہ جتنا بھی آسانی سے ممکن ہو قیام لیل کرلیا جائے۔

② دوسری تخفیف اس اعتبار سے ہے کہ اب مومنین پر تہجد فرض نہیں رہی۔ اس کے حکم کو استحباب میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ (۲۰)

[ترتیبی نمبر۷۴] سورۃ المدثر [نزولی نمبر۴]

مکی سورت: سورۂ مدثر مکی ہے۔

آیات: اس میں ۵۶ آیات اور دو رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: یایها المدثر ○

''(اے محمد ﷺ)! جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو۔''

یہ سورت آغاز وحی میں نازل ہوئی تھی۔ چونکہ حضرت بوجہ خوف وحی کپڑا اوڑھ لیتے تھے۔ اس لیے مدثر سے خطاب فرمایا اور اسی نام سے اس سورت کو بھی سورۂ مدثر کہا جانے لگا۔

سورت کی ابتداء میں:

اس سورت کی ابتداء میں:

1. حضور اکرم ﷺ کو اللہ کی طرف دعوت'
2. کفار کو ڈرانے'
3. اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (۲۔۷)

مجرموں اور مخالفوں کو:

اس کے بعد یہ سورت مجرموں اور مخالفوں کو اس دن کے عذاب سے ڈراتی ہے کہ جو ان کے لیے بڑا سخت ثابت ہوگا۔ (۸۔۱۰)

ولید بن مغیرہ:

اگلی آیات میں حضور اکرم ﷺ کے اس بدترین دشمن کا تذکرہ ہے۔ جسے ولید بن

مغیرہ کہا جاتا ہے۔

یہ شخص قرآن سنتا تھا اور پہچانتا بھی تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ لیکن بڑا آدمی ہونے کے گھمنڈ میں کفر و انکار کرتا تھا اور قرآن کو معاذ اللہ سحر اور جادو قرار دیتا تھا۔ (۱۱۔۲۴)

جہنم اور اس کے داروغے:

پھر یہ سورت اس جہنم کا اور اس کے داروغوں کا ذکر کرتی ہے جن کا سامنا کفار و فجار کو کرنا پڑے گا اور ان کے دلوں میں ان کے لیے کوئی نرمی نہیں ہوگی۔ (۲۶۔۳۱)

چاندنی رات اور صبح کی قسم:

مزید تاکید اور ڈراوے کے لیے اللہ نے چاندنی رات اور صبح کی قسم کھا کر فرمایا:

''جہنم بڑی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت ہے۔'' (۳۲۔۳۵)

مسئولیت اور ذمہ داری:

یہ سورت ہر شخص کی مسئولیت اور ذمہ داری کو واضح کرتی ہے کہ ہر شخص سے اس کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا اور سب اپنے گناہوں کے اسیر ہوں گے۔

اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں:

سوائے ان کے کہ جن کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اسیر نہیں ہوں گے۔ وہ قیامت کے دن مجرموں سے سوال کریں گے۔ (۳۸۔۴۲)

کس چیز نے دوزخ میں ڈالا:

کہ تمہیں کس چیز نے دوزخ میں ڈالا تو وہ جواب میں چار اسباب بیان کریں گے۔

① پہلا یہ کہ ہم نمازی نہیں تھے۔ (۴۳)

② دوسرا یہ کہ ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ (۴۴)

۳ تیسرا یہ کہ ہم کج بحثی اور گمراہی کی حمایت میں خوب حصہ لیتے تھے۔(۴۵)

۴ اور چوتھا یہ کہ ہم قیامت کا انکار کرتے تھے۔(۴۶)

سورت کا اختتام:

سورت کے اختتام پر بتلایا گیا کہ یہ قرآن ایک نصیحت ہے جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے اللہ کی مشیت بھی ضروری ہے۔ (۵۴۔۵۶)

[ترتیبی نمبر ۷۵] سورۃ القیامہ [نزولی نمبر ۳۱]

مکی سورت: سورہ قیامہ مکی ہے۔

آیات: اس میں ۴۰ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورت میں زیادہ تر قیامت کا ذکر ہے۔ اس لیے اس سورت کو سورۂ قیامہ کہا جاتا ہے۔(۱۔۱۳)

سورت کا موضوع:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس سورت کا موضوع بعث یعنی مرنے کے بعد کی زندگی ہے جو کہ ایمان کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ یہ سورت قیامت کے مصائب، شدائد اور عذابوں کا ذکر کرتی ہے اور موت کے وقت انسان کی جو حالت ہوتی ہے اس کا نقشہ کھینچتی ہے۔

یوم القیامہ اور نفس لوامہ کی قسم:

اس سورت کی ابتداء میں اللہ نے حشر نشر کے قیام پر:

یوم القیامہ اور نفس لوامہ کی قسم کھائی ہے۔(۱۔۲)

نفس کی اقسام:

انسان کا نفس تین قسم پر ہے۔

۱ نفس امّارہ:

یہ وہ نفس ہے جو برے کاموں کی طرف مائل رہتا ہے۔

۲ نفس لوامہ:

دوسرا وہ ہے جو انسان کو گناہوں پر ملامت کرتا ہے۔

۳ نفس مطمئنہ:

تیسرا وہ ہے جو نیکی پر آمادہ کرتا ہے اور برائی سے متنفر کرتا ہے۔

آخرت میں تو ہر شخص کا نفس اسے ملامت کرے گا ہی۔ دنیا میں بھی جن لوگوں کا ضمیر بیدار ہوتا ہے وہ انہیں ملامت کرتا رہتا ہے۔

قابل ذکر نکتہ:

ایک قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ یہاں پر اللہ نے خاص طور پر یہ ذکر کیا ہے کہ ہم انسان کی پور پور تک درست کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔(۴)

قدرت کی تخلیق کا شاہکار:

ہر انسان کی انگلی کی پور قدرت کی تخلیق کا شاہکار ہے کہ اس چھوٹی سی جگہ میں جو خطوط اور لکیریں ہیں وہ دوسرے انسان کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتیں۔ اسی وجہ سے پوری دنیا میں کسی انسان کی شخصیت کو پہچاننے کے لیے انگلیوں کی لکیروں پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اللہ فرماتے ہیں:

کہ ہم ان پوروں کو اس ہیئت اور شکل پر بنادیں گے جس شکل و ہیئت پر یہ تھیں۔

اور اس نکتے کی وضاحت کے لیے اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم پیدا کر دیں گے

بلکہ یہ فرمایا کہ ہم درست کردیں گے۔ (۴)

حقیقتوں کا اعتراف کرنے کے باوجود:

نہ معلوم اس طرح کی کتنی علمی حقیقتیں ہیں۔ جو پورے قرآن میں بکھری ہوئی ہیں اور جن میں سے ہر حقیقت ثابت کرتی ہے کہ یہ (قرآن) نبی اُمی ﷺ کا خود تراشیدہ کلام نہیں بلکہ رب العالمین کا کلام ہے۔ مگر بہت سارے انسان ان حقیقتوں کا اعتراف کرنے کے باوجود اس کی صداقت اور حقانیت پر ایمان نہیں رکھتے۔

قیامت کی ہولناکیاں اور علامتیں:

اس کے بعد یہ سورت قیامت کی بعض ہولناکیوں اور علامتوں کا تذکرہ کرتی ہے۔

① پس جس وقت نگاہ پتھرا جائے گی'

② اور چاند بے نور ہو جائے گا'

③ سورج اور چاند جمع کردیے جائیں'

④ اس دن انسان کہے گا آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے۔ (۷۔۱۰)

حفظ قرآن کا اہتمام:

اگلی آیات میں یہ سورت بتلاتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ حفظ قرآن کا بڑا اہتمام فرماتے تھے اور جبریل علیہ السلام کی تلاوت کے وقت اس بات کی شدید کوشش کرتے تھے کہ آپ (ﷺ) سے کوئی چیز فوت نہ ہو جائے اس لیے آپ ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کی اتباع میں جلدی جلدی پڑھنے اور یاد کرنے کی سعی فرماتے تھے۔ اللہ نے فرمایا:

''کہ آپ (ﷺ) اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالیں۔ میرا یہ وعدہ ہے کہ قرآن میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔ اسے جمع کرنے' محفوظ کرنے' باقی رکھنے اور بیان کرنے کا میں خود ذمہ دار ہوں۔'' (۱۶۔۱۹)

سعداء اور اشقیاء آخرت میں:

یہ سورت بتلاتی ہے کہ آخرت میں انسان دو فریقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک طرف سعداء ہوں گے اور دوسری طرف اشقیاء۔

۱ سعداء:

سعداء کے چہرے روشن ہوں گے اور وہ رب تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ (۲۲۔۲۳)

۲ اشقیاء:

اشقیاء کے چہرے سیاہ اور بدرونق ہوں گے اور وہ جان لیں گے کہ آج ہمیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (۲۴۔۲۵)

موت کے وقت:

یہ سورت موت کے وقت انسان کا جو حال ہوتا ہے اور کافر کو جس تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسے بیان کرتی ہے۔ (۲۶۔۳۰)

بیکار پیدا نہیں کیا:

سورت کے اختتام پر بتلایا گیا کہ ہم نے بیکار پیدا نہیں کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ نہ اس کا حساب ہو نہ اسے جزا سزا دی جائے۔

حشر و معاد کی ایک حسی دلیل:

اس طرح آخر میں حشر و معاد کی ایک حسی دلیل بیان کی گئی ہے وہ یہ کہ اللہ نے انسان کو پہلی بار پیدا کیا۔ وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تو ابتداء اور اعادہ دونوں برابر ہیں۔ مگر یہاں انسانی سوچ کے مطابق بات کی گئی ہے کیونکہ انسان کی سوچ اور تجربہ یہ ہے کہ اعادہ ابتداء کے مقابلے میں بہت آسان ہے۔

سورة الانسان

[ترتیبی نمبر ۷۶] [نزولی نمبر ۹۸]

مدنی سورت: سورۂ انسان (دہر) مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۳۱ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

① چونکہ سورت کے شروع میں انسان ہی کا ذکر ہے۔ اس لیے اسے سورۃ الانسان کہتے ہیں۔ (۱)

② چونکہ سورۃ کے شروع میں انسان کی نسبت سے زمانہ اور وقت کا بھی ذکر ہے۔ اس لیے اسے سورۂ دہر بھی کہتے ہیں۔ (۱)

مضامین کے اعتبار سے:

مدنی ہونے کے باوجود اس سورت کے مضامین مکی سورتوں جیسے ہیں۔ اس میں جنت اور جنت کی نعمتوں، جہنم اور جہنم کے عذابوں کا ذکر ہے۔

آنحضرت ﷺ کی نماز فجر میں تلاوت کرنا:

صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جمعہ کے دن فجر میں اس سورت کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

قدرت عظیمہ:

اس سورت کی ابتداء میں اللہ کی قدرت عظیمہ کا بیان ہے کہ اس نے کیسے انسان کو مختلف ادوار میں پیدا فرمایا اور اس کو سمع و بصر اور عقل و فہم سے نوازا۔ تا کہ وہ طاعت و عبادت کی ان تمام ذمہ داریوں کو ادا کر سکے۔ جن کا اسے مکلف بنایا گیا ہے اور زمین کو ایک اللہ کی بندگی سے آباد کر سکے۔ لیکن پھر انسان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ بعض

شاکر ہیں اور بعض کفور (ناشکرے) ہیں۔

❶ کافروں کے لیے:

کافروں کے لیے اللہ نے آخرت میں زنجیریں' طوق اور شعلوں والی آگ تیار کر رکھی ہے۔

❷ شکر گزاروں کے لیے:

اور شکر گزاروں کے لیے وہ جام جن میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ شکر گزاروں کی یہاں تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔

① ایک یہ کہ وہ جب کوئی نذر مان لیتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔ (۴)

② دوسری یہ کہ وہ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔ (۷۔۱۰)

③ تیسری یہ کہ وہ محض اللہ کی رضا کے لیے مسکینوں' یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (۸)

ان کے نیک اعمال اور صبر کا نتیجہ انہیں جنت کی صورت میں دیا جائے گا۔ جہاں نہ گرمی ہوگی نہ سردی اور نہ کوئی دکھ اور غم۔ (۱۲۔۲۲)

عظیم نعمت:

سورت کے اختتام پر اللہ نے اپنی اس عظیم نعمت کا ذکر فرمایا جس کا کوئی بدل اور کوئی مثال نہیں۔ فرمایا:

''(اے محمد ﷺ!) بے شک ہم نے آپ ﷺ پر بتدریج قرآن نازل کیا ہے۔ پس اپنے رب کے حکم پر قائم رہیں۔ ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا کہنا نہ مانئے اور اپنے رب کا نام صبح و شام ذکر کیا کریں اور رات کے وقت اس کے سامنے سجدہ کریں اور بہت رات تک اس کی تسبیح کیا کریں۔''

(۲۳۔۲۶)

داعی پر ذکر، عبادت اور صبر لازم ہے:

ان آیات کا مقصد یہ ہے کہ داعی پر ذکر، عبادت اور صبر لازم ہے تاکہ اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں تقویت قلبی حاصل ہو۔

روحانی ترقی کا اہم وسیلہ:

خصوصاً رات کی نماز ایمان کی مضبوطی اور روحانی ترقی کا ایک اہم وسیلہ ہے۔

مشرکین کو سخت تنبیہ:

اس سورت کی آخری آیات میں مشرکین کو سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ ہم اگر چاہیں تو ان کو ختم کر کے ان کے عوض ان جیسے اور بھی پیدا کر سکتے ہیں۔

[ترتیبی نمبر ۷۷] سورۃ المرسلات [نزولی نمبر ۳۳]

مکی سورت: سورۂ مرسلات مکی ہے۔

آیات: اس میں ۵۰ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے: وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝

(ہواؤں کی قسم جو نرم نرم چلتی ہیں) پس انہی ہواؤں کی نسبت سے سورۃ کا نام بھی سورۂ مرسلات ہے۔

پانچ قسمیں:

اس سورت کی ابتداء میں پانچ قسمیں کھا کر فرمایا ہے کہ:

''جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ یقیناً ہونے والی ہے۔'' (۷)

یعنی قیامت اور حساب و جزا کا معاملہ ہو کر رہے گا اس میں تخلف نہیں ہو سکتا۔

قربِ قیامت کی نشانیاں:

اس کے بعد یہ سورت ان نشانیوں کو بیان کرتی ہے جو قیامت کے قریب واقع ہوں گی۔ یعنی:

① ستارے بے نور کر دیے جائیں گے۔ (۸)
② آسمان توڑ پھوڑ دیا جائے گا۔ (۹)
③ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیے جائیں گے۔ (۱۰)
④ اور رسولوں کو مقررہ وقت پر لایا جائے گا۔ (۱۱)

یوم الفصل:

قیامت کے دن کو اللہ نے ''یوم الفصل'' کہا کیونکہ اس دن مخلوق کے درمیان عدل و انصاف پر مبنی فیصلہ کیا جائے گا۔ (۱۴)

دس بار تکرار:

قیامت کو یوم الفصل قرار دینے کے بعد اسے جھٹلانے کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۝﴾ (۱۵، ۱۹، ۲۴، ۲۸، ۳۴، ۳۷، ۴۰، ۴۵، ۴۷، ۴۹)
(اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے)

یہ آیت اور یہ الفاظ اس سورت میں دس بار آئے ہیں۔ اس تکرار کا مقصد تخویف اور ترہیب ہے۔

سابقین:

علاوہ ازیں یہ سورت مجرمین سابقین کا ذکر کرتی ہے۔ جنہیں اللہ نے تباہ و برباد کر دیا۔

مخاطبین:

اور مخاطبین سے سوال کرتی ہے کہ کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر مختلف مراحل سے گزار کر خوبصورت انسان بنا دیا۔

بعث بعد الموت کے حسی دلائل:

بعث بعد الموت کے بعض حسی دلائل بھی یہاں مذکور ہیں۔ جن سے ثابت کیا گیا ہے کہ وہ اللہ جو زمین کو مردوں اور زندوں کو سمیٹنے والی بنا سکتا ہے اور میٹھے پانی سے سیراب کرسکتا ہے۔ وہ دوبارہ زندہ بھی کرسکتا ہے۔

مکذبین اور متقین کا انجام:

اگلی آیات میں مکذبین اور متقین کے الگ الگ انجام کا بیان ہے۔

۱. مکذبین کو بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف لے جایا جائے گا۔ (۲۹۔۳۴)

۲. اور متقین کو ٹھنڈے سائے اور بہتے چشموں کے پاس جگہ دی جائے گی۔ (۴۱۔۴۴)

مجرموں کو دوبارہ تنبیہ:

آخری آیات میں دوبارہ مجرموں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ:

کھا پی لو اور تھوڑے سے مزے اڑالو! بالآخر تمہارے لیے ہلاکت اور تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ (۴۶)

فہرست پارہ ۳۰

پارہ ۳۰

[ترتیبی نمبر ۷۸] سورۃ النبا [نزولی نمبر ۸۰]

مکی سورت: سورۂ نبا مکی ہے۔

آیات: اس میں ۴۰ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۲ میں ہے: عن النبا العظیم ○

(کیا بڑی خبر کی نسبت؟) اسی خبر کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ نبا کہا جاتا ہے۔

سورت کا موضوع:

اس سورت کا موضوع بعث بعد الموت ہے۔

مشرکین کا سوال:

سورت کی ابتداء میں مشرکین کا وہ سوال مذکور ہے۔ جو وہ انکار اور استہزاء کے طور پر قیامت کے بارے میں کرتے تھے۔ فرمایا:

''یہ لوگ کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ اس بڑی خبر کے متعلق۔
جس کے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔'' (۱۔۳)

کوئی اس کا اقرار کرتا ہے اور کوئی انکار۔ کوئی تذبذب کا شکار ہے اور کوئی اس کا اثبات کرتا ہے۔

نبا العظیم:

① حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ''نبا العظیم'' (بڑی خبر) سے مراد قرآن عظیم لیا ہے۔

اس میں شک ہی کیا ہے کہ واقعی سب سے بڑی خبر اور سب سے بڑا کلام قرآن ہی ہے۔

④ لیکن سورت کے عمومی مزاج کو دیکھتے ہوئے یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ "نبا العظیم" سے مراد قیامت ہی ہے۔

قدرت الٰہیہ کے دلائل:

اگلی آیات میں:

- ❶ قدرت الٰہیہ کے دلائل'
- ❷ قیامت کے مختلف مناظر'
- ❸ جنت اور جہنم کا تذکرہ ہے۔ بتایا گیا ہے

① وہ اللہ جو زمین کو بچھونا'

② پہاڑوں کو میخیں'

③ انسانوں کو جوڑا جوڑا'

④ نیند کو ذریعہ سکون'

⑤ رات کو لباس'

⑥ دن کو وقت معاش'

⑦ اور آسمان پر ساری دنیا کو روشن کرنے والا چراغ بنا سکتا ہے۔ (۶۔۱۶)

ایسی عدالت بھی قائم کر سکتا ہے:

Ⅰ وہ دوبارہ زندگی بھی عطا کر سکتا ہے۔

Ⅱ اور ایسی عدالت بھی قائم کر سکتا ہے۔ جس میں اولین اور آخرین کو جمع کیا جائے گا اور ان کے درمیان عدل کیا جائے گا۔ (۱۷)

کسی کا ٹھکانہ:

عدل اور حساب کے بعد کسی کا ٹھکانہ جنت ہوگا اور کسی کا جہنم۔

کسی کو اللہ کے سامنے تاب گویائی نہ ہوگی:

سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ قیامت کا دن برحق ہے اس کے وقوع میں کوئی شک نہیں۔ باوجود اللہ کے بے حد مہربان اور رحمٰن ہونے کے کسی کو اللہ کے سامنے تاب گویائی نہ ہوگی۔ اس دن ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے سامنے کر دیا جائے گا اور اس کے بارے میں قطعی فیصلہ سنا دیا جائے گا۔

کاش میں مٹی ہوتا:

اس فیصلہ کو سن کر کافر یہ تمنا کرے گا۔

''اے کاش! میں مٹی ہوتا۔'' (۳۹۔۴۰)

1. مٹی ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔
2. دوسرا یہ کہ میں تکبر نہ کرتا اور مٹی کی طرح مسکینی اور عاجزی اختیار کرتا۔
3. تیسرا مطلب یہ کہ میں انسان نہیں، حیوان ہوتا اور مجھے بھی حیوانوں کی طرح دوبارہ زندہ کرنے کے بعد مٹی بنا دیا جاتا یوں میں دوزخ کے عذاب سے بچ جاتا۔

تمنا کا وقت:

یہ تمنا اس وقت کرے گا جب وہ دیکھے گا کہ ویسے تو انسانوں کی طرح حیوانوں کو بھی زندہ کیا گیا۔ لیکن انہیں زندہ کرنے کے بعد اور ان کے باہمی معاملات طے کرنے کے بعد انہیں مٹی بن جانے کا حکم دے دیا گیا۔

[ترتیبی نمبر۷۹] سورۃ النازعات [نزولی نمبر۸۱]

مکی سورت: سورۂ نازعات مکی ہے۔

آیات: اس میں ۴۶ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبرا میں ہے: والنزعت غرقا○

(ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر کھینچ لیتے ہیں) پس اسی نسبت سے اس سورت کو سورۂ نازعات کہا جاتا ہے۔

قیامت کے احوال اہوال:

اس سورت میں بھی قیامت کے مختلف احوال اور اہوال (ہولناکیوں) کا بیان ہے۔

پانچ قسم کے فرشتوں کی قسم:

ابتداء میں اللہ نے مختلف کاموں پر مامور پانچ قسم کے فرشتوں کی قسم کھائی ہے۔ لیکن جواب قسم ذکر نہیں فرمایا۔ سیاق کلام کو دیکھ کر جو جواب قسم سمجھ میں آتا ہے۔ وہ یہ ہے:

"لتبعثن" (تمہیں قیامت کے دن ضرور زندہ کیا جائے گا۔)

قیامت کو جھٹلانے والے:

سورۂ نازعات بتاتی ہے کہ قیامت کو جھٹلانے والوں کا قیامت کے دن یہ حال ہوگا کہ ان کے دل دھڑک رہے ہوں گے۔ وحشت' ذلت اور ندامت کی وجہ سے ان کی نظریں جھکی ہوں گی۔ (۸۔۹)

فرعون کا انجام:

لیکن آج دنیا میں وہ فرعون بنے بیٹھے ہیں اور اللہ کے نبی (ﷺ) کی بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ لیکن شاید انہیں فرعون کا انجام معلوم نہیں۔ (۱۵۔۲۶)

عقل کے کورے:

یہ عقل کے کورے اور احمق یہ نہیں سوچتے کہ:

۱ جو اللہ مضبوط آسمان بنا سکتا ہے
۲ شب و روز کا نظام مقرر کر سکتا ہے
۳ زمین کا فرش بچھا سکتا ہے
۴ پہاڑوں کی میخیں گاڑ سکتا ہے۔

کیا وہ انہیں دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ (۲۷۔۳۳)

وقوع قیامت کو محال سمجھ کر:

سورت کے اختتام پر مشرکین کا سوال مذکور ہے۔ جو وقوع قیامت کو محال سمجھ کر قیامت کے بارے میں کرتے تھے اور یہ سوال اس لیے کرتے تھے کہ وہ دنیا کی زندگی پر فریفتہ تھے اور ان کا خیال تھا کہ دنیا ہی کی زندگی حقیقی اور دائمی زندگی ہے لیکن:

جس روز یہ قیامت کو دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی وہ دنیا میں رہے۔ (۴۶)

[ترتیبی نمبر ۸۰] سورۂ عبس [نزولی نمبر ۲۴]

مکی سورت: سورۂ عبس مکی ہے۔

آیات: اس میں ۴۲ آیات ہیں۔

رکوع:

یہاں سے آخر تک ہر سورت ایک رکوع پر ہی مشتمل ہے۔ اس لیے رکوعات کی تعداد بار بار بتانے کی ضرورت نہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: عبس وتولی○

''(محمد مصطفیٰ ﷺ) ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے۔''

پس اسی وجہ سے سورت کا نام سورۂ عبس رکھ دیا گیا۔

نابینا صحابی کا قصہ:

اس سورت کی ابتداء میں نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا قصہ مذکور ہے۔ جو طلب علم کے لیے ایسے موقع پر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آ گئے جب کہ آپ ﷺ چند سرداران قریش کو دعوت اسلام دینے میں مصروف تھے۔

ایسی اہم مصروفیت کے وقت ان کے آنے سے آپ ﷺ کو طبعی طور پر ناگواری ہوئی اور آپ نے ان کی بات کا جواب دینے سے اعراض کیا۔

اس پر سورۂ عبس کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی۔

یہ ہیں وہ جن کی وجہ سے اللہ نے مجھے تنبیہ فرمائی:

اس کے بعد جب بھی حضور اکرم ﷺ، حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

''یہ ہیں وہ جن کی وجہ سے اللہ نے مجھے تنبیہ فرمائی تھی۔''

اور ان سے دریافت فرماتے کہ:

''کوئی کام ہے تو بتاؤ۔''

مدینہ کا والی:

آپ ﷺ نے حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو نابینا ہونے کے باوجود دو غزوات کے موقع پر انہیں مدینہ پر والی مقرر فرمایا۔

قرآن کی صداقت اور حقانیت کی دلیل:

یہ واقعہ اور اس جیسے دوسرے واقعات جن میں حضور اکرم ﷺ کو تنبیہ فرمائی گئی

ہے۔ ان کا قرآن کریم میں مذکور ہونا اس کی صداقت وحقانیت کی دلیل ہے۔ اگر معاذ اللہ!

قرآن آپ ﷺ کا خود تراشیدہ کلام ہوتا تو آپ ﷺ ایسی آیات اس میں ہرگز ذکر نہ فرماتے جن میں خود آپ ﷺ سے باز پرس کی گئی ہے۔

اپنی اصل کو بھول کر:

حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد یہ سورت انسان کے ناشکرا ہونے کو بتاتی ہے جو اپنی اصل کو بھول کر اللہ کے سامنے سرکشی اختیار کرتا ہے۔ (۱۷۔۲۰)

قدرت کے تکوینی دلائل:

اگلی آیات میں رب تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے تکوینی دلائل ہیں۔ (۲۴۔۳۲)

نفسانفسی کا عالم:

اور اختتام پر قیامت کا وہ ہولناک منظر بیان کیا گیا ہے۔ جب انسان خوفزدہ ہو کر قریب ترین رشتوں کو بھی بھول جائے گا۔ نفسانفسی کا عالم ہوگا۔ کسی کو کسی کی فکر نہیں ہوگی۔ ہر کسی کو اپنی ذات کا غم کھائے جارہا ہوگا۔ بہت سے چہروں پر کامیابی کی چمک ہوگی اور بے شمار چہروں پر ناکامی کی ذلت اور تاریکی چھائی ہوگی۔ (۳۳۔۴۲)

[ترتیبی نمبر ۸۱] سورۃ التکویر [نزولی نمبر ۷]

مکی سورت: سورۂ تکویر مکی ہے۔

آیات: اس میں ۲۹ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: اذا الشمس کورت○

(جب سورج لپیٹ لیا جائے گا) اسی ''کورت'' کی نسبت سے سورۃ کا نام سورۂ تکویر رکھ دیا گیا۔

۱ ہولناک کائناتی انقلاب:

اس سورت کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں جو کہ ۱۴ آیات پر مشتمل ہے۔ اس ہولناک کائناتی انقلاب کا ذکر ہے۔ جس کے اثرات سے کائنات کی کوئی چیز بھی محفوظ نہیں رہے گی سب کچھ بدل جائے گا۔

یہ سورج اور ستارے، پہاڑ اور سمندر ریت کے گھروندے ثابت ہوں گے۔ اس دن ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے اور اپنے دامن میں کیا لے کر آیا ہے۔ گناہ یا نیکیاں یا گناہ ہی گناہ۔ اللہ کی پناہ! (۱۔۱۴)

۲ نبی کریم ﷺ اور قرآن کی صداقت کا بیان:

دوسرے حصے میں جو کہ ۱۵ آیات پر مشتمل ہے۔ باری تعالیٰ نے چار قسمیں کھا کر قرآن کی حقانیت اور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کو بیان فرمایا ہے۔

تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے:

اور ان دیوانوں کو بڑی محبت سے سمجھایا ہے جو اللہ کے نبی ﷺ کو معاذ اللہ ''دیوانہ'' قرار دیتے تھے فرمایا گیا۔

''تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے۔'' (۱۵۔۲۲)

وہ تو بندوں تک اللہ کا کلام پہنچانے والا سچا نبی ہے۔

① سورۂ اعراف (۱۸۴) ② سورۂ سبا (۴۶) میں بھی یہی بات ارشاد فرمائی گئی ہے۔

ضمیر کا فیصلہ:

تم غور و فکر کرو گے تو تمہارے ضمیر کا فیصلہ یہی ہوگا کہ تمہارے سامنے شب و روز

گزارنے والا یہ عظیم انسان دیوانہ نہیں۔ یہ تو دیوانوں کو فرزانگی سکھانے کے لیے آیا ہے۔

اہل جہاں کے لیے نصیحت:

اور قرآن کے بارے میں فرمایا:

”یہ شیطان مردود کا کلام نہیں ہے یہ تو اہل جہاں کے لیے نصیحت ہے۔ مگر اس کے لیے جو سیدھی راہ پر چلنا چاہے اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک کہ رب العالمین نہ چاہے۔“ (۲۵۔۲۹)

[ترتیبی نمبر ۸۲] سورۃ الانفطار [نزولی نمبر ۸۲]

مکی سورت: سورۂ انفطار مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۹ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے: اذا السماء انفطرت○

(جب آسمان پھٹ جائے گا) پس اسی نسبت سے اسے سورۂ انفطار کہا جاتا ہے۔

وقوع قیامت کے وقت تبدیلیاں:

اس سورت میں پہلے تو ان تبدیلیوں کا ذکر ہے جو وقوع قیامت کے وقت نظام کائنات میں رونما ہوں گی۔ (ا۔۴)

انسان سے شکوہ:

پھر محبت آمیز انداز میں انسان سے شکوہ کیا گیا ہے کہ اے انسان!

تجھے آخر کس چیز نے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟ کہ اس کے احسانات کو بھلا کر تو معصیت اور ناشکرا پن پر اتر آیا ہے۔(۶)

کراماً کاتبین:

اصل بات یہ ہے کہ تمہیں جزاء کے دن کا یقین نہیں ہے حالانکہ وہ تو آ کر رہے گا اور کراماً کاتبین تمہاری زندگی کا کچا چٹھا تمہارے سامنے پیش کر دیں گے۔(۹۔۱۲)

ابرار و فجار:

پھر تمہیں ابرار اور فجار دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

1. ابرار نعمتوں کی جگہ یعنی جنت میں جائیں گے۔(۱۳)
2. اور فجار عذاب کی جگہ یعنی دوزخ میں ہوں گے۔(۱۴)

[ترتیبی نمبر۸۳] سورۃ المطففین [نزولی نمبر۸۶]

مکی سورت: سورۂ مطففین مکی ہے۔

آیات: اس میں ۳۶ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے: ویل للمطففین○

(ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔) پس اسی اخلاقی برائی کی نسبت سے سورت کا نام بھی سورۂ مطففین ہے۔

بنیادی عقائد:

اس سورۃ میں بھی بنیادی عقائد سے بحث کی گئی ہے۔ یوم القیامہ کے احوال اور اہوال اس میں خاص طور پر مذکور ہیں۔ لیکن اس کی ابتدائی آیات میں ان لوگوں کی

مذمت کی گئی ہے۔ جو ''تطفیف'' جیسی اخلاقی کمزوری میں مبتلا ہیں۔ (۱۔۶)

تطفیف:

''تطفیف'' کا معنی ہے ناپ تول میں کمی کرنا۔ ارشاد ہوتا ہے:

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں۔ (۲۔۳)

امام قشیری:

بعض حضرات نے تطفیف کا دائرہ وسیع کر دیا ہے۔ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

① کہ تطفیف وزن اور کیل میں بھی ہوتی ہے۔
② عیب کے ظاہر کرنے اور چھپانے میں بھی۔
③ انصاف کے لینے اور دینے میں بھی۔

جو شخص اپنے لیے تو پورا پورا انصاف چاہتا ہے۔ مگر دوسروں کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ''مطفف'' ہے۔

وعید کے مستحق:

یونہی:

① جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہیں کرتا۔ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔
② اسی طرح جو شخص لوگوں کے عیب دیکھتا ہے۔ مگر اپنے عیب نہیں دیکھتا۔
③ اسی طرح جو لوگوں سے اپنے حقوق مانگتا ہے۔ لیکن ان کے حقوق ادا نہیں کرتا۔

تو یہ سب لوگ اس وعید کے مستحق ہیں۔ جو وعید یہاں مطففین کے لیے بیان ہوئی ہے۔

ایک بدو اور عبدالملک بن مروان:

ایک بدو نے عبدالملک بن مروان سے کہا:

قرآن کریم میں مطففین کے لیے بڑی سخت وعید ہے تو تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے کہ تم لوگوں کے اموال بلا ناپ تول کے ہتھیا لیتے ہو۔

اللہ کے نور کو بجھانے والے:

''مطففین'' کی مذمت کے بعد ان سیاہ دلوں اور بدکاروں کا انجام بتایا ہے جو اللہ کے نور کو بجھانے کے لیے سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔(۶۔۱۷)

صلحاء اور ابرار:

پھر ان کے مقابلے میں ان صلحاء اور ابرار کا تذکرہ ہے۔جنہیں آخرت میں دائمی نعمتیں میسر آئیں گی۔(۲۲۔۲۸)

دنیا میں مذاق:

سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ یہ سیاہ دل دنیا میں اللہ کے نیک بندوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

آخرت میں مذاق:

لیکن قیامت کے دن معاملہ الٹ ہو جائے گا اور نیک لوگ ان بدکاروں کا مذاق اڑائیں گے۔(۲۹۔۳۶)

[ترتیبی نمبر ۸۴] سورۃ الانشقاق [نزولی نمبر ۸۳]

مکی سورت: سورۃ انشقاق مکی ہے۔

آیات: اس میں ۲۵ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے: اذا السماء انشقت ○

(جب آسمان پھٹ جائے گا) پس آسمان کے پھٹنے کی وجہ سے اس سورت کا نام بھی سورۂ انشقاق ہے۔

چار سورتیں:

① تکویر ② انفطار ③ مطففین ④ انشقاق۔ ان چاروں سورتوں میں قیامت کے احوال مختلف انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

قبل قیام قیامت:

سورۂ انشقاق کی ابتدائی آیات میں ان کائناتی تبدیلیوں کا ذکر ہے۔ جو قیام قیامت کے وقت رونما ہوں گی۔ (۱۔۵)

بعد قیام قیامت:

پھر جب قیامت قائم ہوجائے گی تو حساب کے مرحلہ سے گزر کر انسان دو فریقوں میں تقسیم ہوجائیں گے۔

1. بعض وہ ہوں گے جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔
2. اور بعض کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ (۶۔۱۵)

تین قسمیں:

اگلی آیات میں تین قسمیں کھا کر فرمایا گیا:

''یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچو گے۔''

یعنی قیامت کے دن تمہیں مختلف مصائب اور مراحل کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہر اگلا مرحلہ پہلے مرحلہ سے شدید تر ہوگا۔ (۱۶۔۱۹)

عذاب سے محفوظ:

البتہ وہ لوگ ان مصائب اور مختلف عذابوں سے محفوظ رہیں گے جو ایمان لائے

اور جنہوں نے نیک اعمال کیے۔ (۲۵)

[ترتیبی نمبر ۸۵] سورۃ البروج [نزولی نمبر ۲۷]

مکی سورت: سورہ بروج مکی ہے۔

آیات: اس میں ۲۲ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: والسماء ذات البروج○

(آسمان کی قسم جس میں برج ہیں) ان ہی بروج کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ بروج کہتے ہیں۔

تین قسمیں:

سورت کی ابتداء میں اللہ نے تین قسمیں کھا کر فرمایا:

① آسمان کی قسم جس میں برج ہیں۔

② اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے۔

③ اور حاضر ہونے والے کی اور اس کی جس کے پاس حاضر کیا جائے۔

④ ''خندقوں والے ہلاک کیے گئے۔'' (۴)

خندقوں والے:

① سلطنت حمیر کا آخری بادشاہ:

صحیح مسلم میں خندقوں والے قصہ کی نسبت حمیر کے بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ ''ذونواس'' یہودی کی طرف کی گئی ہے۔ جو مشرک تھا اور اس نے ایسے بیس ہزار افراد خندقوں میں ڈال کر زندہ جلا دیے تھے۔ جو عیسائی بن گئے تھے اور انہوں نے خدا

پرستی چھوڑ کر بت پرستی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

۲ ساحر، راہب اور غلام کا قصہ:

اسی طرح صحیح مسلم وغیرہ میں ساحر، راہب اور غلام کا قصہ بھی منقول ہے۔ جب ایک نوجوان لڑکے کی استقامت دیکھ کر ہزاروں لوگوں نے ایمان قبول کرلیا اور بادشاہ کی قوت کی دھمکیوں کے باوجود وہ ایمان سے باز نہ آئے تو ان سب کو خندقوں میں دہکتی ہوئی آگ کے حوالے کر دیا گیا۔ (۱۔۹)

مذہبی اور نظریاتی اختلافات:

تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ایسے کئی واقعات کا پتہ چلتا ہے جب مذہبی اور نظریاتی اختلافات کی بنا پر مخالفین نے ایک دوسرے کو زندہ جلا دیا۔

۱ آج کی مہذب اور ماڈرن دنیا:

آج کی دنیا جسے اپنے مہذب، ماڈرن اور ترقی یافتہ ہونے پر بڑا ناز ہے۔ ڈیزی کٹر اور اس سے بھی زیادہ خطرناک بم مسلمانوں پر استعمال کر رہی ہے۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے پوری پوری بستی اور شہر کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں۔

۲ ہیروشیما، ناگاساکی:

ہیروشیما اور ناگاساکی میں جو کچھ ہوا کیا یہ آگ کی خندقوں سے کم تھا؟

۳ افغانستان، عراق:

ہمارے سامنے افغانستان اور عراق میں جو آگ جلائی گئی کیا یہ آگ ذونواس کی آگ سے کم درجہ کی تھی؟ اس کی آگ سے کئی گنا زیادہ مہلک اور خطرناک آگ تھی۔ جس کا نشانہ کلمہ پڑھنے والے نوجوانوں، بوڑھوں، بچوں، مردوں اور عورتوں کو بنایا گیا۔

۴ فلسطین:

فلسطین میں کیا ہو رہا ہے؟ آگ ہی تو ہے جو مسلمانوں پر برسائی جا رہی ہے اور

پورے پچاس سال سے مسلسل برسائی جارہی ہے۔

کسی کو تعجب نہیں:

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ کیسے بیس ہزار افراد کو زندہ جلا دیا گیا۔

جہنم اور جلنے کا عذاب:

ایسے لوگوں کو وعید سنائی گئی ہے کہ:

"جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور جلنے کا عذاب ہے۔" (۱۰)

عذاب کی گرفت:

سورت کے اختتام پر اللہ کی عظمت اور انتقام کی قدرت کا بیان ہے۔ اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہ جب کسی کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے تو اسے کوئی نہیں چھڑا سکتا۔ فرعون کا انجام اس دعویٰ کی دلیل اور اس پر گواہ ہے۔ (۱۲۔۲۰)

[ترتیبی نمبر۸۶] سورۃ الطارق [نزولی نمبر۳۶]

مکی سورت: سورۂ طارق مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۷ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: والسماء والطارق○

(قسم ہے آسمان کی اور رات کو چمکنے والے ستارے کی) پس اسی نسبت سے اس سورت کو سورۂ طارق کہا جاتا ہے۔

ہر انسان پر نگہبان فرشتہ:

اس سورت کی ابتدائی آیات میں اللہ نے آسمان کی اور رات کو چمکنے والے ستارے کی قسم کھا کر فرمایا ہے۔

کہ ہر انسان پر اللہ کی طرف سے نگہبان فرشتہ مقرر ہے۔(۴)

حافظ' محافظ:

''حافظ'' کا معنی نگران بھی ہے اور محافظ بھی۔ یہاں دونوں معنی کیے جا سکتے ہیں۔ ہر انسان کے ساتھ ایسے فرشتے لگے ہوئے ہیں جو اس کے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔(۱۔۴)

انسان کی پہلی تخلیق:

پھر انسان کی پہلی تخلیق سے اس کی دوسری زندگی پر استدلال کیا گیا ہے۔ (۵۔۸)

عدالت الٰہیہ کے روبرو:

اگلی آیات میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب انسان عدالت الٰہیہ کے روبرو کھڑا ہوگا تو اس کے پوشیدہ راز ظاہر کر دیے جائیں گے۔(۹۔۱۰)

قول فیصل ہونے پر قسم:

سورت کے اختتام پر قرآن کی صداقت اور اس کے قول فیصل ہونے پر قسم کھائی گئی ہے اور کفار کو وعید سنائی گئی ہے۔(۱۱۔۱۷)

[ترتیبی نمبر ۸۷] سورۃ الاعلیٰ [نزولی نمبر ۸]

مکی سورت: سورۂ اعلیٰ مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۹ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبرا میں ہے: سبح اسم ربك الاعلىٰ ○
(اے پیغمبر! اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو)
پس اسی نسبت سے اس سورت کا نام سورۂ اعلیٰ ہے۔

اس سورت میں تین اہم مضامین بیان ہوئے ہیں:

۱ تسبیح و تقدیس کا حکم:

۱ ابتدائی آیات میں اللہ کی ذات و صفات کے اعتبار سے اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرنے کا حکم دیا گیا۔
۲ اس نے انسان کو پیدا کیا' اسے پر کشش صورت سے نوازا۔
۳ اور سعادت و ایمان کا راستہ دکھایا۔ (۱۔۳)

۲ حفظ کے آسان ہونے کی بشارت:

یہ سورت قرآن کریم کا ذکر کرتی ہے:

① اور اس کے حفظ کے آسان ہونے کی بشارت سناتی ہے۔
② اور نبی کریم ﷺ کو حکم دیتی ہے کہ آپ نفوس کی اصلاح اور اخلاق کی درستگی کے لیے قرآن کے ذریعے نصیحت کیجیے۔
③ جن کے دل میں خوف خدا ہوگا وہ ضرور نصیحت قبول کرلیں گے۔ (۶۔۱۰)

۳ تمام صحیفوں میں مشترک اصول:

سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو گناہوں کی آلائش سے پاک کرلے گا۔ اسے اچھے جذبات و خیالات سے سنوار لے گا اپنے دل میں اللہ کی عظمت اور جلال پیدا کرلے گا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دے گا۔ وہ کامیاب ہوگا۔

یہ وہ اصول ہے جو تمام صحیفوں اور شریعتوں میں بیان ہو چکا ہے۔(۱۴۔۱۹)

[ترتیبی نمبر ۸۸] سورۃ الغاشیہ [نزولی نمبر ۶۸]

مکی سورت: سورۂ غاشیہ مکی ہے۔

آیات: اس میں ۲۶ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے: ھل اتٰك حديث الغاشيه○
(بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (یعنی قیامت) کا حال معلوم ہوا ہے؟)
پس اسی نسبت سے اسے سورۃ الغاشیہ کہتے ہیں۔

قیامت کے نام:

قیامت کے ناموں میں سے ایک نام غاشیہ بھی ہے۔

غاشیہ:

غاشیہ کے معنی چھپا لینے والی۔
قیامت کو غاشیہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی ہولناکیاں ساری مخلوق کو ڈھانپ لیں گی۔

① غلط عقائد والے:

یہ سورت بتاتی ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے ذلیل ہوں گے۔ انہوں نے بڑی محنت کی ہوگی جس کی وجہ سے تھکے تھکے محسوس ہوں گے۔

علماء کہتے ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے دنیا میں بڑی عبادت و ریاضت کی ہوگی لیکن چونکہ ان کے عقائد صحیح نہیں تھے۔ اس لیے یہ عبادت ان کے کسی

کام نہیں آئے گی۔ یہ چہرے دہکتی ہوئی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

عقائد میں باطل کی آمیزش:

اور بعض چہرے تروتازہ اور پررونق ہوں گے۔ یہ وہ چہرے ہوں گے۔ جنہوں نے دنیا میں صحیح رخ پر محنت کی ہوگی اور ان کے عقائد میں بھی باطل کی آمیزش نہیں ہوگی۔ ان کا مسکن بلند و بالا جنتیں ہوں گی۔

۲ وحدانیت کے تکوینی دلائل:

دوسرا اہم مضمون جو اس سورت میں بیان ہوا ہے۔ وہ رب العالمین کی وحدانیت کے تکوینی دلائل ہیں:

۱. ان میں سے اونٹ ہے۔ جسے صحرائی جہاز بھی کہا جاتا ہے۔ طویل قد و قامت کے باوجود ایک بچہ بھی اس کی نکیل پکڑ کر جہاں چاہے لے جاتا ہے۔ اس کے صبر کا یہ حال ہے کہ دس دس دن تک پیاس برداشت کر لیتا ہے۔ اس کی غذا بہت سادہ ہوتی ہے۔ ایسی جھاڑیوں سے پیٹ بھر لیتا ہے۔ جنہیں کوئی بھی چوپایہ کھانا گوارا نہیں کرتا۔
۲. ان دلائل میں بلند و بالا آسمان بھی ہے۔ جو کسی ستون کے بغیر کھڑا ہے۔
۳. زمین ہے۔ جسے یوں بچھایا گیا ہے کہ اس پر چلنا بھی آسان اور کھیتی باڑی بھی آسان۔
۴. پہاڑ ہیں جو زمین کو زلزلوں کی زد میں آنے سے بچاتے ہیں۔

آپ کے ذمہ صرف نصیحت کر دینا ہے:

منکرین توحید کو ان دلائل کی طرف متوجہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کے ذمہ صرف نصیحت کر دینا ہے۔ آپ ﷺ اپنی ذمہ داری ادا کر دیجیے پھر ان کا معاملہ اور حساب ہم پر چھوڑ دیجیے۔

[ترتیبی نمبر ۸۹] سورۃ الفجر [نزولی نمبر ۱۰]

مکی سورت: سورۂ فجر مکی ہے۔

آیات: اس میں ۳۰ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: والفجر ○ (فجر کی قسم)

اس آیت میں اللہ پاک نے فجر کے وقت کی قسم کھائی ہے۔ اسی لیے اس سورت کو سورۂ فجر کہا جاتا ہے۔

چار قسمیں:

اس سورت کی ابتداء میں اس پر چار قسمیں کھائی گئی ہیں کہ کفار پر اللہ کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔

اس کے بعد سورۂ فجر میں تین مضامین نمایاں طور پر مذکور ہوئے ہیں۔

۱ قوم عاد، ثمود اور فرعون:

قوم عاد، ثمود اور فرعون جیسے متکبروں اور فسادیوں کے قصے اجمالی طور پر ذکر کیے گئے ہیں جو اپنی سرکشی اور جرائم کی وجہ سے اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ (۶۔۱۳)

۲ اللہ کی سنت اور دستور:

اللہ کی سنت اور دستور یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں انسان کو خیر و شر، فقر و غنی اور صحت و بیماری جیسی آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے۔ انسان کی طبیعت ایسی ہے کہ وہ اپنے رب کے فضل و احسان کا شکر ادا نہیں کرتا اور اللہ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ نہیں کرتا۔ وہ مال کی محبت میں بڑا حریص ہے اس کا پیٹ بھرتا ہی نہیں۔ (۱۴۔۲۰)

۱۳ قیامت کے زلزلے:

قیامت کے دن جو زلزلے اور ہولناک حالات پیش آئیں گے۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ انسان دو قسموں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

- ❶ شقی لوگ اللہ کے غضب کے حق دار ہوں گے۔
- ❷ اور نفس مؤمن جسے نفس مطمئنہ کہا گیا ہے۔ اسے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کے لیے کہا جائے گا۔ (۲۱۔۳۰)

[ترتیبی نمبر ۹۰] سورۃ البلد [نزولی نمبر ۳۵]

مکی سورت: سورۂ بلد مکی ہے۔

آیات: اس میں ۲۰ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: لا اقسم بھذا البلد ○

(ہمیں اس شہر (مکہ) کی قسم)۔ اس شہر کی نسبت سے اسے سورہ بلد کہا جاتا ہے۔

سورت کا موضوع:

اس سورت کا موضوع انسان کی سعادت اور شقاوت ہے۔

تین قسمیں:

سورت کی ابتداء میں اللہ نے تین قسمیں کھا کر فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔ یعنی اس کی زندگی محنت و مشقت اور جفاکشی سے عبارت ہے:

① کبھی فقر و فاقہ

② کبھی بیماری اور دکھ'
③ کبھی حوادث اور آلام'
④ پھر بڑھاپا اور موت'
⑤ پھر قبر کی تاریکی'
⑥ اور منکر نکیر کے سوالات'
⑦ پھر قیامت اور اس کی ہولناکیاں'
غرضیکہ ابتداء سے انتہاء تک مشقت ہی مشقت۔ (۱۔۴)

فخر وریا:

اس کے بعد ان کفار کا تذکرہ ہے۔ جنہیں اپنی قوت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ وہ فخر وریا کی نیت سے اموال خرچ کرتے تھے۔

ایسے لوگوں کو آنکھوں' ہونٹوں' زبان اور ہدایت جیسی نعمتیں یاد دلائی گئی ہیں۔ (۵۔۱۰)

ایمان اور عمل صالح:

پھر قیامت کے شدائد ومصائب کا تذکرہ ہے۔ جن سے ایمان اور عمل صالح کے علاوہ کوئی چیز چھٹکارا نہیں دے سکتی۔

اونچی گھاٹی:

سورت کے اختتام پر انسانوں کو "اونچی گھاٹی" پر چڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اونچی گھاٹی سے مراد وہ اعمال ہیں جو نفس پر شاق گزرتے ہیں یعنی:

① انسانوں کی گردنیں چھڑانا غلامی سے' قید وبند سے اور جہنم کی آگ سے۔
② یونہی یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

اس کے ساتھ چند اور صفات کا ہونا بھی ضروری ہے: یعنی:

③ ایمان باللہ'

۴ ایک دوسرے کو صبر کی'
۵ اور آپس میں رحم کرنے کی وصیت۔

[ترتیبی نمبر ۹۱] سورۃ الشّمس [نزولی نمبر ۲۶]

مکی سورت: سورۂ شمس مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۵ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے: والشمس وضحٰها○
(سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی) سورج کی قسم کھانے کی بنا پر اس سورت کو سورۂ شمس کہا جاتا ہے۔

سورت کا اصل مقصود:

اس سورت کا اصل مقصود نیکیوں کی ترغیب اور معاصی سے بچاؤ اور تحذیر ہے۔

سات چیزوں کی قسم:

اس سورت کی ابتداء میں تکوینی مخلوقات میں سے سات چیزوں کی قسم کھائی ہے۔
جو سب کی سب اللہ کی قدرت اور وحدانیت کے آثار ہیں۔ یعنی
۱ سورج ۲ چاند ۳ دن ۴ رات ۵ آسمان ۶ زمین ۷ اور نفس انسانی۔
ان چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے:
کہ اگر انسان اپنے رب سے ڈرے اور اپنے نفس کا تزکیہ کر لے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور اگر اس کی تربیت سے غفلت اختیار کرے اور اس کو گندگی میں پڑا رہنے دے تو ناکام ہو جاتا ہے۔ (۱-۱۰)

کون سی صلاحیت کو بروئے کار لاتا ہے:

اللہ نے انسان کے اندر نیکی اور بدی دونوں کی صلاحیت رکھی ہے۔اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ کون سی صلاحیت کو بروئے کار لاتا ہے۔

قوم ثمود:

اس تفصیل کے بعد یہ سورت ہمارے سامنے مثال اور نمونہ کے طور قوم ثمود کا قصہ بیان کرتی ہے۔جس نے اپنے نفس کا تزکیہ نہ کیا۔ بلکہ اسے معاصی کا عادی بنادیا۔ جس کی وجہ سے وہ ہلاکت کے مستحق ہو گئے۔(۱۱۔۱۵)

[ترتیبی نمبر۹۲] سورۃ اللیل [نزولی نمبر۹]

مکی سورت: سورہ لیل مکی ہے۔

آیات: اس میں ۲۱ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبرا میں ہے:والیلی اذا یغشٰی○

(رات کی قسم جب دن کو چھپالے) یہاں پر اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم کھائی ہے۔پس اسی نسبت سے اس سورت کو سورۂ لیل کہتے ہیں۔

سورت کا موضوع:

اس سورت کا موضوع انسانوں کے مختلف قسم کے اعمال اور جدو جہد ہے۔ جب اعمال اور جہد وسعی کا رخ مختلف ہو تو اس کے نتائج بھی مختلف برآمد ہوتے ہیں۔

تین قسمیں:

اس کی ابتدائی آیات میں تین قسمیں کھا کر فرمایا گیا ہے کہ اے انسانو! تمہاری

سعی مختلف ہے۔

① کوئی متقی ہے اور کوئی شقی ہے۔

② کوئی مومن ہے اور کوئی کافر۔

③ کوئی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور کوئی بخل کرتا ہے۔

④ کوئی اللہ سے ڈرنے والا ہے اور کسی نے بے نیازی اختیار کر رکھی ہے۔

⑤ کوئی بھلائی کی بات کی تصدیق کرتا ہے اور کوئی تکذیب کرتا ہے۔

اس راہ پر چلنا آسان کر دیتے ہیں:

انسانوں میں سے جو کوئی اپنے لیے جس قسم کی راہ کا انتخاب کرتا ہے۔ ہم اس راہ پر چلنا اس کے لیے آسان کر دیتے ہیں۔ (۱۔۱۰)

ایک مومن صالح کا قصہ:

سورت کے اختتام پر بتایا گیا کہ اہل ایمان کو رب تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے بچالے گا اور اس کے لیے ایک مومن صالح کا قصہ بیان کیا ہے جو اپنا مال صرف رضاء الٰہی کی خاطر خرچ کرتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

تمام تفاسیر میں ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ جن کا مال:

❶ جہاد کی تیاری

❷ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور

❸ غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے میں خرچ ہوتا تھا جو قبول اسلام کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔

[ترتیبی نمبر۹۳] سورۃ الضحیٰ [نزولی نمبر۱۱]

مکی سورت: سورۂ ضحیٰ مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۱ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر۱ میں ہے: والضحیٰ ○ (دن کی روشنی کی قسم)

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے دن کی روشنی کی قسم کھائی ہے۔ پس اسی لیے اس سورت کو سورۂ ضحیٰ کہا جاتا ہے۔

سورت کا موضوع:

اس سورت کا موضوع نبی کریم ﷺ کی شخصیت ہے۔

اور اس میں چار مضامین بیان ہوئے ہیں۔

۱ اللہ نے قسم کھا کر فرمایا:

حضور اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ نے قسم کھا کر فرمایا:

اللہ نے نہ تو آپ ﷺ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا ہے۔ (۱۔۳)

حسد اور دشمنی کی بنا پر:

آپ ﷺ کے مخالفین اگر حسد اور دشمنی کی بنا پر ایسی باتیں کرتے ہیں تو قطعاً جھوٹ بولتے ہیں۔

۲ عظیم بشارتیں:

آپ ﷺ کو دو عظیم بشارتیں سنائی گئی ہیں:

① پہلی یہ کہ آپ ﷺ کا مستقبل حال موجود سے بہتر ہوگا۔
یا یہ کہ آپ ﷺ کی آخرت دنیا سے بہتر ہوگی۔(۴)

② دوسری یہ کہ اللہ آپ ﷺ کو دنیا اور آخرت میں اتنا عطا کرے گا کہ آپ ﷺ خوش ہو جائیں گے۔(۵)

③ تین احسانات:

پھر اللہ نے اپنے تین احسانات یاد دلائے ہیں۔

① آپ ﷺ یتیم تھے ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا۔(۶)

② آپ ﷺ دین سے بے خبر تھے۔ہم نے آپ کو راستہ دکھایا۔(۷)

③ آپ ﷺ تنگدست تھے۔ہم نے آپ کو غنی کر دیا۔(۸)

④ تین وصیتیں:

ان تین نعمتوں کے مقابلے میں آپ ﷺ کو تین وصیتوں کی صورت میں گویا شکر کی تلقین کی گئی ہے یعنی:

① یتیم پر سختی نہ کیجیے۔(۹)

② سائل کو جھڑکیے نہیں۔(۱۰)

③ اور اپنے رب کی نعمتوں کا تذکرہ کیا کریں۔(۱۱)

[ترتیبی نمبر۹۴] سورۃ الانشراح [نزولی نمبر۱۲]

مکی سورت: سورۂ انشراح مکی ہے۔

آیات: اس میں ۸ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: الم نشرح لك صدرك ○

(اے محمد! کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا؟)

اسی ''نشرح'' کی نسبت سے اس سورت کو بھی سورۂ انشراح کہا جاتا ہے۔

سورت کا موضوع:

اس سورت میں بھی نبی کریم ﷺ کی شخصیت' آپ کی عظمت اور مقام کا بیان ہے۔

اس سورت میں چار مضمون بیان ہوئے ہیں۔

۱ حضور ﷺ پر اللہ کے تین احسانات:

حضور اکرم ﷺ پر اللہ کے تین احسانات:

۱ شرح صدر:

شرح صدر یعنی اللہ نے آپ ﷺ کے دل کو حکمت ونور سے بھر دیا اور ہر قسم کے گناہوں اور گندگی سے پاک کر دیا۔(۱)

۲ بوجھ ہٹا دیا:

آپ ﷺ سے اس بوجھ کو ہٹا دیا جس نے آپ کی کمر کو بوجھل کر رکھا تھا یعنی نبوت اور رسالت کا بوجھ اور اس کے واجبات اور ذمہ داریوں کی ادائیگی۔(۲۔۳)

۳ ذکر بلند کر دیا:

آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا کہ جہاں اللہ کا ذکر وہیں حضور اکرم ﷺ کا ذکر:

۱ چاہے اذان ہو'

۲ یا اقامت'

۳ تشہد ہو'

۴ یا خطبہ۔(۴)

۲ اللہ کا وعدہ:

اللہ نے مشکلات کو آسان کرنے اور پریشانیوں کو دور کرنے کا وعدہ فرمایا۔

(۵-۶)

۳ شکر، عبادت:

آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ تبلیغ و دعوت کی ذمہ داری ادا کرنے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی عبادت میں لگ جائیں اور اس میں اپنے آپ کو تھکا دیں۔

۴ اللہ پر توکل:

سب کچھ کرنے کے بعد اللہ پر توکل کریں اور تمام معاملات میں اسی کی طرف رغبت کریں۔

[ترتیبی نمبر ۹۵] سورۃ التین [نزولی نمبر ۲۸]

مکی سورت: سورۂ تین مکی ہے۔

آیات: اس میں ۸ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: والتین والزیتون ○

(انجیر کی قسم اور زیتون کی) اس سورت کے شروع میں اللہ پاک نے انجیر کی قسم کھائی ہے۔ اسی لیے اس سورت کا نام سورۂ تین رکھ دیا گیا۔

سورت کا موضوع:

اس میں تین امور بیان ہوئے ہیں جن کا انسان سے اور اس کے عقیدے سے تعلق ہے۔

۱ نوع انسانی کی تکریم:

اس کی تکریم کے مختلف پہلو ہیں۔ یہاں ان میں سے ایک پہلو کا بیان ہے وہ یہ

کہ انسان کو بہت خوبصورت پیدا کیا گیا ہے۔

① یہ خوبصورتی جسمانی اور ظاہری شکل کے اعتبار سے بھی ہے۔

② اور عقلی اور روحانی کمالات کے اعتبار سے بھی۔

۲ انسانیت کے تقاضے:

جب انسان انسانیت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا اور ناشکرا پن کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اسے نیچوں سے بھی نیچے گرا دیا جاتا ہے۔

① حیوانی اور شہوانی زندگی کو اپنا مقصد بنا کر وہ حیوانوں سے بھی زیادہ پستی میں جا گرتا ہے۔

② البتہ ایمان و عمل صالح والے اس پستی سے بچے رہتے ہیں۔

۳ حاکم اور عادل ہونے کا تقاضا:

وہ اللہ جو پانی کے ایک قطرے سے ایسا خوبصورت انسان پیدا کرسکتا ہے۔ وہ انسان کو دوبارہ بھی پیدا کرسکتا ہے۔ ویسے بھی دوبارہ پیدا کرنا اور حساب و جزا اس کے حاکم اور عادل ہونے کا تقاضا ہے۔

[ترتیبی نمبر ۹۶] سورۃ العلق [نزولی نمبر ۱]

مکی سورت: سورۂ علق مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۹ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۲ میں ہے: خلق الانسان من علق ○

(جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا یعنی خون کے لوتھڑے سے)

خون کی پھٹکی یا خون کے لوتھڑے کی نسبت سے اس سورت کا نام سورۂ علق رکھا

گیا۔

قرآنی تعلیمات کا خلاصہ:

اہل علم کہتے ہیں کہ سورۂ علق سے لے کر آخر تک جو چھوٹی چھوٹی سورتیں آئی ہیں۔ان میں قرآنی تعلیمات کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے۔

نزول کے اعتبار سے سب سے پہلے:

اس سورت کی پہلی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔

اس سورت میں تین اہم مضامین بیان ہوئے ہیں۔

۱ [۱] انسان کی تخلیق:

انسان کی تخلیق میں اللہ کی حکمت۔

[۲] انسان کی تمام مخلوقات پر فضیلت:

اس نے قرأت اور کتابت کے ذریعے سے انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔(۱۔۵)

۲ مال و دولت:

مال و دولت کی وجہ سے اللہ کے حکموں کے سامنے سرکشی، اس کی نعمتوں کا انکار اور غفلت۔(۶۔۸)

غرور اور سرکشی:

انسان کے غرور اور سرکشی کی ایک اہم وجہ مال و دولت بھی ہے۔ جب پیٹ اور خزانہ بھرا ہوا ہو تو وہ نہ انسان کو انسان سمجھتا ہے اور نہ خدا کو معبود اور مسجود۔

۳ اس امت کا فرعون:

اس امت کے فرعون ابوجہل کا قصہ جو رسول اکرم ﷺ کو ڈراتا دھمکاتا تھا اور اللہ کی عبادت سے روکتا تھا۔(۹۔۱۹)

سورۃ القدر
[ترتیبی نمبر ۹۷] [نزولی نمبر ۲۵]

مکی سورت: سورۂ قدر مکی ہے۔

آیات: اس میں ۵ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے: انا انزلنٰه فی لیلة القدر ○

(ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کرنا شروع کیا)

اور آیت نمبر ۳ میں ہے: لیلة القدر خیر من الف شهر ○

(شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے) پس اسی قدر کی رات کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ قدر کہا جاتا ہے۔

عظیم احسان:

اس سورت کی ابتداء میں انسانوں پر اللہ کے عظیم احسان کا ذکر ہے جو کہ کتاب مبین کو نازل کرنے کی صورت میں ہوا۔

لیلۃ القدر کی فضیلت:

اسی طرح اس سورت میں لیلۃ القدر کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

① اس کی پہلی فضیلت یہ ہے کہ اس میں ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ہے۔

② دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس رات میں غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک فرشتے امن وسلامتی اور رحمت و برکت کا پیغام لے کر نازل ہوتے رہتے ہیں۔

نزول قرآن کا معنیٰ:

واضح رہے کہ لیلۃ القدر میں نزول قرآن کا معنیٰ یہ ہے کہ اس رات میں نزول کی

ابتداء ہوئی۔

[ترتیبی نمبر ۹۸] سورۃ البینہ [نزولی نمبر ۱۰۰]

مدنی سورت: سورۂ بینہ مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۸ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا کے آخر میں ہے: حتّٰی تاتیھم البینة○

(جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل (نہ) آتی) بینہ کھلی یعنی واضح دلیل۔

اسی واضح اور کھلی دلیل کی نسبت سے سورت کو بھی سورۂ بینہ کہا جاتا ہے۔

تین امور:

اس سورت میں تین امور سے بحث کی گئی ہے۔

❶ آخری نبی بنی اسرائیل میں سے:

اہل کتاب کا خاتم الانبیاء ﷺ کی رسالت کے بارے میں مؤقف:

یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن ان کا خیال یہ تھا کہ آخری نبی بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ لیکن جب ایسا نہ ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کو جھٹلا دیا۔

ایک بینہ، واضح حجت اور دلیل:

اس سورت میں حضور اکرم ﷺ کو ایک بینہ اور واضح حجت اور دلیل قرار دیا گیا ہے۔ اس میں شک ہی کیا ہے کہ ہمارے آقا ﷺ کی زندگی خود ایک بہت بڑا معجزہ اور حق و صداقت کی واضح دلیل تھی۔

گندے ماحول میں چالیس سال:

زنا، شراب نوشی، قتل وغارت گری، بت پرستی اور ڈاکہ زنی کے ماحول میں چالیس سال گزارے کسی جنگل اور خلوت خانہ میں نہیں۔

گلی کوچوں اور سوسائٹی میں فعال کردار ادا کرتے ہوئے گزارے۔

سیرت کے دامن پر کوئی خفیف دھبہ بھی نہ تھا:

لیکن سیرت کے دامن پر نجاست کا کوئی خفیف ترین دھبہ بھی نہ تھا۔ کسی بدترین دشمن کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ آپ ﷺ کے کردار پر انگلی اٹھا سکتا۔

۲ اخلاص:

یہ سورت دین وایمان کی بنیاد کی نشاندہی کرتی ہے اور وہ ہے اخلاص:

- ۱ کوئی عمل بغیر ایمان کے
- ۲ اور ایمان بغیر اخلاص کے معتبر نہیں۔
- ۳ ہر نبی نے اپنی امت کو اسی بنیاد کی دعوت دی۔ (۵)

۳ اشقیاء اور سعداء کا انجام:

یہ سورت اشقیاء اور سعداء یعنی کافروں اور مومنوں دونوں کا انجام بیان کرتی ہے۔ (۶۔۸)

[ترتیبی نمبر ۹۹] سورۃ الزلزال [نزولی نمبر ۹۳]

مدنی سورت: سورۂ زلزال مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۸ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: اذا زلزلت الارض زلزالها ○

(جب زمین بھونچال (زلزلہ) سے ہلا دی جائے گی) اسی زلزلہ کی نسبت سے اس سورت کا نام سورۂ زلزال رکھ دیا گیا۔

مدنی ہونے کے باوجود:

یہ سورت مدنی ہونے کے باوجود اس کا موضوع اور مضامین مکی سورتوں جیسے ہیں۔

دو مقاصد:

یہ سورت دو مقاصد پر مشتمل ہے۔

۱ زلزلے کی خبر:

اس میں اس زلزلے کی خبر دی گئی ہے:

۱ جو قیامت سے پہلے واقع ہوگا۔

۲ اور سارے انسان اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔

۳ اور زمین انسان کے اعمال پر گواہی دے گی۔

۲ اللہ کے سامنے پیشی:

لوگ حساب و کتاب کے لیے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔ پھر ان کے اعمال کے مطابق انہیں دو قسموں میں تقسیم کیا جائے گا۔

بعض شقی ہوں گے اور بعض سعید اور ان میں سے ہر ایک اپنے چھوٹے بڑے اعمال کی جزا دیکھ لے گا۔

[ترتیبی نمبر ۱۰۰] سورة العاديات [نزولی نمبر ۱۴]

مکی سورت: سورۂ عادیات مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۱ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے: والعٰدیٰت ضبحا ○

(قسم ہے ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی جو ہانپ اٹھتے ہیں)۔

دوڑنے والے گھوڑوں کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ عادیات کہا جاتا ہے۔

تین اہم مضامین:

اس سورت میں تین اہم مضامین بیان ہوئے ہیں:

۱ گھوڑوں کی قسم:

مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور اس کے ناشکرا ہونے پر خود اس کے اعمال گواہ ہیں۔ (۱۔۷)

مالک کا وفادار:

گھوڑا اپنے مالک کا وفادار ثابت ہوتا ہے۔

اسے خوش کرنے کے لیے تیروں کی بارش اور کوندتی تلواروں میں گھس جاتا ہے۔

مالک حقیقی سے بے وفائی:

مگر ہائے رے انسان کہ یہ اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود اپنے مالک حقیقی سے بے وفائی کرتا ہے۔

۲ انسان کی فطرت:

انسان کی فطرت اور طبیعت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر انسان کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو دوسری کی تلاش کرتا ہے اور دوسری ہو تو تیسری تلاش کرتا ہے اور اس کے منہ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ (بخاری)

بندوں کے سینوں کے راز:

انسان کو ان اعمال صالحہ پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔ جو اسے اس وقت فائدہ دیں گے۔ جب اسے حساب و جزا کے لیے پیش کیا جائے گا اور بندوں کے سینوں میں جو راز ہیں۔ آشکارا کردیے جائیں گے۔ (۸۔۱۱)

[ترتیبی نمبر۱۰۱] سورۃ القارعہ [نزولی نمبر۳۰]

مکی سورت: سورۂ قارعہ مکی ہے۔

آیات: اس میں ۱۱ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: القارعۃ○ (کھڑکھڑانے والی)

اسی کھڑکھڑانے والی (یعنی قیامت) کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ القارعہ کہا جاتا ہے۔

نظام کائنات میں تبدیلیاں:

اس سورت میں قیامت کی ہولنا کیوں سے ڈرایا گیا ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو نظام کائنات میں بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوں گی جو انسان کو حیران اور ششدر کردیں گی۔ (۱۔۵)

انسان کے انجام کا تعین:

سورت کے اختتام پر بتلایا گیا کہ قیامت کے دن انسان کے اعمال کا وزن ہوگا۔ کسی کی حسنات زیادہ ہوں گی اور کسی کی سیئات اور ان ہی کے اعتبار سے انسان کے انجام کا تعین ہوگا۔

سورۃ التکاثر
[ترتیبی نمبر ۱۰۲] [نزولی نمبر ۱۶]

مکی سورت: سورۂ تکاثر مکی ہے۔

آیات: اس میں ۸ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: الھٰکم التکاثر ○
(لوگو! تم کو (مال کی) بہت سی طلب نے غافل کردیا)۔
تکاثر بمعنی کثرت۔ پس اسی کثرت کی وجہ سے اس سورت کو سورۂ تکاثر کہتے ہیں۔

قصر سے قبر کی طرف:

اس سورت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے۔ جو صرف دنیا کی زندگی کو اپنا مقصد بنالیتے ہیں اور دنیا کا ایندھن جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ان کے انہماک کو دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ انہیں دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے لیکن پھر اچانک موت آجاتی ہے جس کی وجہ سے ان کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور انہیں قصر (محل) سے قبر کی طرف منتقل ہونا پڑتا ہے۔ ان لوگوں کو ڈرایا گیا کہ قیامت کے دن تمام اعمال کے بارے میں سوال ہوگا۔ (۱۔۴)

نعمتوں کے بارے میں سوال:

پھر تم جہنم کو ضرور دیکھو گے اور تم سے اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ:

اَمن، صحت، فراغت، اکل وشرب، مسکن، علم اور مال و دولت جیسی نعمتوں کو کہاں استعمال کیا؟

سورۃ العصر

[ترتیبی نمبر۱۰۳] [نزولی نمبر۱۳]

مکی سورت: سورۂ عصر مکی ہے۔

آیات: اس میں ۳ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر۱ میں ہے: والعصر ○ (قسم ہے زمانہ کی)

پس اسی زمانہ کی نسبت سے اس سورت کو بھی سورۂ عصر کہا جاتا ہے۔

اسلام کے عظیم اصول:

یہ مختصر سی سورت:

① اسلام کے عظیم اصولوں،

② اور انسانی زندگی کے دستور کی وضاحت کرتی ہے۔

امام شافعی کا قول:

اس سورت کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر لوگ صرف اس سورت میں تدبر کرلیں تو یہ سورت ان کی نجات کے لیے کافی ہوسکتی ہے۔

زمانے کی قسم:

اس سورت کی ابتدا میں اللہ نے زمانے کی قسم کھا کر فرمایا:

کہ سارے کے سارے انسان خسارے میں ہیں چاہے وہ مادی اور ظاہری اسباب سے مالا مال کیوں نہ ہوں۔

چار صفات سے متصف:

البتہ جو چار صفات سے متصف ہوں گے وہ خسارے سے بچ جائیں گے۔ یعنی:

①ایمان ②عمل صالح ③ایک دوسرے کو حق ④اور صبر کی تلقین۔

[ترتیبی نمبر۱۰۴] سورۃ الھمزۃ [نزولی نمبر۳۲]

مکی سورت: سورہ ہمزہ مکی ہے۔

آیات: اس میں ۹ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے: ویل لکل ھمزۃ لمزۃ○
(ہر عیب نکالنے والے اور طعنہ دینے والے کے لیے خرابی ہے)
اسی عیب نکالنے والے کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ ہمزہ کہا جاتا ہے۔

تین بیماریاں:

اس سورت میں تین بیماریوں کی نشاندہی کی گئی ہے:

① پہلی بیماری ہے پس پشت کسی کے عیب بیان کرنا اسے غیبت کہتے ہیں اور غیبت بدترین گناہ ہے۔

② دوسری بیماری ہے کسی کو اس کے سامنے اس کے حسب ونسب دین و مذہب اور شکل وصورت کا طعنہ دینا۔ اس کا مذاق اڑانا۔

- ① یہ منافقین کی عادت تھی وہ غریب مسلمانوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔
- ② یونہی یہود ونصاریٰ دین حق کا مذاق اڑاتے تھے۔

③ تیسری بیماری ہے حب دنیا

جس میں مبتلا ہو کر انسان حقوق اللہ بھی بھول جاتا ہے اور حقوق العباد بھی بھول جاتا ہے اور اس کے دل میں اللہ کی محبت کے لیے کوئی جگہ نہیں رہتی۔ بقول حضرت میاں نور محمد صاحب ﷫ کے

بھر رہا ہے دل میں حب جاہ و مال
کب سماوے اس میں حب ذوالجلال

اشقیاء کا انجام:

سورت کے اختتام پر ان اشقیاء کا انجام بتلایا گیا ہے۔ جو ان بیماریوں میں مبتلا ہوں گے۔ (۵۔۸)

[ترتیبی نمبر ۱۰۵] سورۃ الفیل [نزولی نمبر ۱۹]

مکی سورت: سورۂ فیل مکی ہے۔

آیات: اس میں ۵ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: الم تر کیف فعل ربك باصحٰب الفیل○
(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟)
انہی ہاتھی والوں کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ فیل کہا جاتا ہے

اصحاب فیل کا قصہ:

اس سورت میں وہ مشہور قصہ بیان ہوا ہے جو اصحاب فیل کے قصہ کے نام سے مشہور ہے۔

صنعاء کا گورنر ابرہہ:

جب صنعاء کے گورنر ابرہہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبہ پر چڑھائی کی تھی اس کے ساتھ کم و بیش ساٹھ ہزار جنگجو تھے۔ قریش اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے۔ اللہ نے چھوٹے پرندے کنکریاں دے کر بھیج دیے۔ ان کنکریوں نے جدید بموں کی طرح

تباہی مچادی۔

کعبہ کا حقیقی محافظ:

یہ واقعہ اسی سال پیش آیا جس سال حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی اور یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ عنقریب کعبہ کا حقیقی محافظ پیدا ہونے والا ہے۔

[ترتیبی نمبر ۱۰۶] سورۃ القریش [نزولی نمبر ۲۹]

مکی سورت: سورۂ قریش مکی ہے۔

آیات: اس میں ۴ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: لایلف قریش ○

(قریش کے مانوس کرنے کے سبب) اس سورت میں قبیلہ قریش پر اللہ نے اپنے احسانات جتائے ہیں۔ اسی لیے اس سورت کا نام سورۂ قریش ہے۔

دو احسانات:

اس سورت میں اللہ نے اپنے دو بڑے احسانات بیان فرمائے ہیں۔

① پہلا یہ کہ وہ بلا خوف وخطر گرمیوں میں شام کی طرف اور سردیوں میں یمن کی طرف تجارتی سفر کیا کرتے تھے اور یہ تجارتی سفر ان کا بہت بڑا ذریعہ معاش تھے۔

② دوسرا احسان یہ کہ انہیں بلد حرام میں امن، اطمینان اور تحفظ کی نعمت حاصل تھی۔

قوم پرستی:

یہ دو نعمتیں ذکر فرما کر انہیں سمجھایا گیا ہے کہ خود فریبی، خود پسندی اور قوم پرستی سے

باز آجاؤ اور بیت اللہ کے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔

[ترتیبی نمبر ۱۰۷] سورۃ الماعون [نزولی نمبر ۱۷]

مکی سورت: سورۂ ماعون مکی ہے۔

آیات: اس میں ۷ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۷ میں ہے: ویمنعون الماعون○

(اور برتنے کی چیزیں عاریتاً بھی نہیں دیتے) برتنے کی چیزوں کی نسبت سے اس سورت کا نام سورۂ ماعون رکھا گیا۔

انسانوں کے دو گروہ:

اس سورت میں اختصار کے ساتھ انسانوں کے دو گروہوں کا ذکر ہے:

[۱] ❶ وہ کافر جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے۔

❷ یتیموں کے حقوق دبا لیتے ہیں اور ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کرتے ہیں۔

❸ غرباء اور مساکین کو نہ خود کھلاتے ہیں اور نہ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں۔

❹ گویا کہ نہ تو اللہ کے ساتھ ان کا معاملہ صحیح ہے۔

❺ اور نہ اللہ کے بندوں کے ساتھ۔

[۲] دوسرا گروہ منافقین کا ہے۔ ان کی تین صفات قبیحہ یہاں بیان کی گئی ہیں:

① پہلی یہ کہ وہ نماز سے غافل ہیں۔ یہ غفلت دو اعتبار سے ہو سکتی ہے:

(۱) ایک یہ کہ نماز ادا ہی نہ کی جائے۔

(۲) دوسری یہ کہ نماز تو پڑھی جائے مگر نہ وقت کی پابندی کا لحاظ ہو اور نہ خشوع و خضوع ہو۔

۲ دوسری صفت یہ کہ وہ دکھاوے کے لیے اعمال کرتے ہیں۔
۳ تیسری صفت یہ کہ وہ ایسے بخیل ہیں کہ عام ضرورت کی چیز دینے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔

[ترتیبی نمبر ۱۰۸] سورۃ الکوثر [نزولی نمبر ۱۵]

مکی سورت: سورۂ کوثر مکی ہے۔

آیات: اس میں ۳ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ا میں ہے: انا اعطینٰك الکوثر ○
''(اے محمد!) ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے''۔
اسی کوثر کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ کوثر کہا جاتا ہے۔

تین مقاصد:

اس سورت میں تین مقاصد بیان ہوئے ہیں۔

۱ فضل و احسان:

نبی کریم ﷺ پر اللہ کا فضل و احسان کہ اس نے آپ ﷺ کو کوثر عطا کی۔

کوثر:

۱ کوثر جنت کی وہ نہر ہے جہاں قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ اپنے امتیوں کو جام بھر بھر کر پلائیں گے۔
۲ چونکہ کوثر کا معنی خیر کثیر ہے۔ اس لیے:
۱ نبوت ۲ کتاب ۳ حکمت ۴ علم ۵ حق شفاعت ۶ مقام محمود

معجزات اور قرآن کریم کو بھی کوثر قرار دیا گیا ہے۔

۲ عظیم نعمت کا شکر:

نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ کوثر جیسی عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے:

① آپ ﷺ نماز کی پابندی فرمائیں۔

② اور اللہ کے لیے قربانی دیں۔

۳ بشارت:

آپ ﷺ کو بشارت سنائی گئی کہ:

① آپ ﷺ کے دشمن ذلیل وخوار ہوں گے۔

② اور ان کا نام ونشان مٹ جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

[ترتیبی نمبر ۱۰۹] سورۃ الکافرون [نزولی نمبر ۱۸]

مکی سورت: سورۂ کافرون مکی ہے۔

آیات: اس میں ۶ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: قل یایها الکافرون ○

”(اے پیغمبر! ان منکران اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو!“

چونکہ یہ ساری سورت کافروں کے گرد گھومتی ہے۔ اسی لیے اس سورت کو سورۂ کافرون کہا جاتا ہے۔

سورت کا شان نزول:

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی۔

کچھ لو اور کچھ دو:

جب مشرکوں نے آپ ﷺ کو دعوت دی کہ آؤ!
"کچھ لو اور کچھ دو" کی بنیاد پر ہم آپس میں مصالحت کر لیں۔

1. ایک سال آپ ہمارے خداؤں کی عبادت کر لیا کریں۔
2. اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کر لیا کریں گے۔

دو متصادم نظام:

اس سورت نے ایمان و کفر، موحدین اور مشرکین کے درمیان حد فاصل قائم کر دی اور بتا دیا کہ توحید اور شرک دو متصادم نظام ہیں۔ دونوں میں مصالحت کی کوئی صورت نہیں۔ یوں کفار کی امیدوں کا خاتمہ کر دیا اور ہمیشہ کے لیے واضح کر دیا کہ ایمان میں کفر کی ملاوٹ نہیں ہو سکتی۔

[ترتیبی نمبر ۱۱۰] سورۃ النصر [نزولی نمبر ۱۱۴]

مدنی سورت: سورۂ نصر مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۳ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح○
(جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح حاصل ہو گئی)

اسی اللہ کی مدد اور نصرت کے حوالے سے اس سورت کو سورۂ نصر کہا جاتا ہے۔

فتح مکہ:

یہ سورت فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

زمانہ نزول:

یہ سورت ۱۰ھ میں نازل ہوئی۔

سورت کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ کی مدت حیات:

اس سورت کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ صرف ٧٠ ایام زندہ رہے۔

موت کی اطلاع:

جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:
''مجھے میری موت کی اطلاع دے دی گئی ہے۔''
اس لیے کہ حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

دعوت کے آغاز پر:

جب آپ ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا تھا تو اسے قبول کرنے والے اکا دکا تھے۔

جماعتیں اور قبیلے:

لیکن اب لوگ جماعت در جماعت اور قبیلہ در قبیلہ دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔

آپ کو حکم:

اس لیے آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ان فتوحات اور نعمتوں پر۔
① اللہ کا شکر ② اس کی تسبیح ③ اور اس کی عظمت بیان کریں۔

[ترتیبی نمبر ١١١] سورۃ اللھب [نزولی نمبر ٦]

مکی سورت: سورۂ لہب مکی ہے۔

آیات: اس میں ٥ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ١ میں ہے: تبت یدا ابی لھب وتب ○

(ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو)

چونکہ اس سورت میں ابولہب اور اس کی بیوی کا ذکر ہے۔ اسی لیے اس سورت کو سورۂ لہب کہا جاتا ہے۔

ابولہب اور ام جمیل:

یہ سورت حضور اکرم ﷺ کے چچا مگر بدترین دشمن ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا انجام بتاتی ہے۔

ذلت آمیز اور عبرتناک انجام:

اس شخص کو اپنے مال اور اولاد پر بڑا غرور تھا۔ لیکن مال و اولاد اسے اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ یہ دونوں میاں بیوی ذلت آمیز اور عبرتناک انجام سے دو چار ہوئے۔

[ترتیبی نمبر ۱۱۲] سورۃ الاخلاص [نزولی نمبر ۲۲]

مکی سورت: سورۂ اخلاص مکی ہے۔

آیات: اس میں ۴ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: قل ھو اللہ احد○

(کہو! کہ وہ ذات پاک جس کا نام اللہ ہے وہ ایک ہی ہے)

چونکہ اس سورت میں توحید اور وحدانیت کا ذکر ہے۔ اسی نسبت سے اس سورت کو سورۂ اخلاص کہا جاتا ہے۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ:

یہ سورت اسلام کے بنیادی عقیدہ یعنی توحید سے بحث کرتی ہے توحید کی تین

قسمیں ہیں:

❶ توحید ربوبیت:

یعنی ہر چیز کا خالق' مالک اور رازق اللہ ہے۔ اس کا اقرار کافر بھی کرتے ہیں۔

❷ توحید الوہیت:

یعنی بندہ جو بھی عبادت کرے خواہ دعا ہو یا نذر و قربانی تو وہ صرف اور صرف اللہ ہی کے لیے کرے۔

مشرکین غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے۔ اگرچہ اس سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا تھا۔ مگر ظاہر ہے یہ شرک ہی تھا۔

❸ توحید ذات اور اسماء وصفات:

توحید کی یہ تیسری قسم ایسی ہے کہ انسان نے اکثر اس میں ٹھوکر کھائی ہے۔ وہ غیر اللہ کے لیے بھی:

① وہی علم ② وہی قدرت ③ وہی تصرف ④ اور وہی سمع و بصر ثابت کر دیتا ہے۔ جو حقیقت میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ثابت ہے۔ غور کیا جائے تو سورت اخلاص میں زیادہ زور توحید کی اسی قسم پر ہے۔

[ترتیبی نمبر ۱۱۳] سورۃ الفلق [نزولی نمبر ۲۰]

مدنی سورت: سورۂ فلق مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۵ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: قل اعوذ برب الفلق ○

(کہو! کہ میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں)۔
اسی صبح کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ فلق کہتے ہیں۔

ایک صفت اور چار چیزوں سے پناہ:

اس سورت میں اللہ نے اپنی ایک صفت بیان فرما کر چار چیزوں کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے:

1. مخلوق کے شر سے۔(۲)
2. اندھیرے کے شر سے (عام طور پر چور' شیاطین' جنات' حشرات اور ساحر اندھیرے ہی میں اپنا کام دکھاتے ہیں)۔(۳)
3. پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے۔
جو کہ جادو اور ٹونے کرتی ہیں یہ کام اگرچہ مرد بھی کرتے ہیں۔ لیکن عورتیں تعویذ گنڈے میں ہمیشہ پیش پیش دکھائی دیتی ہیں۔ اس لیے قرآن نے عورتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔(۴)
4. حاسد کے شر سے۔(۵)

[ترتیبی نمبر ۱۱۴] سورۃ الناس [نزولی نمبر ۲۱]

مدنی سورت: سورۂ ناس مدنی ہے۔

آیات: اس میں ۶ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ:

آیت نمبر ۱ میں ہے: قل اعوذ برب الناس○
(کہو! کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں)
انہی لوگوں کی نسبت سے اس سورت کو سورۂ ناس کہا جاتا ہے۔

معوذتین:

سورۂ فلق اور سورۂ ناس ان دونوں سورتوں کو معوذتین کہا جاتا ہے کیونکہ ان دونوں سورتوں میں پناہ مانگی گئی ہے۔

سورۂ ناس معوذتین میں سے دوسری سورت ہے۔

معوذتین کی فضیلت:

ان دونوں سورتوں کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ہیں۔

① حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت:

صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کے بارے میں فرمایا:

''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج ایسی دو سورتیں نازل ہوئی ہیں کہ ان کی کوئی مثال نہیں۔''

یعنی اللہ کی پناہ مانگنے میں یہ دونوں سورتیں بے مثال ہیں۔

② امام ابن قیم کا ارشاد:

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دو سورتوں سے کوئی شخص بھی مستغنی نہیں یہ جسمانی اور روحانی آفات دور کرنے میں بے حد موثر ہیں۔

سورہ فاتحہ اور معوذتین میں مناسبت:

قرآن کے آخر میں ان دو سورتوں کے لانے اور سورۂ فاتحہ سے شروع کرنے میں بڑی گہری مناسبت ہے۔

سورہ فاتحہ میں بھی اللہ کی مدد مانگی گئی تھی اور ان دونوں سورتوں میں بھی یہی مضمون ہے۔

گویا کہ اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ بندے کو ابتداء سے انتہاء تک اللہ کی طرف

متوجہ رہنا چاہیے اور اس سے مدد مانگتے رہنا چاہیے۔

سورۂ ناس میں اللہ کی تین صفات:

سورۂ ناس میں اللہ کی تین صفات مذکور ہیں: ربوبیت' مالکیت اور الہیت۔

یہ تین صفات ذکر فرما کر ایک چیز کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ ہے وسوسہ ڈالنے کا شر۔

وسوسہ خطرناک اور مہلک بیماری:

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وسوسہ کتنی خطرناک اور مہلک بیماری ہے۔ وسوسہ شیطان بھی ڈالتا ہے اور انسان بھی۔

آج کا مغربی میڈیا:

آج کا سارا مغربی میڈیا مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کے حوالے سے وسوسہ اندازی میں مصروف ہے۔

کثرت کے ساتھ:

اور وسوسہ کی بیماری بہت عام ہو چکی ہے۔ اس لیے کثرت کے ساتھ ان دو سورتوں کو ورد زبان بنانے کی ضرورت ہے۔

ایک خاص اور اہم نکتہ:

یہاں یہ نکتہ بھی سمجھ لیا جائے:

① سورۂ فلق میں ایک صفت ذکر فرما کر چار آفات سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

② اور سورۂ ناس میں تین صفات ذکر فرما کر ایک آفت کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

③ اس لیے کہ پہلی سورت میں نفس اور بدن کی سلامتی مطلوب ہے۔

۴ جبکہ دوسری صورت میں دین کے ضرر سے بچنا اور اس کی سلامتی مطلوب ہے اور دین کا چھوٹے سے چھوٹا نقصان دنیا کے بڑے سے بڑے نقصان سے زیادہ خطرناک ہے۔

سچا تعلق:

اگر ہم نے قرآن سے سچا تعلق قائم کیے رکھا اور اسے پڑھنے، سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کے سارے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کرتے رہے تو انشاء اللہ ہمارا اور ہماری آنے والی نسلوں کا دین وایمان محفوظ رہے گا۔

تمت بالخیر

قاری مشتاق الحسینی غفرلہ

۱۱ محرم ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۱ فروری ۲۰۰۵ء

بروز پیر (سوموار)

مرتب کی دیگر مرتبات وتالیفات

①	جدید خلاصۃ القرآن	ہر پارے کا الگ الگ خلاصہ مع فہرست عنوانات	مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری
②	جدید سیرۃ النبی قدم بقدم	سیرۃ النبی ﷺ ایک انوکھے انداز میں	مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری
③	کاشف القرآن فی تفتیش آیات القرآن	آیات قرآنیہ کی تلاش کے لیے (دو جلد) شروع کے کلمات سے اور آخری کلمہ سے	مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری
④	کشف القرآن فی حل متشابہات القرآن	متشابہات القرآن ایک نئے انداز میں، شروع کے کلمات سے اور آخری کلمہ سے (دو جلد)	مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری
⑤	معلم القرآن	تعلیم یافتہ حضرات کے لیے ایک جدید انداز میں	مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری
⑥	صوت القرآن	بچوں کے لیے تعلیم القرآن کا نصاب (۵ حصے)	مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری
⑦	مبادیات تعلیم القرآن	قرآن پڑھنے کے دوران غلطیوں کی نشاندہی اور ان کا تدارک	مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری

۸	کتاب التجوید	تجوید سیکھنا' پڑھنا سمجھنا اور یاد کرنا آسان۔ ہر سبق کا ایک عجیب اور جدید نقشہ	مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری
۹	تلخیص نماز پنجگانہ کا قرآنی ثبوت	کس وحی میں کون سی نماز فرض ہوئی	مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری
۱۰	اللہ کی قسمیں قرآن میں	اللہ نے کیوں قسم کھائی۔ کس چیز کی کتنی بار قسم کھائی	مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری
۱۱	قرآنی سورتوں کی وجہ تسمیہ)	سورتوں کے نام رکھنے کی وجہ اور سبب	مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری
۱۲	کائناتی فطرت کا مطالعہ حسن و جمال	ایسا مقالہ جس کے پڑھنے سے مولانا ابو الکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن پڑھنے کا جذبہ وشوق پیدا ہوتا ہے	ڈاکٹر محمد مسعود عالم صاحب قاسمی (بھارت)
۱۳	تفسیر سے ترجمانی تک کا المناک سفر	ایسا مقالہ جس کے پڑھنے سے قاری کا تعلق براہ راست قرآن سے پیدا ہوتا ہے	مفتی حامد محمود صاحب
۱۴	نمازوں کا ثواب	ہر نماز کا الگ یعنی ایک نماز کا ثواب' دو' تین' چار اور پانچ نمازوں کے اثواب' عجیب و غریب نقشہ	قاری مشتاق الحسینی
۱۵	بسم اللہ	۱۳ ڈیزائنوں میں رنگین خطاطی	قاری مشتاق الحسینی

۱۶	دلچسپ اور عجیب وغریب کیلنڈر	موجودہ سال کا دو طرح کا کلینڈر	قاری مشتاق الحسینی
۱۷	بیسویں اور اکیسویں صدی کا پورا کیلنڈر	ہر سال کے الگ الگ اور ۱۰۰ سال کا کیلنڈر ایک نظر میں	قاری مشتاق الحسینی
۱۸	تعلیم الھدایات	تعلیم القرآن کے چھوٹے بچوں کے لیے پراسپیکٹس	قاری مشتاق الحسینی
۱۹	کنز المعلومات	قرآن کریم کے حروف' آیات اور رکوعات کے متعلق	

❀......❀......❀

تاثراتِ گرامی

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند سال قبل اس ناچیز نے روزنامہ اسلام کیلئے رمضان المبارک میں قرآن کریم کے اہم مضامین کا خلاصہ تحریر کیا تھا۔ ہر روز ایک پارے کا خلاصہ لکھا جاتا تھا مقصد یہ تھا کہ نماز تراویح میں جو کچھ پڑھا اور سنا جاتا ہے اس کے معانی اور مطالب مختصر وقت میں سمجھنا ممکن ہو جائے اختتام رمضان تک جاری رہنے والے اس سلسلہ مضامین کو باری تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی کئی اداروں نے اسے کتابی شکل میں شائع کیا بے شمار مساجد میں یہ خلاصہ پڑھ کر سنایا جاتا رہا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

محترم قاری مشتاق الحسینی صاحب زید مجدہم نے اس کی افادیت کو چار چاند لگانے کیلئے ذیلی عنوانات اور سرخیوں کا اہتمام کیا یہ کام انہوں نے انتہائی ذوق و شوق اور خلوص کے ساتھ اسی وقت کر لیا تھا جب یہ خلاصہ اخبار میں شائع ہوا تھا اور اس کا مسودہ نظر ثانی کیلئے مجھے دے دیا تھا مختلف عوارض کمزوریوں اور مصروفیات کی وجہ سے میں ان کے حکم کی تعمیل نہ کر سکا البتہ یہ درخواست ان سے ضرور کر دی تھی کہ "کتاب گھر" نے "جو" خلاصۃ القرآن" شائع کیا ہے اسے ضرور دیکھ لیں اس لئے کہ میں اس پر نظر ثانی کر چکا ہوں۔

قلت وسائل بے سرو سامانی اور مکاتب کی جانب سے حوصلہ شکنی کے باوجود قاری صاحب نے ہمت نہیں ہاری اور وہ مسلسل اپنی کاوش کو منظر عام پر لانے کی سعی کرتے رہے بالآخر مکتبۃ الحسین کے ذمہ دار اس نیک کام میں تعاون کیلئے تیار ہو گئے۔ ان کے تعاون سے طٰہٰ پبلیکیشنز اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ قرآن کریم کی اس کمزوری خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور اسے قاری صاحب زید مجدہ اور مؤلف کیلئے باعث نجات بنا دے۔

محتاج دعا